THE Globe

GLOBEN LE GLOBE EL GLOBO O GLOBO گلوب
DER GLOBUS द ग्लोब विश्व

WORLD'S CHILDREN'S PRIZE MAGAZINE #68/69 2020

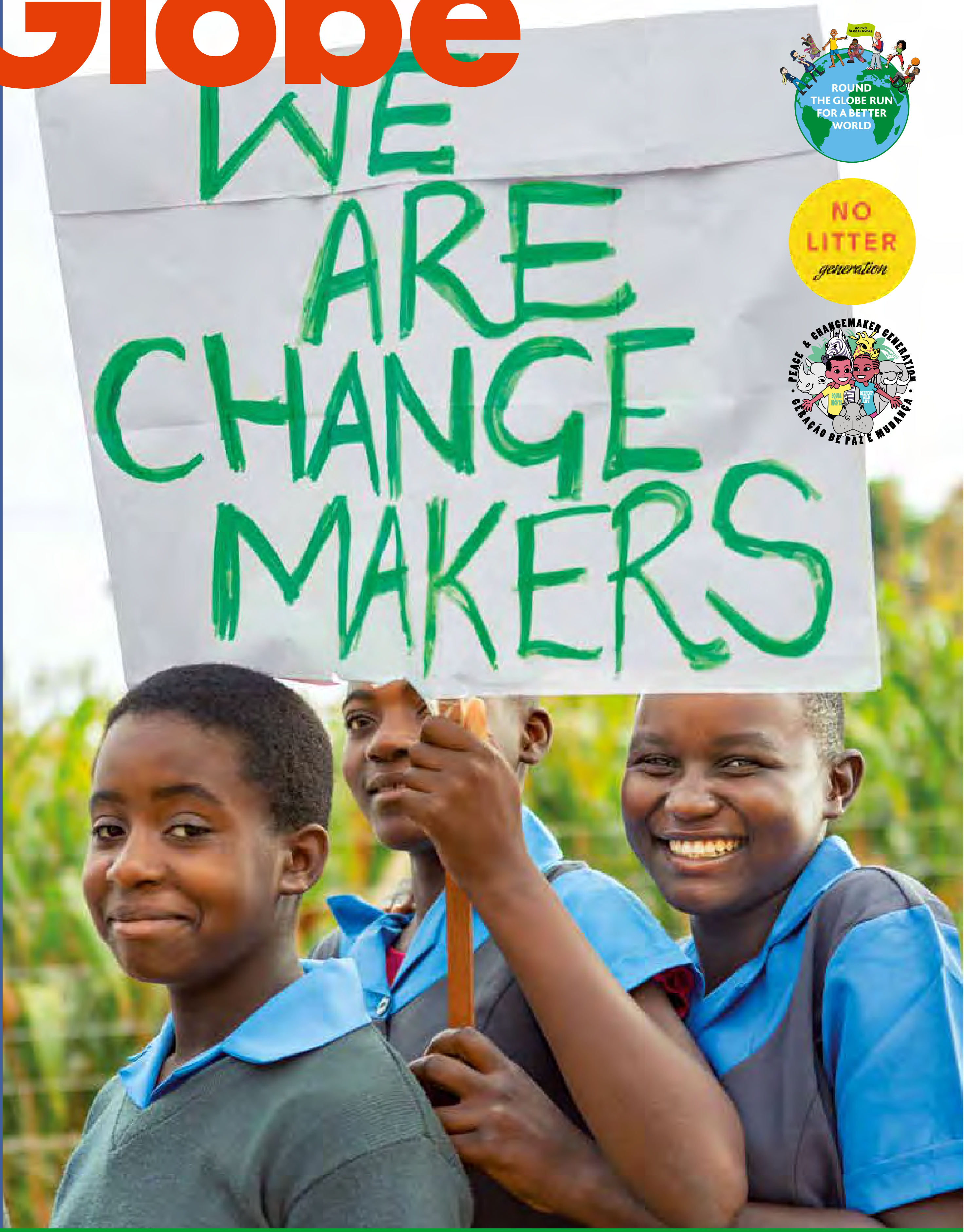

ROUND THE GLOBE RUN FOR A BETTER WORLD

NO LITTER generation

PEACE & CHANGEMAKER GENERATION
GERAÇÃO DE PAZ E MUDANÇA

WORLD'S CHILDREN'S PRIZE FOR THE RIGHTS OF THE CHILD

PRIX DES ENFANTS DU MONDE POUR LES DROITS DE L'ENFANT

PREMIO DE LOS NIÑOS DEL MUNDO POR LOS DERECHOS DEL NIÑO

PRÊMIO DAS CRIANÇAS DO MUNDO PELOS DIREITOS DA CRIANÇA

DER PREIS DER KINDER DER WELT FÜR DIE RECHTE DES KINDES!

बाल अधिकारों हेतु विश्व बाल पुरस्कार

बाल अधिकारका लागी विश्व बाल पुरस्कार

بچوں کے حقوق کے انعام کا عالمی پروگرام

بچوں کے عالمی انعام کا پروگرام

بچوں کے حقوق کیلئے

جن دو بچوں کی تصویر گلوب کے شروع میں ہے وہ زمبابوے کے شہر شیہوٹا میں رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں گلوبل ووٹ کے لیے بنایا گیا بیلٹ باکس ہے۔ یہ دونوں بچوں کے حقوق کے سفیر ہیں۔

یہ لاٹری بہتر مستقبل کے لیے ہے۔

Thanks! Tack! Merci! ¡Gracias! Danke! Obrigado! CẢM ƠN ကျေးဇူး
!:مهرباني धन्यवाद நன்றி سپاس !شُكراً ขอบคุณ တာ်ဘျုး !:شکریہ

HM Queen Silvia of Sweden • The Swedish Postcode Lottery • Forum Syd • Sida • Julia & Hans Rausing Trust Queen Silvia's Care About the Children Foundation Survé Family Foundation • Crown Princess Margareta's Memorial Fund • Sparbank Foundation Rekarne Keep Sweden Tidy • Swedish Olympic Committee Rotary Districts 2370 & 9350

All Child Rights Sponsors and donors • Microsoft • Google ForeSight Group • Twitch Health Capital • Helge Ax:son Johnson's Foundation • PunaMusta • Gripsholm Castle Administration • Svenska Kulturpärlor • ICA Torghallen Skomakargården • Röda Magasinet • Lilla Akademien

گلوب آپ اور آپ جیسے ان تمام بچوں کیلئے ہے جو بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام میں حصہ لیتے ہیں۔ اس میگزین میں آپ دنیا کے مختلف حصوں سے بہت سارے دوستوں سے ملیں گے۔ اپنے حقوق کے بارے میں سیکھیں گے اور ایسی ہدایات بھی حاصل کریں گے کہ جس سے آپ دنیا کو کچھ بہتر بنا سکتے ہیں۔

گلوب کے اس شمارے میں دیئے گئے لوگ جن ممالک میں رہتے ہیں ان ممالک کو نقشہ پر دیکھیں۔

4 بچوں کے عالمی انعام کا پروگرام کیا ہے؟
6 کم اور حسن بچوں کے حقوق کے سفیر
12 بچوں کے حقوق کیا ہیں؟
14 دنیا بھر میں بچوں کے حالات کیسے ہیں؟
16 بچوں کی جیوری سے ملیں!
21 جمہوریت کی طرف راستہ
24 دنیا بھر میں بچوں کے عالمی انعام کا پروگرام اور گلوبل ووٹ
ان بچوں سے ملیں جو اپنے حقوق کیلئے ہیروز کو ووٹ دیتے ہیں
اس سال کے بچوں کے حقوق کے ہیروز
29
30 مرہابازی، ڈی آر کونگو
38 اینا مولال، تنزانیہ
45 جیمز کوفی عنان، گھانا
52 ملالہ یوسف زئی، پاکستان اور انگلینڈ
60 فامین ناؤن، کمبوڈیا
68 عمانوایل روڈ یگوز، گنی بساؤ
76 ریچل للونڈ، امریکہ
83 آشوک دیال چند، انڈیا
90 عالمی امداد
92 بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر
کچرے سے پاک نسل
96 کچرے اور ماحولیاتی تبدیلیوں کے بارے میں
بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی پریس کانفرنس
ہم بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے سرپرست ہیں
106
107 بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام کی تقریبات
108 پرامن اور تبدیلی ساز نسل
بچوں کے حقوق اور جانوروں کے لئے

Chefredaktör och ansvarig utgivare: Magnus Bergmar
Medarbetare i nr 68–69: Andreas Lönn, Carmilla Floyd, Johan Bjerke, Jan-Åke Winqvist, Charles Drawin, Kim Naylor, Abram Viklund, Johanna Hallin, Evelina Fredriksson, Alexandra Ellis, Eva-Pia Worland, Bo Öhlén, Britt-Marie Klang, Tora Mårtens, Sofia Marcetic, Joseph Rodrigues Översättning: Semantix (engelska, spanska), Cinzia Gueniat (franska), Glenda Kölbrant (portugisiska), Preeti Shankar (hindi) Grafisk form: Fidelity
Framsidesfoto: Magnus Bergmar Tryck: PunaMusta Oy

Globen är, genom Forum Syd, i Sverige delvis finansierad av Sida, Styrelsen för Internationellt Utvecklingsarbete. Sida delar inte nödvändigtvis de åsikter som här framförs. Ansvaret är uteslutande skribenternas och ansvarig utgivares.

Globen får inte säljas!

World's Children's Prize Foundation
Box 150, 647 24 Mariefred
Tel. 0159-129 00
info@worldschildrensprize.org
www.worldschildrensprize.org
facebook.com/worldschildrensprize
Insta@worldschildrensprize
youtube.com/worldschildrensprize
twitter@wcpfoundation

ISSN 1102-8343

بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا پروگرام کیا ہے؟

کیا آپ ایسے بچے بننا چاہتے ہیں جو دنیا کو بہتر بنا سکیں؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا پروگرام آپ کی مدد کرسکتا ہے، بچوں کے حقوق کے سفیروں، بچوں کے حقوق کے ہیروز اور دنیا بھر کے بچوں سے آپ سیکھ سکتے ہیں۔

* ہمدردی
* تمام لوگوں کی برابر حیثیت
* بچوں کے حقوق
* انسانی حقوق
* جمہوریت کیسے کام کرتی ہے
* ظلم، نسلی تعصب، غربت اور ناانصافی کے خلاف کیسے مہم چلائی جائے
* ماحول کو بہتر بنانے کیلئے اور ماحولیاتی آلودگی سے بچاؤ کیلئے اقوام متحدہ کے عالمی اہداف کا حصول 2030 تک کیسے ممکن ہو سکے گا۔

بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام کا آغاز نومبر 2019 میں ہوا اور یہ یکم جون 2020 تک جاری رہے گا۔

آپ کے ملک اور پوری دنیا میں بچوں کے حقوق

اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشن کا اطلاق پوری دنیا کے بچوں پر ہوتا ہے اور ہر جگہ پر ہوتا ہے۔ کیا آپ کے علاقہ کے سکولوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق برابر ہیں؟ کیا آپ ایسے مسائل پر آواز اٹھا سکتے ہیں جن سے آپ یا دوسرے بچوں کی زندگی متاثر ہو رہی ہو؟ آپ کے ملک اور دنیا بھر میں بچوں کی صورت حال کو کیسے بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے بارے میں مزید جاننے کیلئے بچوں کے حقوق کے سفیروں اور چائلڈ جیوری اور ان بچوں سے ملیں جو بچوں کے حقوق کیلئے کام کرتے ہیں۔ دنیا میں بچوں کے حالات کے بارے میں مزید جاننے کیلئے گلوب کے (صفحہ نمبر 6 تا 20 کا مطالعہ کریں)

تبدیلی ساز بنیں!

اپنے آپ کو تبدیلی ساز بنائیں اور مساوی حقوق کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ آپ اپنی کوشش سے اپنے علاقہ کے حالات کو بدل سکتے ہیں۔ آپ اپنے ملک اور پوری دنیا میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔ خود کو بااثر بنائیں، اپنی آواز کو بلند کریں اور اپنے حقوق کیلئے ہمیشہ بولیں آپ ایسی دنیا بنا سکتے ہیں جہاں سب کی عزت واحترام ہو اور جہاں سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک ہو، جہاں بچوں کے حقوق کا احترام کیا جائے اور جہاں لوگ اور ماحول رہنے کیلئے سازگار ہو۔

بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر

بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر کی مہم جو یکم اپریل کو ہوگی۔ آپ اور دوسرے بچے مل کر میڈیا سے بات کریں، فیصلہ کرنے والے بچے اور دوسرے بالغ افراد ایسی کونسی تبدیلی لانا چاہتے ہیں کہ جس سے 2030 تک عالمی اہداف کا حصول ممکن ہو سکے۔ دنیا بھر کے سکولوں میں، طلباء پھر ایک انسانی زنجیر بنائیں اور 3 کلومیٹر تک چلیں یا دوڑیں۔ 2019ء میں پوری دنیا میں یہ زنجیر 86 حصوں تک گئی تھی۔ اس دفعہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس دنیا کو بہتر بنانے کیلئے کم از کم 100 حصوں تک جائیں۔

مزید جاننے کیلئے گلوب کے (صفحہ نمبر 92 تا 95 کا مطالعہ کریں)

اہم تاریخیں

یکم اپریل: بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر

16 اپریل: گلوبل ووٹ کی رپورٹ کا آخری دن

15 مئی: کچرے سے پاک نسل کا دن

کچرے سے پاک نسل

15 مئی کے دن، کچرے سے پاک دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اپنے گھروں، گلی محلوں، علاقہ یا سکول سے کچرا اکٹھا کریں اور ثابت کریں کہ آپ اس تحریک کا حصہ ہیں کچرے سے متعلق دوسرے لوگوں سے بات کریں اور ان کو بتائیں کے صاف ستھرا اور صحت مند ماحول دنیا بھر کے تمام بچوں کا حق ہے اور ان کو ماحولیاتی تبدیلیوں سے آگاہ کریں۔

مزید جاننے کیلئے گلوب کے (صفحہ نمبر 96 تا 105 کا مطالعہ کریں)

15 مئی کا دن کچرے سے پاک دن ہے، لیکن آپ 11 مئی سے لے کر اس ہفتے میں کسی بھی دن کچرے سے پاک دن کا انعقاد کر سکتے ہیں۔

اب تک 44 ملین بچوں نے اس بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی تقریب میں حصہ لے کر بچوں کے حقوق، جمہوریت اور عالمی اہداف کے بارے میں سیکھا ہے۔

پائیدار ترقی کیلئے عالمی اہداف

بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے ساتھ مل کر جو کچھ آپ سیکھتے ہیں اس کا براہ راست تعلق پائیدار ترقی اور اقوام متحدہ کے عالمی اہداف کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ 17 ایسے اہداف ہیں جن پر پوری دنیا کے ممالک نے اتفاق کیا ہے کہ ان پر عمل کرتے ہوئے 2030 تک غربت کو کم کر کے دنیا کو خوبصورت بنائیں گے اور ماحولیاتی تبدیلیوں پر بھی قابو پالیں گے۔ بچوں کے حقوق کے ہیروز اور بہادر بچے ان اہداف کو مکمل کرنے میں تبدیلی ساز بن کر بہت مدد کر رہے ہیں مثلاً لڑکیوں کے حقوق کیلئے جدوجہد جاری رکھتے ہوئے۔ مزید جاننے کیلئے گلوب کے (صفحہ نمبر 30، 89، 90، 91، 92، 105 اور 108، 109 کا مطالعہ کریں)

بچوں کے حقوق کے ہیروز

بچوں کے حقوق کے ان 8 ہیروز کو یہ موقع آپ اور دوسرے لاکھوں بچے دیں گے کہ ان میں سے کس کو دس سالہ بچوں کے حقوق کے ایوارڈ سے نوازا جائے۔ یہ تمام ہیروز پہلے ہی بچوں کے حقوق کے انعام حاصل کر چکے ہیں۔ آپ ان کے کام کے متعلق مزید جاننے کیلئے گلوب کا (صفحہ نمبر 30 سے 89) تک مطالعہ کریں۔

گلوب کے صفحہ نمبر 108 تا 132 تک میں آپ جنوبی افریقہ کے شہر لیمپوپو کے ان پرامن اور تبدیلی ساز بچوں کی نسل سے ملیں گے جہاں پر ان حقوق کا استحصال کیا جاتا ہے اور جانوروں کا غیر قانونی شکار بھی کیا جاتا ہے۔

ایک بڑا اعلان

دنیا بھر میں سینکڑوں بچے اپنا ووٹ ڈال چکے ہیں اب ایک بڑا اعلان کیا جاتا ہے کہ بچوں کے ہیروز میں سے کس نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے ہیں اور بچوں کے حقوق کے ہیروز کے عالمی انعام کا حقدار قرار پایا ہے۔ یہ پریس کانفرنس ایک ہی وقت میں دنیا کے بہت سے ممالک میں ہورہی ہوتی ہے۔ بعدازاں سویڈن کے شہر میری فریڈ میں بچوں کے حقوق کے ہیروز کے اعزاز میں ایک خاص تقریب منعقد کی جاتی ہے جس کے تمام انتظامی فرائض بچوں کی جیوری سرانجام دیتی ہے۔ مزید جاننے کیلئے گلوب کے (صفحہ نمبر 106 اور 107 کا مطالعہ کریں)

گلوبل ووٹ

جب آپ بچوں کے حقوق اور بچوں کے حقوق کے ہیروز کے بارے میں سب جان چکے ہوں تو تاریخ سے تربیت لیتے ہوئے جمہوریت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر آپ گلوبل ووٹ میں حصہ لینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ پھر آپ ووٹنگ بوتھ، بیلٹ باکس اور اس طرح کی چیزوں کی تیاری کریں تاکہ آپ ایک جمہوری الیکشن مہم کا آغاز کر سکیں۔ والدین، سیاستدان اور میڈیا کو دعوت دے کر اپنے ووٹ کے دن کو منائیں۔ مزید جاننے کیلئے (صفحہ نمبر 24 سے 28)

عمر کی حد

بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا پروگرام سب بچوں کیلئے ہے جن کی عمر 10 سال سے یا اس سے زیادہ ہے لیکن جب آپ 18 سال کے ہو جاتے ہیں تو اس میں حصہ نہیں لے سکتے۔ 10 سال سے چھوٹے بچوں کو نہ شامل کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔ بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام میں حصہ لینے کیلئے ضروری ہے کہ آپ کو بچوں کے حقوق کے ہیروز کے بارے میں مکمل معلومات ہوں۔ جن بچوں کے لئے یہ ہیروز کام کرتے ہیں ان بچوں کے ساتھ بڑی سخت زیادتیاں ہو چکی ہوتی ہیں اور ان کی کہانیاں بعض دفعہ چھوٹے بچوں کو بہت پریشان کر دیتی ہیں بڑے بچے بھی ان کہانیوں کو پڑھ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اساتذہ، والدین اور بالغ لوگوں کو اس پروگرام کے دوران بچوں کی مدد کرتے رہنا چاہئے۔

کیا آپ کو معلوم ہے؟

بچوں کے حقوق کے انعام کا عالمی پروگرام دنیا کا سب سے بڑا پروگرام ہے۔ جس میں سب کے مساوی حقوق، بچوں کے حقوق، جمہوریت اور پائیدار ترقی کے متعلق تفصیل سے سکھایا جاتا ہے۔

بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام

کے بارے میں کم اور حسن کی کہانی

کم اور حسن جن کی عمر 13 سال ہے اور یہ دونوں ہرونگوے پرائمری سکول، مریہوا، زمبابوے میں پڑھتے ہیں، اس وقت یہ بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام کے سفیر بنے۔ انہوں نے مریہوا میں بچوں کے حقوق، لڑکیوں کے برابری کے حقوق اور عالمی اہداف کے متعلق بہت سے بچوں اور بالغ لوگوں کو پڑھایا۔ بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام کے حوالے سے ان کی کہانی یہ ہے۔

''میں صبح 4 بجے اٹھتی ہوں اور آگ جلانے سے پہلے میں پانی بھرتی ہوں۔ پھر میں صفائی کرتی ہوں اور برتن دھوتی ہوں۔ عموماً ہم صرف دلیہ سے ناشتہ کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی اس پر مکھن بھی لگا لیتے ہیں۔

''5 بجے میں اپنے سکول کے لئے چل پڑتی ہوں۔ شروع شروع میں مجھے اجنبیوں سے ملتے ہوئے بہت ڈر لگتا تھا جب میں اکیلی سکول جاتی تھی۔ دوسری لڑکیوں کے ساتھ راستے میں زیادتی ہو جاتی تھی۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد کچھ دوستوں نے میرے ساتھ جانا شروع کر دیا جس سے مجھے تحفظ کا احساس ہوا۔

''میں تقریباً ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ چلنے کے بعد سکول پہنچتی ہوں۔ پہلے جب ہم سکول دیر سے پہنچتے تھے تو ہمیں ہاتھوں پر مار کر سزا دی جاتی تھی لیکن اب سزا کے طور پر کچرا اٹھایا جاتا ہے۔''

''جب تک میں پانچویں جماعت میں نہیں گئی تھی اس وقت تک میں نے نہیں سیکھا تھا کہ لڑکے اور لڑکیوں کے حقوق برابر ہیں۔ میں جب گلوب کو پڑھا تو مجھے یہ سیکھنے کا موقع ملا۔ اکثر ہمارے گھر میں روشنی نہیں ہوتی تھی اور بہت اندھیرا ہو جاتا تھا، لیکن پھر لالٹین کی مدد سے شام کو میں اپنا سکول کا کام اور گلوب کو آسانی سے پڑھ لیتی تھی۔'' (کم)

''میں اپنی دو بڑی بہنوں کے ساتھ رہتا ہوں۔ جب میں بچوں کے حقوق کے نمائندوں کی تربیت میں شامل ہوا تو میں نے لڑکیوں کے برابری کے حقوق کے بارے میں سیکھا۔ لڑکیوں کو کم عمری میں شادی کرنے کیلئے مجبور کرنا، ان کے حقوق کی خلاف ورزی ہے اسی طرح لڑکیوں سے سخت گھریلو کام کروانا، سکول نہ جانے دینا اور ان کی بات کو نہ سننا بالکل غلط ہے۔ بہت سارے والدین اپنے لڑکوں کی زیادہ قدر کرتے ہیں یہاں تک کہ لڑکے اپنی بہنوں کی مار پیٹ بھی کریں تو والدین انہیں روکتے نہیں۔ یہ بہت غلط ہے!'' چونکہ لڑکیوں کے حقوق کا ہمیشہ استحصال ہوتا رہا ہے اور لڑکوں کے حقوق کو زیادہ اہمیت دی جاتی رہی ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ میں بچوں کے حقوق کا نمائندہ بنوں گا کیونکہ اس طرح میں بچوں کے حقوق کے احترام کے لئے کام کر سکوں گا، خاص کر لڑکیوں کے حقوق کو بہتر بنانا میرا مقصد ہوگا۔ میں ہمیشہ دوسرے لڑکوں کو بتاتا ہوں کہ وہ لڑکیوں کے حقوق کا احترام کریں۔''

آپ اس ویب سائٹ www.worldschildrensprize.org/wcpstory سے 30 منٹ کی بچوں کے حقوق کے پروگرام کی فلم حاصل کر سکتے ہیں، جو حسن اور کم کے بارے میں ہے۔

TEXT & FOTO: MAGNUS BERGMAR

”پرائمری سکول ہرونگوے سے میرے سمیت **50** بچوں کو بچوں کے حقوق کی تربیت دی گئی اور بچوں کے حقوق کے سفیر کی اسناد دی گئیں۔ ہر ہفتے ہم سکول میں ایک درخت کے نیچے اکٹھے ہوتے ہیں اور سب بچے مل کر بچوں کے حقوق اور عالمی اہداف کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں اور غور کرتے ہیں کہ کس طرح ہم زیادہ سے زیادہ بچوں تک پہنچ سکتے ہیں۔“ (رِکم)

”ہم سب اکٹھے ہو کر گلوب پڑھتے ہیں اور اس کی کہانیوں سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔“ (رِکم)

”بچوں کے حقوق کے سفیروں کا مشن دوسرے بچوں کو حقوق کے متعلق آگاہی دینا ہے تاکہ وہ حقوق اور ماحول کے بارے میں زیادہ سے زیادہ سیکھ سکیں۔ ہم بچوں کو یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اپنے والدین اور ہمسائیوں سے اپنے حقوق کے بارے میں بات کریں۔“ (رِکم)

جب ہمارے پاس انٹرنیٹ کی سہولت ہو تو ہم بچوں کے حقوق کے پروگرام کی ویب سائٹ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ (حسن)

”اب ہم عالمی ہدف نمبر **13** پر بات کریں گے جو کہ ماحولیاتی تبدیلیوں کے بارے میں ہے۔ کیا مجھے کوئی مثال دے سکتے ہیں کہ کس طرح سے ماحولیاتی تبدیلیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے اور اس کے کیا اثرات ہوں گے؟“ (حسن)

ABRAM VIKLUND/WCPF

سب کے حقوق!

بچوں کے حقوق کی سفیر ہونے کی حیثیت سے، کم ایک لڑکی سے ملی جس کا نام روٹینڈ وہے۔ کم نے اس کو بچوں کے حقوق اور لڑکیوں کے یکساں حقوق کے بارے میں بتایا تب روٹینڈو نے جانا کہ اس کے بہت سارے حقوق کا استحصال ہو رہا ہے۔

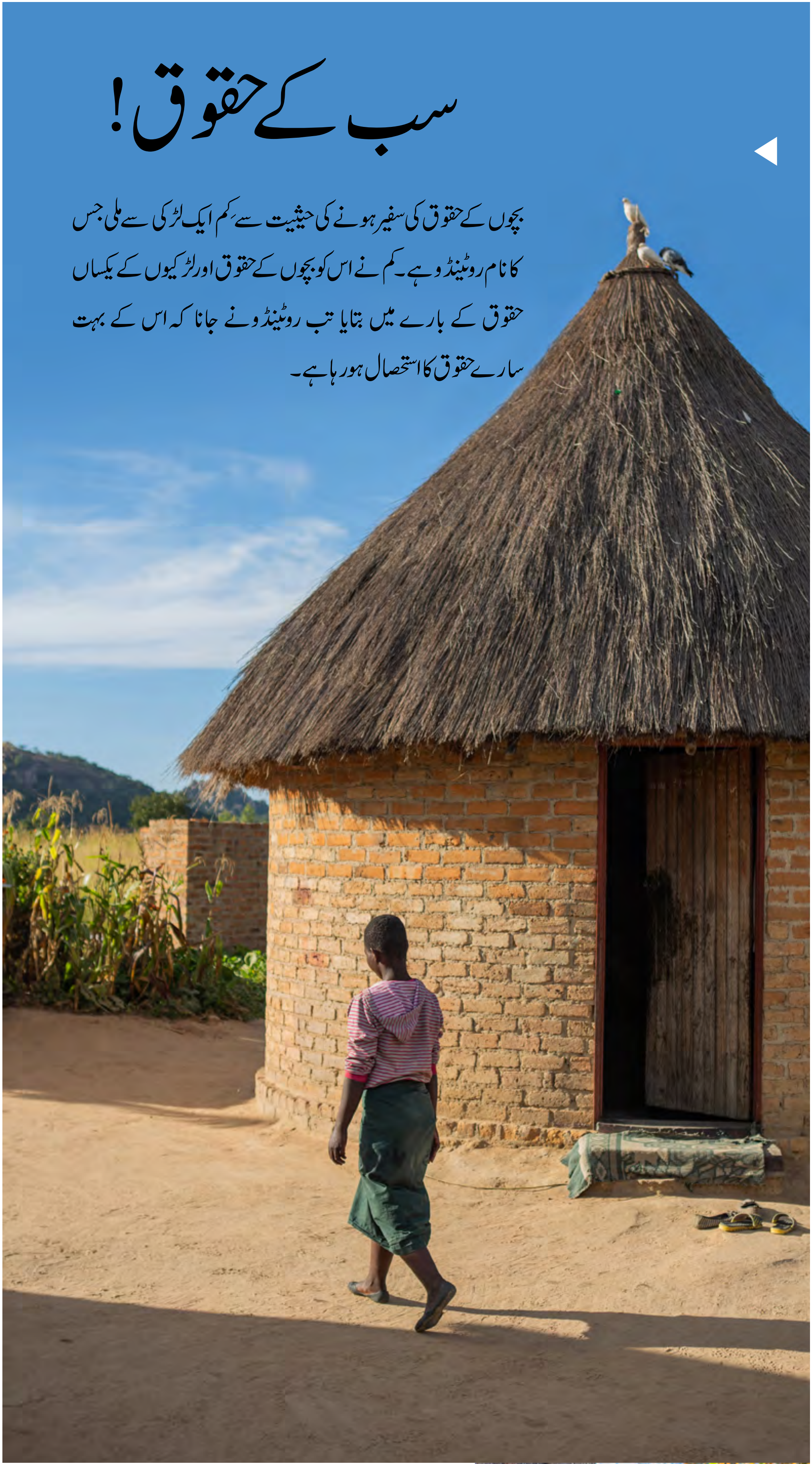

''جب میں پہلی جماعت میں تھی اور میری عمر صرف سات سال تھی تو میرا والد فوت ہوگیا جس سے ہماری زندگی بہت مشکل ہوگئی یہاں تک کہ ہم سارا سارا دن بھوکے رہتے تھے۔ سکول کے دوسرے بچے غریب ہونے کی وجہ سے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے یہاں تک سکول کی فیس ادا کرنے کیلئے بھی پیسے نہیں تھے۔ اس لئے مجھے واپس گھر بھیج دیا گیا اور ایسا ہر سال ہوتا تھا۔ جب دوسرے بچوں کو سکول جاتا دیکھ کر مجھے رونا آتا تھا۔''

ہم روتے رہتے تھے

''جب میری عمر دس سال ہوئی تو مجھے میری خالہ کے گھر بھیج دیا گیا جہاں مجھے صفائی، کپڑے دھونا، پانی بھرنا اور لکڑیاں لانا پڑتی تھیں۔ مجھے سکول جانے کی اجازت نہ تھی۔ جب میں **12** سال کی ہوئی تو مجھے پتا چلا کہ میری خالہ کا شوہر چاہتا ہے کہ وہ مجھ سے شادی کرلے اور مجھے اپنی دوسری بیوی بنالے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ میری ماں بھی اس پر رضامند تھی۔ جب وہ شخص میری ماں کو **300** زمبابوین ڈالر دینے گیا تو میری خالہ نے ساری بات مجھے بتادی اور کہا اب کہ بعد تمہیں خالو کی ہر بات ماننا پڑے گی۔ یہ سب میرے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔ میں ہر وقت روتی رہتی تھی اور میں نے خودکشی کرنے کا سوچ لیا جب میں اپنی ماں سے پوچھا کہ اس نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا تو ماں رونے لگی اور اس نے بتایا کہ میرے لئے انکار کرنا ممکن نہ تھا کیونکہ تمہارا خالو چھوٹے تین بچوں کیلئے سکول کے اخراجات برداشت کررہا ہے۔ میری بہترین دوست پریشس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں گھر سے بھاگ کر پولیس کے پاس جاؤں لیکن میرے میں اتنی ہمت نہ تھی۔''

خوفناک وقت

''جب میری عمر **13** سال تھی تو میرے خالو نے میرے ساتھ زیادتی شروع کردی اور جب میری عمر **15** سال ہوئی دوسری دفعہ حاملہ ہوچکی تھی۔ میری زندگی مصیبتوں سے بھر چکی تھی اور میرے خالو نے تیسری شادی کرلی تب میری دادی آئی اور مجھے اپنے ساتھ لے گئی۔ اب میں اپنی دادی کے ساتھ ان کے گھر میں رہتی ہوں۔ جب اپنی دوستوں کو سکول جاتے دیکھتی ہوں تو مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے جبکہ مجھے اپنے دو بیٹوں کو سنبھالنا ہے اور گھر کے دوسرے کام بھی کرنا ہوتے ہیں۔ میں لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہوں جس سے مجھے تین زمبابوین ڈالر ملتے ہیں جو کہ میری ضرورت کے حساب سے کچھ بھی نہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں دوبارہ سے سکول جاسکوں، میں وکیل بننا چاہتی ہوں تاکہ میں ایسی لڑکیوں کی مدد کرسکوں جن کے ساتھ میرے جیسا سلوک ہوتا ہے۔ کپڑے سلائی کرنا بھی میرا شوق ہے۔''

''میں اکثر ان لڑکیوں سے ملتی ہوں جن کی زبردستی بچپن میں شادی کر دی جاتی ہے یا ایسی لڑکیاں جن کے کئی دوسرے حقوق کا استحصال ہوا ہے۔ میں ان کو ان کے حقوق کے بارے میں سکھا کر ان کو مضبوط اور دلیر بناتی ہوں۔ ان کی زندگی میں تبدیلی لانا آسان کام نہیں ہے۔'' (کم)

ایک گروپ ووٹنگ کارڈ بنارہا ہے۔

دوسرا گروپ بیلٹ باکس بنارہا ہے۔

تیسرا گروپ مکئی کی ٹہنیوں سے ووٹنگ بوتھ بنارہا ہے۔

گلوبل ووٹ بچوں کا پروگرام ہے

''جب ہم بچوں کے حقوق کیلئے ووٹ ڈالتے ہیں تو اس وقت ہم یہ بھی سیکھ رہے ہوتے ہیں کہ جمہوریت کیا اور یہ کیسے کام کرتی ہے، ہمیں اپنے حقوق اور ذمہ داریاں سیکھنے کا موقع ملتا ہے اور یہ مشق ہمیں عام انتخابات میں اپنے لئے بہتر نمائندوں کا انتخاب کرنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ جب ہم گلوب میں بچوں کے حقوق کے بارے میں جان چکے ہوتے ہیں تو پھر ہم اپنے سکولوں میں گلوبل ووٹ کا اہتمام کرتے ہیں۔ ہم بیلٹ پیپر، بیلٹ باکس اور ووٹنگ بوتھ بناتے ہیں۔'' (حسن)

ہرنگوے سکول میں بچے ووٹ ڈالنے کیلئے قطار میں کھڑے ہیں۔

ووٹنگ رجسٹر میں ہر بچے کا نام دیکھا جاتا ہے، اس کو بیلٹ پیپر دیا جاتا ہے اس کے بعد بچہ ووٹنگ بوتھ میں جاکر رازداری سے بیلٹ پیپر پر اپنی مرضی کے ہیرو کے نشان پر مہر لگاتا ہے اور بیلٹ پیپر بیلٹ باکس میں ڈال دیتا ہے۔

جب بچہ بیلٹ پیپر لے چکا ہوتا ہے تو اس کی انگلی پر نشان لگادیا جاتا ہے تاکہ کوئی بچہ دوبارہ ووٹ نہ ڈالے۔

''بچوں کے حقوق کے سفیر ہونے کی حیثیت سے ہمیں چاہئے کہ ہم روایتی سیاستدانوں کو بھی اس پروگرام کے بارے میں بتائیں کہ کس طرح یہ پروگرام جمہوریت اور ماحول کیلئے بہتر ہے۔ یہ کرتے ہوئے میں تھوڑا گھبرا جاتا ہوں لیکن مجھے پتہ ہے کہ یہ کام بہت اہم ہے اور مقامی لوگوں کی مدد اور تعاون ہمارے لئے بہت ضروری ہے تاکہ ہم بچوں کے حقوق خاص کر لڑکیوں کے حقوق کی صورتحال کو بہتر کرسکیں اور ماحول کو اچھا بناسکیں۔''
(حسن)

''میں اور کمبرلے آپ کو بتاتے ہیں کہ بچوں کے حقوق، ماحولیاتی تبدیلیاں اور عالمی اہداف کیا ہیں۔ زمبابوے نے عالمی اہداف کے کنونشن پر دستخط کئے ہیں اس لئے یقیناً آنے والے وقت میں زمبابوے کی صورتحال بہتر ہو جائے گی۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق برابر ہیں؟ اور لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی اپنی تعلیم مکمل کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ ہم بچوں کے حقوق کے سفیر ہیں، ہم کہتے ہیں کم عمری کی شادی کو روکا جائے کیونکہ کم عمر میں شادی کرنا جرم ہے۔'' (حسن)

''سب بچوں کو صبح بخیر۔ ہم تمام بچوں کو بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر کی مہم میں خوش آمدید کہتے ہیں اس مہم کے ذریعے ہم پوری دنیا کے بچوں کے ساتھ کھڑے ہیں آج ہم عالمی اہداف پر بات کریں گے۔'' (حسن)

''یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ ہم دنیا بھر کے بچوں کے ساتھ مل کر یہ دن منا رہے ہیں اور ہم سب بچے عالمی اہداف کیلئے اپنے تعاون کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہم سب کو اپنے ممالک کو تبدیل کرنے کیلئے جدوجہد کرنی چاہئے، ہم زمبابوے کو بدل رہے ہیں اور دوسرے بچے اپنے ممالک میں جدوجہد کر رہے ہیں، اس طرح ہم پوری دنیا کو بدل دیں گے۔'' (کم)

ماحولیاتی تبدیلیوں کیلئے جدوجہد۔

لڑکیوں کے حقوق کا تحفظ کریں۔

''ہم یہاں کچرے سے پاک نسل کی بات کر رہے ہیں، آئیں کچرے کو کوڑے دان پھینکنے کا عہد کریں اس طرح ہم تبدیلی ساز بچے بن جائیں گے۔ کچرے سے پاک نسل کی مہم ہمیں ماحولیاتی تبدیلیوں کے بارے میں بھی آگاہی دیتی ہے اس لئے ہمیں وہ سب کچھ کرنا چاہئے جس سے ماحول کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ زمبابوے کے بچوں کیلئے یہ بہت ضروری ہے کیونکہ ان اقدام سے خشک سالی اور اناج کے مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔'' (حسن)

کم اور حسن کچرے کا وزن کر رہے ہیں۔

☒ TEXT & FOTO: MAGNUS BERGMAR

مریہوا میں ہرونگوے پرائمری سکول میں بچوں کے حقوق کے سفیر بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر کی مہم میں شریک ہیں اور اس پروگرام کو ZBC TV پر آٹھ دفعہ دکھایا گیا ہے جس پر کم نے کہا ''ہم بالغوں سے کہتے کہ وہ لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کریں کیونکہ لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق برابر ہیں۔ خبروں میں یہ بھی کہا گیا کہ: بچوں کے حقوق کے سفیر کہتے ہیں کہ ماحولیاتی تبدیلی دنیا بھر میں بچوں کے حقوق کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔''

پولیس نے ہماری مدد کی، جب ہم سڑک پر مارچ کر رہے تھے تو انہوں نے سب گاڑیاں روک دیں۔

ABRAM VIKLUND/WCPF

''ہر رات سونے سے پہلے میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہوں، میں جج بننا چاہتا ہوں تا کہ میں جان سکوں کہ بچوں پر کیسے استحصال اور تشدد ہوا ہے اور ان کے حقوق کو کیسے پامال کیا گیا ہے۔'' (حسن)

CHRISTINE OLSSON/WCPF

سویڈن میں بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام کی تقریب

''جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ میں اور کم بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام کے شکر گزار ہیں کیونکہ اس نے ہمیں بہت کچھ سکھایا ہے جس سے ہمیں بچوں کے حقوق کے تحفظ اور ماحولیاتی تبدیلیوں میں بہتری کرنے کا حوصلہ ملا ہے۔ ہم تبدیلی ساز بچے ہیں اور کوئی ہمارے حقوق دبا نہیں سکتا ہے! جناب منسٹر اریکسن، اگر آپ تبدیلی لانا چاہتے ہیں تو ہم آپکا ساتھ دینے کو تیار ہیں اور زمبابوے میں بے شمار بچے آپ کے ساتھ ہیں جو بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ساتھ کھڑے ہیں!'' (حسن)

CHRISTINE OLSSON/WCPF

''دنیا بھر میں ہزاروں بچوں کے حقوق کے سفیروں، کروڑوں بچے جو بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کا حصہ ہیں کی طرف سے ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ اب یہ تقریب اپنے آخری مراحل میں ہے اور ہم سب بچے عزت مآب شہزادی صوفیہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں!'' (کم)

Celebrate the rights of the child

Celebre os Direitos da Criança

Célèbre les droits de l'enfant

بچوں کے حقوق کی 30 ویں سالگرہ کا جشن

آپ اور دوسرے تمام بچوں کے اپنے حقوق ہیں جب تک آپ 18 سال کے نہیں ہو جاتے اور یہ حقوق آپ کو اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشن کی وجہ سے ملے ہیں۔ دنیا کے تمام ممالک ماسوائے امریکہ نے اس کنونشن کو تسلیم کیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے تمام ممالک بچوں کے حقوق کو سب سے مقدم جانیں اور بچوں کی آواز کو ضرور سنیں۔

کنونشن کا بنیادی تصور

*تمام بچے برابر ہیں اور سب کے حقوق برابر ہیں۔
*ہر بچے کا حق ہے کہ اس کی بنیادی ضروریات کو پورا کیا جائے۔
*ہر بچے کا حق ہے کہ اس کو استحصال اور تشدد سے محفوظ رکھا جائے۔
*ہر بچے کا حق ہے کہ اس کی رائے کو سنا جائے اور اس کا احترام کیا جائے۔

کنونشن کیا ہے؟

کنونشن ایک بین الاقوامی معاہدہ ہوتا ہے جو کہ مختلف ممالک کے درمیان طے پاتا ہے، بچوں کے حقوق کا کنونشن اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے 6 کنونشن میں سے ایک ہے۔

30 ویں سالگرہ کا جشن

20 نومبر 2019 کو اقوام متحدہ میں بچوں کے حقوق کے کنونشن کا جشن منایا جائے گا۔ اقوام متحدہ نے 1989ء میں بچوں کے حقوق کو تسلیم کیا تھا۔

امریکہ نے بھی اس کنونشن پر دستخط کئے ہیں لیکن وہ اس کا پابند نہیں۔

UN کنونشن نے بچوں کے حقوق کے لیے ایک طویل قانون سازی کی ہے جو تمام ممالک کے بچوں کے لیے ہے اُن کی کچھ تفصیلات رج ذیل ہیں۔

شق 1
یہ حقوق دُنیا کے بچوں پر لاگو ہوتے ہیں جن کی عمر 18 سال سے کم ہے۔

شق 2
تمام بچوں کے حقوق برابر ہیں۔تمام بچوں کے حقوق یکساں ہیں اور ان کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے۔کسی کو اختیار نہیں کہ وہ کسی بچے کو اس کے وجود، رنگ، نسل، زبان، مذہب یا اختلاف رائے کی وجہ سے حقارت کا نشانہ بنائیں۔

شق 3
جب بھی کوئی ایسا فیصلہ کریں جو بچوں کے مفادات کے متعلق ہے تو یاد رہے کہ بچوں کی رائے لازمی لی جائے۔

شق 6
ہر بچے کو بہتر زندگی اور نشو ونما کا حق حاصل ہے۔

شق 7
ہر بچے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کوئی بھی نام یا شہریت رکھ سکتا ہے۔

بچے کے حقوق سے متعلق مزید معلومات حاصل نے کے لیے یا ان سے متعلق شکایات کے اندراج کے لیے مندرجہ ذیل ویب ئیٹ وزٹ یں www.worldschildrensprize.org

شق 9
ہر بچے کو یہ حق ہے کے وہ جب تک چاہیے اپنے والدین کے تھ رہ سکتا ہے۔

بچے کو یہ حق بھی حاصل ہے کے اس کے والدین اسکی اچھی پرورش یں (اگر ممکن)۔

شق 12-15
ہر بچے کو اپنے خیالات کے اظہار کا حق حاصل ہے۔وہ چاہے گھر میں یا سکول میں یا کسی بھی جگہ اس کو پورا پورا حق حاصل ہے وہ اپنے سے متعلق کسی بھی فیصلہ یا رائے میں اپنے خیالات کا اظہار سکتا ہے۔

شق 18
ہر بچے کے والدین کے لیے یہ لازم ہے اپنے بچے کی ونما اور بڑھوتری کیلئے مل جل کام یں۔وہ ہمیشہ بچے کے مفا کو مقدم رکھیں۔

شق 19
ہر بچے کا حق ہے کے اس کو ہر طرح کے ، رت ظلم اور بدسلوکی سے محفوظ رکھا جائے۔ بچے کا کسی بھی طرح سے استحصال نہ کیا جائے (والدین یا کسی اور کی طرف سے)

شق 20-21
ہر بچے کا حق ہے کہ اگر اس کا کوئی خاندان نہیں تو بھی اس کی پہچان کی حفاظت کی جائے۔

شق 22
اگر کسی بچے کو اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے جس بھی نئے ملک میں وہ بچہ جائے گا تو اس کو اسی ملک کے نون کے مطابق مقامی ں کے م حقوق برابری کے تھ یے جائیں گے

شق 23
ہر بچے کو ایک بہتر زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔اگر کوئی بچہ معذور ہے تو اسے وسرے ں کی نسبت زیا مدد اور وسا ئل مہیاء کیے جائے۔

شق 24
اگر کوئی بچہ بیمار تو اسے مکمل اور میسر علاج کا حق حاصل ہے۔

شق 28-29
ہر بچے کو سکول جانے اور تعلیم و تر ست حاصل نے کا حق ہے تا وہ انسانی حقوق اور وسروں کی ثقافت کی عزت نا سیکھ سکیں۔

شق 30
ہر بچے کے عقیدے اور نظریات کا احترام نا چاہیے اگر کوئی بچہ کسی ملک میں اقلیت تو اسے حق حاصل ہے وہ اپنی زبان، ثقافت اور مذہب کی پیروی سکے۔

شق 31
آپ کو حق حاصل ہے آپ کھیلیں، آرام یں اور وف گزارے اور آپ کو صحت مند ماحول میں رہنے کا حق ہے۔

شق 32
ہر بچے کو یہ حق حاصل ہے اس سے کوئی بھی ایسی مشقت نہ لی جائے جس کے باعث اِس کی تعلیم یا صحت کا نقصان ۔

شق 34
کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں وہ کسی بچے کو غیر اخلاقی یا غیر نونی نے پر زبر ستی مجبور ے۔اگر کسی بچے کے تھ بدسلوکی کی جائے تو اس کی ظت اور مدد کی جائے۔

شق 35
کسی بچے کو اغوا یا فروخت نہ کیا جائے۔

شق 37
کسی بچے کو ایسی سزا نہ ی جائے جسمانی یا ذہنی کے زمرے میں آتی ۔

شق 38
کسی بچے کو بھی کم عمری میں فوج یا کسی بھی تنازع کا حصہ نہ بنایا جائے۔

شق 42
م ں اور بالغوں کو اس کنو کے بارے میں اگا حاصل نی چاہیے ہر بچے کو اپنے حقوق کے بارے میں سیکھنے اور جانے کا حق حاصل ہے۔

ں کے حقوق کا 30 لہ جشن منائیں
20 نومبر 2019 میں UN نے ں کے حقوق کی 30 ویں لگرہ منائی۔
اور 1989 میں UN نے ں کے حقوق کی کنو کا آغاز کیا تھا۔

شکایت نے کیلئے

ایسے بچے جن کے حقوق کے خلاف ورزی ئی وہ اپنی شکایات برا راست اقوام متحدہ کے ں کے حقوق کی کمیٹی میں سکتے ہیں اگر اُن کے ملک میں کوئی اُن کی مد نہ رہا ۔اقوام متحدہ کے اس م کے لیے اُس کا شکریہ۔اس لیے جن لک نے اقوام متحدہ کے ں کے حقوق کو تسلیم کیا ہے اُن لک کے ں کیلئے بہترین موقع ہے وہ ں کے حقوق کے احترام اور ں کے حقوق کے قوانین پر عمل رآمد کیلئے اپنی آواز اٹھائیں۔

دُنیا میں بچوں کے حالات کیسے ہیں؟

ایسے تمام ممالک جنہوں نے بچوں کے حقوق کے حوالے سے UN کنونشن کی حمایت کی ہے اورانہوں نے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ وہ بچوں کے حقوق کا احترام کریں گے۔اب بھی کئی ممالک میں ان حقوق کی خلاف ورزیاں ہورہی ہیں۔

زندہ رہنے اور ترقی کرنے کا حق

آپ کا حق ہے کہ آپ زندہ رہیں اورترقی کرتے رہیں۔اچھی صحت اور بیمار ہونے کی صورت میں علاج ومعالجہ آپ کا حق ہے۔کھانے کی کمی،صاف پانی اورصاف ستھرا ماحول نہ ہونے سے بچوں کی صحت پر اثر پڑتا ہے۔دس لاکھ بچے پیدائش کے وقت یا اس کے 24 گھنٹے کے اندرموت کا شکار ہوجاتے ہیں جس کی بڑی وجہ زچہ وبچہ کیلئے سہولتوں کا نہ ہونا ہے۔دنیا بھر کے 7 میں سے ایک بچے کو پانچ سال کی عمر تک غذائی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جس سے اُن کی پوری زندگی متاثر ہوتی ہے۔بہت سارے بچے 5 سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی مرجاتے ہیں تقریباً 15000 ہزار بچے ایک دن میں مرجاتے ہیں۔ غریب ممالک میں بہت سارے بچے ایسی معمولی بیماریوں سے مرجاتے ہیں جن کا علاج ممکن ہے۔جیسا کہ نمونیا،پیچس اور ایڈز وغیرہ ہرسال ملیرا سے 5 لاکھ سے زیادہ بچے مرجاتے ہیں۔ ملریا میں مبتلا 10 میں سے صرف 5 بچوں کو علاج کی سہولت میسر ہوتی ہے۔اورغریب ممالک میں 10 میں سے صرف 5 بچوں کو سونے کے لیے مچھر سے بچاؤ کے لیے جالی مل جاتی ہے۔لیکن اب بہت کچھ بدل رہا ہے 1990 سے لے کراب تک چھوٹے بچوں کی اموات میں کمی آئی ہے۔

نام اور قومیت

جس دن آپ پیدا ہوتے ہیں آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ کا نام رکھا جائے اور جس ملک کے آپ شہری ہیں وہاں آپ کا باقاعدہ اندراج کیا جائے۔

ہر سال تقریباً 14 کروڑ بچے پیدا ہوتے ہیں 4 کروڑ 80 لاکھ کے قریب بچوں کا اندراج نہیں ہوتا ان کا وہاں رہنے کا کوئی بھی کاغذی ثبوت نہیں ہوتا!

معذوری کا شکار بچے

اگر آپ معذور ہیں تو آپ کو بھی وہ ہی حقوق حاصل ہیں کہ آپ امداد لے کر معاشرے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔جو بچے معذور ہیں ان کو پوری دنیا میں خطرناک مشکلات کا سامنا ہے ۔بہت سے ممالک میں ان کو سکول جانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔بہت سے ان کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کرتے ہیں حتیٰ کے ان کو سب سے چھپا کر رکھتے ہیں۔اس وقت تقریباً پوری دنیا میں 20 کروڑ بچے معذوری کا شکار ہیں۔

بچوں سے کام کروانا

آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ کو اقتصادی استحصال سے محفوظ رکھا جائے اور جو کام آپ کی صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے اور آپ کے سکول جانے میں رکاوٹ کا باعث بنے ۔وہ نہیں کرنا چاہیے۔12 سال سے کم عمر بچوں کے لیے یہ تمام کام منع ہیں۔ پوری دنیا میں تقریباً 26 کروڑ 80 لاکھ بچے کام کرتے ہیں ،اوران میں سے زیادہ بچوں سے ایسے کام کروائے جاتے ہیں جو ان کی صحت،ترقی اور تعلیم کے لیے بہت نقصان دہ ہیں 55 لاکھ سے زاہد بچوں سے زبردستی سخت کام جیسا کے بطورِ مقروض غلامی ،جبری فوج میں بھرتی اورجنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اپنے ملک میں اوردوسرے ممالک میں تقریباً 12 لاکھ بچوں کی خریدوفروخت کی جاتی ہے۔

تعلیم

آپ کا حق ہے کہ آپ سکول جائیں ۔پرائمری اور ثانوی تعلیم مفت ہونی چاہیے۔پوری دنیا میں ہر 10 میں سے 9 بچے سکول جاتے ہیں۔اس وقت 26 کروڑ سے زیادہ بچے تعلیم سے محروم ہیں جن میں سے 63 لاکھ بچے 6 سے 11 سال کی عمر کے ہیں۔اب بہت زیادہ بچوں نے سکول جانا شروع کردیا ہے لیکن پھر بھی بہت سے بچوں کو تعلیم مکمل کرنے سے پہلے سکول چھوڑنا پڑتا ہے ان میں زیادہ تعداد لڑکیوں کی ہے۔

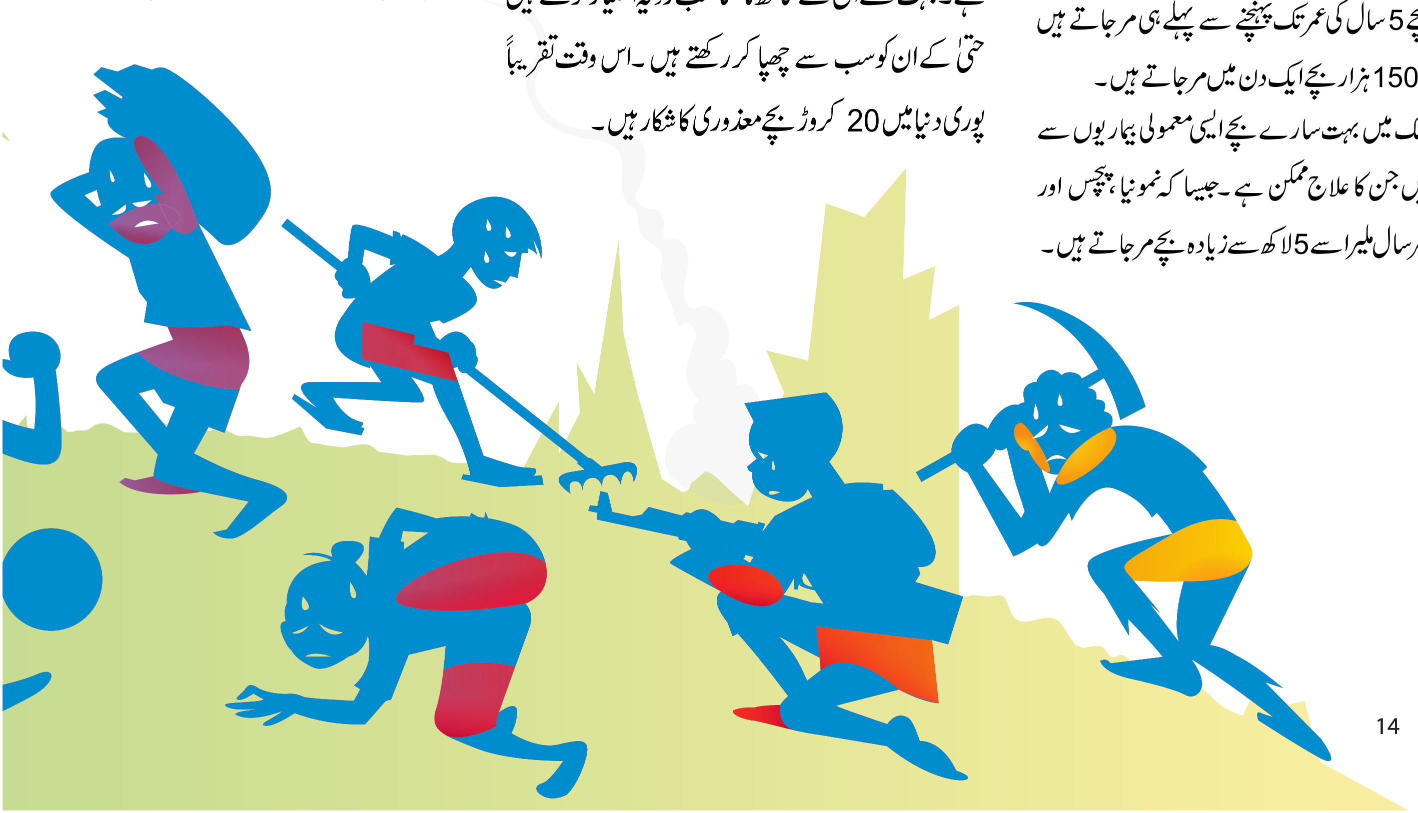

کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی

ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ تک رسائی بڑھ رہی ہے۔ اور یہ بچوں اور نوجوانوں کی ترقی و تربیت اور معلومات میں اضافہ کے لیے بے حد ضروری ہے۔ لیکن انٹرنیٹ، کمپیوٹر اور موبائل فون تک رسائی سب کے لیے میسر نہ ہے۔ ہر 10 میں سے 3 بچے انٹرنیٹ تک رسائی نہ رکھتے ہیں اور یہ صورتحال افریقہ کے بچوں کے لیے اور بھی خراب ہے کیونکہ وہاں ہر 10 میں سے 6 بچوں کو یہ سہولت حاصل نہ ہے۔

سزا

بچوں کو تب ہی جیل بھجا جانا چاہیے جب یہ آخری حل ہو اور یہ سزا کم سے کم دورانیہ کی ہو۔ کوئی بچہ بھی سزا کے دوران تشدد یا بربریت کا نشانہ نہ بنے ایسے تمام بچے جو کسی جرم میں ملوث ہوں، سزا کے دوران بھی ان کی صحت کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ کسی بھی بچے کو عمر قید یا سزائے موت نہ سنائی جائے۔ دنیا میں کم از کم 10 لاکھ بچے اس وقت جیلوں میں قید ہیں اور ان قیدی بچوں کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کی جاتی ہے۔

جنگ اور پناہ گزین

ہر بچے کا یہ حق ہے کہ دوران جنگ یا پناہ گزینی کے وقت اسے حفاظت اور نگہداشت فراہم کی جائے۔ ان بچوں کے بھی وہی حقوق ہوتے ہیں جو باقی بچوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں اندازاً 3 کرروڑ بچے پناہ گزین ہیں۔ جو کہ پوری دنیا میں پائے جانے والے پناہ گزین کا نصف ہیں۔ پچھلے 10 سال میں تقریباً 20 لاکھ بچے جنگ کے دوران موت کا شکار ہوئے ہیں 60 لاکھ بچے انتہائی نوعیت کے زخموں سے دو چار ہوئے ہیں ایک کروڑ سے زائد بچے نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوئے ہیں 10 لاکھ بچے ایسے ہیں جنہوں نے یا تو اپنے والدین کو کھو دیا ہے یا ان سے بچھڑ گئے ہیں لگ بھگ اڑھائی لاکھ بچے جبری فوجی بنائے گئے اور انہیں سامان لادنے یا بارودی سرنگیں صاف کرنے کے لیے استعمال کیا گیا (ہر سال 2 ہزار سے زائد بچے صرف بارودی سرنگوں کے باعث ہلاک ہوتے ہیں)

اقلیتی اور آبائی لوگ

جو بچے اقلیتی طبقے اور اپنے ملک میں آبائی لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو اپنی زبان، ثقافت اور مذہب کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر ملک کے آبائی لوگ جو اپنے ملک میں سب سے پہلے رہتے تھے جن میں امریکن، آسٹریلین شمالی یورپ کے لوگ شامل ہیں۔

آبائی لوگ اور اقلیتی بچوں کو ناانصافی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کچھ کو اتنی بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنی آبائی زبان بول سکیں۔ ان میں بہت سے بچوں کے ساتھ دوسروں کے مقابلے میں امتیازی سلوک برتا جاتا ہے اور ان کو ایک جیسے مواقع مثلاً تعلیم اور طبی سہولت کے حوالے سے فراہم نہیں کئے جاتے ہیں۔

ماحول

موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے کئی سنگین مسائل پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ قحط، سیلاب، گرمی کی شدت اضافہ اور دیگر بدلتے ہوئے موسمی حالات ۔ موسمی خرابیوں کی وجہ سے جہاں بہت سا جانی نقصان ہوتا ہے مثلاً بچے مرجاتے ہیں مکانات اور سڑکیں ٹوٹ جاتی ہیں اسی طرح موسمی تبدیلیاں کھانا اور صاف پانی کے مسائل بھی پیدا کرتی ہیں اس سے بیماریوں میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ دست اور ملیریا جو خاص کر بچوں کے لیے بہت خطرناک ہیں ۔ 50 کروڑ سے زیادہ بچے ایسے علاقوں میں رہتے ہیں جو اکثر سیلابوں کی زد میں ہیں اور 1 کروڑ 60 لاکھ بچے ایسے علاقوں میں جہاں پر قحط سالی کا خطرہ رہتا ہے۔

تشدد

ہر بچے کا حق ہے کہ اسے ہر طرح کے تشدد، حقارت، بدسلوکی اور استحصال کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ ہر 3 میں سے 1 بچہ غنڈہ گردی کا شکار ہوتا ہے۔ دنیا میں 5 میں سے 4 بچے جن کی عمر 2 سے 14 سال تک ہوتی ہے جسمانی تشدد یا گھریلو تشدد کا سامنا کرتے ہیں ۔ بہت سے ممالک میں سکول میں بچوں پر جسمانی تشدد (سزا کے طور پر) کی اجازت ہے ۔ صرف 55 ممالک ایسے ہیں جہاں بچوں پر ہونے والے ہر طرح کے تشدد پر سخت پابندی ہے۔

اچھی زندگی

آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ کے پاس گھر، کھانا، کپڑے، تعلیم، صحت اور حفاظت کی سہولت ہو۔

1 ارب 3 کروڑ لوگوں یعنی کے ہر 7 میں سے 1 انتہائی غربت میں ہے اور ان میں سے آدھی تعداد بچوں کی ہے تقریباً 10 کروڑ بچے گلیوں میں رہتے ہیں۔ اور زیادہ تر گلیاں ہی انکا گھر ہیں ۔ اور دوسرے اپنا دن گلیوں میں کام کر کے گزارتے ہیں ،لیکن رات کو اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاتے ہیں۔

آپ کی آواز سنی جانی چاہیے!

ہر بچے کا یہ حق ہے کہ وہ ہر اس بات کا اظہار کرے جو اس سے متعلق ہو۔ بڑوں کو چاہیے کہ وہ کوئی بھی فیصلہ لینے سے قبل بچوں کی رائے ضرور سنیں جو کہ بچوں کے بہترین مفاد کو ترجیح دے۔

کیا آپ کے ملک میں بھی ایسا ہوتا ہے؟ آپ اور دنیا بھر کے باقی بچوں کو اس میں بہترین معلومات ہونی چاہیں۔

CHARLES DRAWIN

بچوں کے حقوق کی جیوری 2019 کی تقریب کے دوران، بچوں کے حقوق کے سفیر حسن اور کم بھی موجود ہیں اس تصویر میں وہ جیوری ممبر بھی ہیں جواب ریٹائرڈ مثلاً جان آرا، (برازیل) اور نور (فلسطین)۔

بچوں کی جیوری سے ملیں!

بچوں کے حقوق کی جیوری کے ممبر بچوں کے حقوق کے ماہر ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کے تجربات سے بہت کچھ سیکھ لیا ہوتا ہے۔ جیوری کا ہر ممبر بچہ پوری دُنیا کے بچوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ بچے اپنے ملک اور اپنے خطے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ اس جیوری میں ہر خطے اور تمام مذاہب کے بچے شامل ہوں۔

اگر آپ worldchildrensprize.org کو وزٹ کریں تو آپ جیوری کے ممبر بچوں کے بارے میں مزید معلومات ملیں گی اور آپ جیوری کے گزشتہ ممبر بچوں کے بارے میں جان سکتے ہیں۔

جیوری کے ممبر بچے اپنی زندگی کی کہانیاں اور اپنے تجربات سب کو بتاتے ہیں۔ اور وہ اُن مظالم کا بھی ذکر کرتے ہیں جو اُن کو برداشت کرنا پڑے یہ بچے دوسروں کو بتاتے ہیں کہ وہ کن مسائل کو حل کرنے کیلئے کام کر رہے ہیں۔ اس طرح یہ بچے دُنیا کے کروڑوں بچوں کو اُن کے حقوق کے بارے میں آگاہی دیتے ہیں وہ 18 سال کے ہونے تک جیوری کے ممبر رہتے ہیں۔ بچوں کی جیوری ہر سال تین امیدواروں کو بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کیلئے منتخب کرتی ہے۔

جیوری کے ممبر اپنے ممالک میں بچوں کے حقوق کے سفیر ہیں اور ان کو پوری دُنیا میں بچوں کے حقوق کے سفیر مانا جاتا ہے۔ بچوں کی جیوری بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے سالانہ پروگرام کا انعقاد کرتی ہے یہ تقریب سویڈن میں ہوتی ہے اس ہفتہ کے دوران یہ بچے سویڈن کے سکولوں کا دورا کرتے ہیں اور بچوں کو اپنی زندگیوں کے بارے میں اور بچوں کے حقوق کے بارے میں بتاتے ہیں۔

❤ ہم نے اپنے جیوری کے بچوں کے ناموں کے تخلص نہیں لکھے ہیں تا کہ ان کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔

❤ سیتھو، (15سال)
جنوبی افریقہ

سیتھو گونگے بچوں اور دوسرے معذور بچوں کی نمائندگی کرتی ہے۔

سیتھو ایک پرتشدد اور خطرناک علاقہ میں رہتی ہے جہاں اسے ہر وقت خبردار رہنا پڑتا ہے۔"یہاں پر تحفظ نہیں ہے خاص کر لڑکیوں کیلئے جو گونگیں ہیں اور وہ مدد کیلئے کسی کو آواز نہیں دے سکتیں۔ ایک دن جب ہم اپنے چھوٹے سے گھر میں بیٹھ کر ٹی وی پر فٹ بال کا میچ دیکھ رہے تھے تو گلی میں کچھ شراب کے نشے میں دھت لوگوں نے آوازیں لگانا شروع کر دیں جب میرے والد نے ان کو روکا تو انہوں نے اس کو گولی مار کر مار دیا۔ جب میری عمر 9 سال ہوئی میری بیماری سے مرگئی اس وقت سے میں اپنی دادی کے ساتھ رہتی ہوں۔ ہمارا گھر بہت چھوٹا سا ہے اور اس میں غسل خانہ بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ بہت سارے لوگوں کے ٹوٹے پھوٹے گھروں سے بہتر ہے۔

"مجھے بچپن ہی سے گونگا ہونے کی وجہ سے دوسرے بچے تنگ کرتے ہیں۔ وہ اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ میں اشاروں کی زبان سے بول سکتی ہوں وہ مجھے دیکھ کر منہ چڑھاتے ہیں اور برے برے اشارے کرتے ہیں میں گونگی ہوں لیکن اس کے لیے میں شرمندہ نہیں ہوں کیونکہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ بھی نہیں ہے۔ مجھے امید ہے آنے والے وقت میں ہم گونگے بچوں کیلئے بھی حالات بہتر ہو جائیں گے کیونکہ جب عام بچوں کو اپنی بات اشاروں کی زبان میں سمجھا سکیں گے اور پھر وہ ہمیں بھی سمجھ سکیں گے۔ میں سب کو بتانا چاہتی ہوں کہ ہم بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے کہ دوسرے بچے اور ہمارے حقوق بھی دوسرے بچوں کی طرح ہی ہیں۔ اگر سب بچوں کو ایک جیسے مواقع نہ دیئے جائیں تو کچھ بچے اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتے ہیں۔

❤ کم (16سال)
زمبابوے

کم ان بچوں کی نمائندگی کرتی ہے جن کو بچوں کے حقوق کیلئے کھڑا کیا جاتا ہے اور خاص طور پر لڑکیوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کر سکیں۔

کم بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی سفیر ہے اور اس نے اپنے سکول میں بچوں کے حقوق کے کلب کا آغاز کیا ہے۔ اس نے ہزاروں بچوں کو ان کے حقوق کے متعلق آگاہی دی ہے اور ان کو ہمت دی کہ وہ اپنے بہتر مستقبل کیلئے جدوجہد کر سکیں۔"جب میں چھوٹی تھی تو مجھے نہیں معلوم تھا کہ بچوں کے بھی حقوق ہیں۔ یہ بات مجھے بہت افسردہ کرتی ہے کہ جب میں ان بچوں کو دیکھتی ہوں جو سکول نہیں جاسکتے، جنسی زیادتی اور کم عمری میں ان کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اب میں ان بچوں کیلئے آواز بلند کرتی ہوں جو خاموشی سے زندگی گزار رہے ہیں اور جن میں ہمت نہیں کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ ان کے بھی حقوق ہیں۔ میں خاص طور پر لڑکیوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرتی ہوں، مثال کے طور پر کم عمری کی شادی کو ختم کرنا چاہئے اور سکولوں میں ہم لڑکیوں کیلئے علیحدہ واش روم ہونا چاہئے۔ بچوں کے حقوق کی سفیر ہونا میرے لئے اعزاز کی بات ہے۔ میرے لئے یہ سب سے اہم ہے اور میں جانتی ہوں کہ میری نسل کے لوگ اس بات کی یقین دہانی کرتے ہیں کہ یہ سب تبدیلیاں پوری دنیا کے بچوں کیلئے بہتری کی علامت ہیں۔

❤ نیتا 16سال (نیپال)

نیتا ان بچوں کی نمائندگی کرتی ہے جن کا جنسی کاروبار کے ذریعے استحصال کیا جاتا ہے۔

جب نیتا 11 سال کی تھی، اپنی ایک دوست کی باتوں میں آ کر دونوں سکول سے بھاگ کر کھٹمنڈو کے دارالخلافہ چلی گئیں۔ وہاں انہوں نے منصوبہ بنایا تھا کہ نئی چیزیں دریافت کریں گے اور خوب مزہ کریں گے۔ لیکن اس کے برعکس نیتا کو چند ایسے افراد کے ساتھ کھٹمنڈو میں چھوڑ دیا گیا جن کو وہ جانتی بھی نہیں تھی جہاں پر اس کو نشے اور بری طرح سے جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا وہ چیختی اور منتیں کرتی رہی کہ مجھے واپس گھر جانے دو مگر اس کو بار کے مالک نے مارا اور کمرے میں بند کر دیا۔ آخر کار ایک آدمی جو بار میں کام کرتا تھا اس نے نیتا اور اس کے ساتھ تین اور لڑکیوں کو بھاگنے میں ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ درحقیقت وہ ان کو آگے بیچنا چاہتا تھا، لیکن جب وہ بس اسٹیشن کے پاس پہنچے، گارڈ کو شک ہوا۔ انہوں نے پولیس کو اطلاع دی اور نیتا اور لڑکیوں کو واپس گھر لے گئے جو اس جسم فروشی کے کام کا شکار تھیں۔ وہاں نیتا کو مدد ملی اور اس نے اس شخص کو پولیس کے حوالے کروایا۔ وہ اب جیل میں ہے۔

نیتا کہتی ہے،"میں بہت شکر گزار ہوں کہ مجھے زندگی نے دوبارہ موقع دیا۔ اب میں بچوں کے حقوق کے کلب کی ممبر ہوں اور بچوں کے حقوق کے لیے مہم چلا رہی ہوں"

❤ میلاد (سیریا) 17سال

میلاد ان بچوں کی نمائندگی کرتا ہے جو بے گھر اور جنگ کے خطرات میں بڑے ہوتے ہیں۔ میلاد کو زبردستی جنگ سے بھگایا گیا جب وہ 9 سال کا تھا۔ اس کو اپنے ایلپو، سیریا سے کوبائن اور پھر ترکی لے جایا گیا۔"وہاں رہنا بہت مشکل تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں نئے ہجرت کرنے والے روز آتے ہیں اور وہاں بہت سارے بچے سڑکوں پر بھیک مانگتے ہیں۔ میں ایک فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ کیونکہ وہاں کوئی سکول نہیں تھا"دو سال کے بعد میلاد کی ماں نے کہا کہ مجھے یورپ جانا چاہئے تاکہ میں سکول جا سکوں۔ بہت سے ہجرت کرنے والے میڈی ٹرنین کی طرف سفر کی تیاری کر رہے تھے۔ کشتی میں زیادہ افراد کے سوار ہونے کی وجہ سے ہزاروں لوگ ڈوب کر مر گئے گھر والوں نے پیسے بچا کر دلال کو دیئے۔ سفر کے دوران وہ کئی دنوں کے لیے غائب ہو گئے۔ گھر والے بہت پریشان ہوئے۔ آخر کار جب اس اسمگلر سے رابطہ ہوا، اس نے میلاد کو چھوڑنے کے لیے اور پیسوں کا مطالبہ کیا۔ اب میلاد اپنے گھر والوں کے ساتھ سویڈن میں رہتا ہے، جو بعد میں اس کے پاس آ گئے تھے۔ وہ سویڈن میں بہت خوش ہے، لیکن وہ الیپو میں اپنے اچھے دوستوں کو بہت یاد کرتا ہے۔ یہ بہت دکھ کی بات ہے، میلاد کہتا ہے کہ، میرے شہر کو بمباری کر کے تباہ کر دیا گیا۔ میں بہت شکر گزار ہوں کہ میں ادھر آ گیا، اگر ہم سیریا میں ہوتے تو مارے جاتے۔""اب مجھے دوسروں کے لیے بہت پریشانی ہوتی ہے اور ہمیں صرف اپنے بارے میں ہی نہیں سوچنا چاہئے۔"

❤ شمعون (پاکستان) 17سال

شمعون ان مزدور بچوں کی نمائندگی کرتا ہے، غلام بچوں اور ان بچوں کی جن کا کوئی وجود نہیں ہے، کیونکہ انکی پیدائش کا کہیں بھی اندراج نہیں ہوتا۔

شمعون اس خاندان میں پیدا ہوا جو کہ بھٹہ مالک کے قرضے کی وجہ سے اس کے غلام تھے جب اس کا باپ ایک لڑکا تھا۔ اس سے صبح سے رات تک زبردستی کام کروایا جاتا تھا کہ وہ 6000 کا پرانا قرض اتار سکیں۔ شمعون کا باپ بھٹہ مزدوروں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرتا تھا اور اس نے بھٹہ مزدوروں کے بچوں کے لیے ایک شام کا سکول کھول

Jurybarnen leder WCP-ceremonin.

FOTO: CHRISTINE OHLSSON

رکھا تھا۔ بھٹہ مالک کو یہ پسند نہیں تھا،اور شمعون کے باپ کو زبردستی چھوڑنے کو کہتا تھا۔ اگلی صبح اس نے شمعون اور اس کی ماں کو بلوایا۔ ماں نے مجھے بتایا کہ بھٹہ مالک تمہارے باپ کو مارے گا اگر ہم نے اس کو بتایا کہ وہ کہاں ہے۔ بھٹہ مالک نے مجھے چھڑی سے مارا۔ تب مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ ہم اس کے غلام تھے۔

2 سال قبل بھٹہ مالک نے رضا مندی ظاہر کی کہ وہ شمعون کے باپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ واپس گھر آجائے۔ شمعون کے گھر والے اب قرضے کے بوجھ تلے دبے نہیں ہیں لیکن وہ اب بھی بھٹہ پر کام کرتے ہیں۔ شمعون سکول جاتا ہے اور جب ہوسکتا ہے وہ کام میں بھی مدد کرتا ہے۔

”اب میں شام کا ایک سکول چلاتا ہوں جس میں بھٹہ مزدروں کے بچے اور جوان پڑھتے ہیں۔ تعلیم نے ان کو بہادر اور اس قابل بنایا کہ وہ اپنے گھر والوں کی مدد کرسکیں۔ تعلیم آزادی کا راستہ ہے“

❤ تاری (امریکہ) 16 سال

تاری ان بچوں کی نمائندگی کرتا ہے جو بے گھر ہیں۔

جب تاری 9 سال کا تھا، وہ ان 25 لاکھ بے گھر بچوں میں سے ایک تھا، جو امریکہ کے یتیم خانوں، کاروں اور گندے ہوٹلز جو گلیوں میں ہوتے ہیں وہاں رہتا تھا۔ تاری کے گھر والے بھی یتیم خانے میں رہتے ہیں جہاں پر بے گھر لوگوں کو سونے کے لیے جگہ دی جاتی ہے، وہ وہاں اپنی ماں اور 5 چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ یہ لاس اینجلیس کا بے گھر لوگوں کا علاقہ تھا جہاں پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ گلیوں پر رہتے تھے ”میرے گھر والوں کے پاس ایک کمرہ تھا لیکن نہانے کے لیے باتھ روم سب کیلئے ایک ہی تھا۔

بے گھر ہونے کی سب سے زیادہ تکلیف دہ بات تھی کہ جگہ جگہ جانے کی وجہ سے بار بار سکول تبدیل کرنا پڑتا تھا۔ میں اپنے مستقبل کے بارے میں بہت فکر مند تھا، اور یہ سوچتا تھا کہ اپنے گھر والوں کو بچانے کے لیے کیا مدد کرسکتا تھا۔ بعض اوقات میرے لئے اس طرح رہنا بہت مشکل ہو جاتا تھا۔ لیکن میری ماں ہمیشہ اپنے آپ پر بھروسہ رکھنے میں مدد دیتی تھی، اور خوش قسمتی سے مجھے سکول پسند تھا، حساب کا مضمون مجھے بہت خوش کرتا تھا۔“

اب تاری کے گھر والوں کے پاس اپنا گھر ہے۔ بعض اوقات تاری اپنے سکول کے کام کے ذریعے ان بچوں کی مدد کرتا ہے جو ابھی تک بے گھر ہیں۔ وہ بڑا ہو کر ایک مصنف بننا چاہتا ہے۔ ”مجھے اپنی کہانیاں لکھنا پسند ہے۔ اگر میں مصنف بننے میں کامیاب ہو جاتا ہوں تو سب سے پہلے اپنے گھر والوں کی اور پھر دوسرے بے گھر لوگوں کی مدد کروں گا۔“

❤ آنندی 16 سال (انڈیا)

آنندی اُن بچوں کی نمائندگی کرتی ہے جن کی جبری طور پر چھوٹی عمر میں شادی کر دی جاتی ہے۔ اور ایسی لڑکیاں جن کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا ہے۔

جب آنندی چھوٹی تھی، اس کی ماں نے بتایا ”ہم تم کو مارنے کا پروگرام بنا رہے تھے، لیکن تم کو زندہ چھوڑ دیا۔ ان کے گاؤں میں بہت ساری لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا تھا، غربت کی وجہ سے اور ان کا یہ ماننا تھا کہ بیٹیوں کی قدر بیٹوں کی نسبت کم ہے۔ لیکن اب بہت سارے گاؤں جو اس خطے میں واقع ہیں یہ لوگ مکمل طور پر اس روایات کے خلاف ہیں کہ بچیوں کو مار دیا جائے۔ لڑکیوں کو سکول میں تعلیم کیلئے مدد دی جاتی ہے اور ان کے والدین کو بھی پڑھایا جاتا ہے کہ تعلیم حاصل کر کے مدد کرسکیں۔ آنندی کہتی ہے کہ ”اب وہ اس حقیقت کو جان گئے ہیں، کہ لڑکیاں ایک تحفہ ہیں نہ کہ ایک سزا۔ لوگ اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے ہیں کہ لڑکیاں بھی اتنی ہی قیمتی ہیں کہ وہ بھی اپنے گھر والوں کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال کرسکتی ہیں۔ جو ایک لڑکا بھی نہیں کرسکتا؟ میں ہر کام کرنے کے بارے میں سوچتی ہوں، میں سب کو یہ دکھانا چاہتی ہوں کہ تمام لڑکیوں کو جینے کے پورے حقوق حاصل ہیں۔ کم عمر میں شادی آنندی کے گاؤں میں عام سی بات ہے، لیکن وہ سوچتی ہے کہ جب تک وہ 25 سال کی نہیں ہو جاتی شادی نہیں کرے گی۔ سب سے پہلے وہ اچھی تعلیم اور اچھی نوکری حاصل کرے گی۔ میرے گھر والے کوشش کریں گے کہ میری شادی جلدی ہو، لیکن میں اپنے حق کے لیے لڑوں گی میرا شوہر شفقت کرنے والا اور گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانے والا ہو، میری تعلیم میرا زیور (جہیز) ہے، (پیسہ اور ضرورت کی چیزیں جو لڑکی کے گھر والے لڑکے والوں کو دیتے ہیں جہیز کہتے ہیں) میرے خاندان کو میری شادی پر زیور دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

❤ داریو 14 سال (رومانیا)

داریو ایسے بچوں کی نمائندگی کرتا ہے جو یتیم خانوں میں رہتے ہیں اور جن کو استحصال کا نشان بنایا جاتا ہے، ایسے بچے جو خانہ بدوش یا پھر اپنے ملک میں اقلیت ہوتے ہیں داریو فیناری میں بڑا ہوا جو یورپ کا سب سے غریب اور خطرناک علاقہ ہے۔ وہ لکڑی کے بنائے گئے ڈبہ نما گھر میں رہتا ہے جو اُس کے باپ نے راستے کے ساتھ بنایا تھا۔ جس میں نہ غسل خانہ ہے نہ پانی وغیرہ کی سہولت موجود ہے۔ ان حالات میں بھی داریو کی ماں کوشش کرتی تھی کہ اُن کی زندگی اچھے طریقے سے گزرے اور جو بھی ہوسکتا تھا کرتی رہتی تھی۔ لیکن اُس کے باپ نے حالات کی خرابی کے باعث شراب پینا شروع کردی اور جو بھی پیسے اسکے ہاتھ لگتے وہ شراب میں اڑا دیتا۔

جب میں 9 سال کا ہوا تو میری ماں نے مجھے اور میری بہن کو گلیوں میں مانگنے کے لیے بھیج دیا۔

ایک دن ہمیں پولیس نے پکڑ لیا اور ہمیں یتیم خانہ لے گئے۔ پہلے پہلے تو یہ بہت عجیب لگا کیونکہ سب کچھ مختلف تھا۔ ہم اپنی ماں کو یاد کرتے تھے اور ہر روز روتے تھے۔ لیکن کچھ دن کے بعد بچے ہمارے دوست بن گئے اور ہم نے اچھا محسوس کرنا شروع کردیا داریو کی طرح بہت سے بچے خانہ بدوش خاندانوں سے آتے ہیں۔

یہ خانہ بدوش یورپ میں سینکڑوں سالوں سے استحصال، غربت اور ظلم کا شکار ہوتے آئے ہیں“ میں بچوں کے حقوق کے بارے میں بہت کچھ سیکھنا اور میں یہ بھی سیکھنا چاہتا ہوں کہ میں دوسرے بچوں کی مدد کیسے کرسکتا ہوں جو میری طرح بُرے حالات میں زندگی گزار رہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں سارا کچرا صاف کردوں، سارے نشے بند کردوں اور اپنے علاقہ کو پاک صاف کردوں تاکہ یہاں لوگ لڑائی جھگڑا چھوڑ کر امن کی زندگی گزاریں اور کسی کو یتیم خانہ میں نہ رہنا پڑے بلکہ سب بچے اپنے والدین کے ساتھ اپنے گھر میں رہیں۔

❤ یونیلڈا، (16 سال) موزیمبیک

ایسے بچوں کے حقوق کیلئے کام کرتی ہے جن کو ان کے رشتہ داروں کی طرف سے برے سلوک اور خاموش رہنے کا کہا جاتا ہے۔

یونیلڈا کیلئے مشکلات اس وقت شروع ہوئیں جب اس کے والدین علیحدہ ہوگئے اور اس کی ماں کو کام کیلئے دوسرے ملک جانا پڑا۔ کچھ عرصہ مختلف رشتہ داروں کے گھروں میں رہنے کے بعد وہ اور اس کے چھوٹے بہن بھائی آخرکار اپنے دادا دادی کے پاس چلے گئے۔ شروع شروع میں سب کچھ بہت اچھا تھا۔ یونیلڈا کو نئے کپڑے، کھانا ملتا تھا اور وہ سکول بھی جانا شروع ہوگئی تھی لیکن جب وہ 9 سال کی ہوئی تو سب کچھ بدل گیا۔ جب یونیلڈا گھر میں اکیلی تھی، ایک پرانا رشتہ دار اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ برا سلوک کرنا شروع ہوگیا۔ بہت عرصہ ایسے گزرنے کے بعد اس نے ہمت کی وہ کسی سے مدد لے کیونکہ وہ شخص اس کو ڈراتا اور دھمکاتا تھا کہ اگر وہ چپ نہ ہوئی تو اس کو قتل کردے گا۔ آخرکار اس نے بہت عرصہ کے بعد ہمت کی کہ اب وہ اس شخص کے برے سلوک کو روکنے کیلئے مدد حاصل کرے گی۔

یونیلڈا اب ایک قابل فخر بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام کی سفیر ہے اور جن حالات سے وہ گزری ہے ان سے دوسرے بچوں کو بچانے کیلئے جدوجہد کررہی ہے۔ ”بہت سی لڑکیاں یہ سوچتی ہیں کہ اگر ان کی شادی جلدی ہوجائے تو ان کی زندگی بہت اچھی ہوگی، لیکن بچپن کی شادی ان کے خوابوں کو ماردیتی ہے۔ ہر لڑکی کیلئے یہ جاننا بہت ضروری ہے۔“

بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی تقریب میں جیوری کے بچے سیلفی لیتے ہوئے۔

❤ این(16 سال)فلپائن

این ایسے بچوں کی نمائندگی کرتی ہے جن کا استحصال جنسی کاروبار کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

این فلپائن کے دارالخلافہ منیلا شہر کے غریب گھرانے میں بڑی ہوئی یہ اپنے سات بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی۔ اس کو سکول سے پیار تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ سکول کی فیس نہ ہونے کی وجہ سے اس کو بھی اپنے بہن بھائیوں کی طرح سکول کو چھوڑنا پڑے گا۔ جب این 11 سال کی ہوئی تو اس کی ہمسائی نے چالاکی کے ساتھ اس کے کپڑے اتار کر اس کی تصویر بنالی، وہ عورت این کی بڑی بہن کی دوست تھی۔ این کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس نے ایسا کیوں کیا اور اس عورت نے میرے بہن کو پیسے کیوں دیئے۔ لیکن وہ بہت چھوٹی تھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس عورت کو روک سکے۔ وہ بہت چھوٹی تھی کہ اس بات کو سمجھ سکے کہ وہ عورت اس کی تصاویر کو مردوں کو بیچ کر پیسے کما رہی تھی۔ ایک دن وہ عورت این کو ہوٹل میں لے گئی، جہاں اس نے منصوبہ بنایا کہ وہ اس کو بڑی عمر کے مردوں کو بیچ دے گی۔ اس سے پہلے کہ ایسا کچھ ہوتا اس ہوٹل پر پولیس نے چھاپہ مارا اور سب بڑوں کو گرفتار کر لیا۔ این اب ایک محفوظ گھر میں رہتی ہے جو کہ ایسی لڑکیوں کے لئے بنایا گیا ہے۔'' میں اب جانتی ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہوا تھا میرے حقوق کا استحصال کیا گیا تھا، اس میں میری کوئی غلطی نہیں تھی۔ اب میں لڑکیوں کی مدد کر کے ان کو تحفظ اور ہمت دینا چاہتی ہوں۔''

❤ شائی(15 سال)اسرائیل

شائی ایسے بچوں کی نمائندگی کرتا ہے جو متنازعہ علاقوں میں بڑے ہوتے ہیں اور جو بات چیت کے ذریعے امن لانا چاہتے ہیں۔

''جب میں 8 سال کا تھا، ہمارے علاقہ میں معاشرتی انصاف کیلئے مظاہرے کئے جا رہے تھے جس میں میرے گھر والے بھی شامل تھے۔ اس تجربے نے مجھے بدل دیا اور جو میں آج ہوں کے اس قریب لے آیا۔ پہلی اور دوسری جماعت میں میرے ساتھ برا سلوک کیا گیا، جس نے میرے اعتماد کو جھنجھوڑ دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں کسی کو بھی ایسے دکھی نہیں دیکھ سکتا جیسا کہ میرے ساتھ ہوا ہے۔'' تیسری جماعت تک میں یہی سمجھتا تھا کہ عرب لوگ برے ہیں اور یہودی لوگ اچھے ہیں، لیکن جب یہ بات میں نے اپنی ماں کو بتائی، اس نے مجھے سمجھایا کہ یہاں کوئی اچھا یا برا نہیں ہے، صرف دونوں کی الگ الگ رائے ہے۔ میں نے اپنے دوستوں اور اپنے اردگرد رہنے والے بچوں کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ یہاں پر کوئی اچھی طرف یا بری طرف کی بات نہیں بلکہ صرف تاریخ کو دیکھنے کے الگ الگ طریقے ہیں۔ میں کبھی نہیں بھول سکتا کہ میں ایک متنازعہ علاقہ میں رہتا تھا، جہاں پر دونوں طرف لوگ مشکلات میں رہتے تھے۔ یہاں پر بہت سی اموات اور درد تھا اور مجھے ہمیشہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ سب بوجھ میں نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا ہوا ہے۔ اگر لوگ صرف یہ سمجھ لیتے جو میں نے تیسری جماعت میں جان لیا تھا، تو ہم لواس قابل ہوتے کہ مل کر اس کے لئے کوئی حل نکال لیتے بجائے اس کے کہ ہم اس فضول جنگ میں لڑتے رہتے۔ میرا مقصد صرف امن ہے۔''

❤ عمر(15 سال)فلسطین

ایسے بچوں کے حقوق کیلئے کام کرتا ہے جن کو زبردستی غلام بنایا گیا ہے اور جو امن کے لئے بات کرنا چاہتے ہیں۔

عمر اس سکول میں جاتا ہے جہاں پر مسلح فوجیوں نے سڑک کو بند کیا ہوا ہے۔ وہ علاقہ اکثر تنازعات میں گھرا ہوتا ہے، اور سکول میں آنسو گیس چلائی جاتی ہے۔ اس سے آنکھیں سوج جاتی ہیں اور عمر پریشان ہو جاتا ہے۔''ایک بات جو مجھے پرسکون ہونے میں مدد دیتی ہے کہ میں موسیقی سنتا ہوں اور پیانو بجاتا ہوں۔ اس سے مجھے خوشی ملتی ہے۔ میرے پاس کی بورڈ ہے جو مجھے اپنے ساتھ سکول لے کر جانا اچھا لگتا ہے، لیکن اس کو لے جانے میں بہت خطرہ بھی ہے۔ مجھے یہ ایک بڑے کالے بیگ میں لے کر جانا پڑتا ہے، جس کو زیادہ تر لوگ سمجھتے ہیں کہ شائد میرے پاس کوئی ہتھیار ہے۔ اسرائیلی فوجی ایسی چیزوں کو مشکوک سمجھتے ہیں۔ میری ماں اس لئے ڈرتی ہے کہ کہیں وہ مجھے گولی نہ ماردیں۔ میں نے اپنی ساری زندگی اسی طرح غلامی میں گزاری ہے اور اس نے ہر چیز کو متاثر کیا ہے۔ تمام فوجی مجھے اور میرے ساتھ باقی فلسطینی لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ جیسے ہم یہاں کے رہنے والے ہی نہیں ہیں۔ اس بات سے مجھے بہت دکھ ہوتا ہے اور غصہ آتا ہے۔ میں اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ سب غلط ہے۔ یہ میرا اپنا ملک ہے اور مجھے یہاں آزادی سے گھومنے کا حق حاصل ہے۔ ان سب چیزوں کے باوجود ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ہم جیل کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کبھی کبھی یہ بہت آسان ہوتا ہے کہ ہم ہمت ہار رہے ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ میں یہ سب بدل سکتا ہوں۔''

Omar

بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام میں بچوں کی جیوری کی میٹنگ میں سب ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں اور مختلف اہم موضوعات پر بات چیت کرتے ہیں۔

❤ جوائن مالیس (13 سال) برازیل

ایسے مقامی باشندوں کے بچوں کی نمائندگی کرتی ہے اور ان کے حقوق کے لئے لڑتی ہے اور ایسے بچوں کے کیلئے کام کرتی ہے جن کے حقوق کا بری طرح استحصال کیا جاتا ہے اور اصلی النسل ہونے کے باعث نفرت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

جوائن مالیس کا تعلق برازیل کے آبی جنگلات میں رہنے والے اصلی النسل آبادی کے گھرانی قبیلے سے ہے۔ اس کا قبیلہ گزشتہ 40 سالوں سے اپنی زمینوں کو واپس حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کر رہا ہے یہ زمینیں بدعنوان سیاستدانوں نے مختلف اداروں کو دے دیں ہیں۔ جوائن مالیس کے دادا کو صرف اس لئے مار دیا گیا کیونکہ وہ اپنے لوگوں کے حقوق کیلئے بولتا تھا۔ ''وہ بہت بہادر تھا اور اس کی زندگی میرے لئے مشعل راہ ہے۔ وہ میری زندگی کا سب سے برا دن تھا جب کسی نامعلوم نے ہمارے گھر فائرنگ شروع کر دی، مجھے لگا جیسے میں بھی مر جاؤں گی۔''

گھرانی قبیلے کے لوگ اب سڑکوں کے کناروں پر خیمے لگا کر خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ اب وہ شکار اور مچھلیاں بیچ کر ہونے والی کمائی سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔ غربت کے باعث ہونے والی ذہنی اذیت سے چھٹکارا پانے کیلئے نشے کی لت، شراب نوشی اور لڑائی جھگڑے کی طرف راغب ہو گئے ہیں۔ جوائن مالیس اور اس کی چھوٹی بہن کو ہر دن سکول جانے سے پہلے کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ کچھ پیسہ کمانے میں اپنی ماں کی مدد کر سکیں۔ جوائن مالیس اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کی مدد کرنا چاہتی ہے جو بڑے بے بس ہیں اور جو نشئی بن کر اپنی زندگی تباہ کر رہے ہیں۔ ''کبھی میں پریشان ہو جاتی ہوں لیکن امید ہمیشہ زندہ رہتی ہے، میری زندگی کا مقصد ہے کہ بچوں اور خواتین پر ہونے والے تشدد کو روک سکوں۔ مجھے اپنی ماں پر فخر ہے کہ اس نے مجھے، میرے بہن بھائیوں اور بہت سارے بچوں کو تحفظ دے رکھا ہے!''

''میں دعا کر رہا تھا کہ فرشتے میری مدد کریں اور میں آزاد ہو جاؤں''

پچھلے بیس سالوں میں ڈی آر کونگو میں بہت سارے بچوں کو اغوا کر کے باغیوں نے جبری طور پر فوجی بنایا ہے اور ان میں سے ایک بچہ اصلیے جس کی عمر 15 سال ہے یہ بچوں کے حقوق کے انعام کی جیوری کا نیا ممبر ہے۔

''جولائی 2016 کی ایک صبح جب میں مکئی کے کھیتوں میں اپنی ماں کے ساتھ کام کر رہا تھا، ہماری اپنی تو کوئی زمین نہیں ہمیں دوسروں کی زمینوں پر کام کرنا پڑتا ہے۔ کام ختم کرنے کے بعد میں نے اپنا بیلچہ پکڑا اور گھر کی طرف چل دیا کیونکہ مجھے سکول جانا تھا۔ جنگل سے گزرتے ہوئے میں دیکھا کہ تقریباً 30 لوگ جن کے ہاتھ میں بندوقیں تھی انہوں نے مجھے پکڑ لیا ان میں زیادہ تر فوجی بچے تھے اور ان کے سربراہ کی عمر صرف 16 سال تھی وہ مجھے زبردستی گھنے جنگلات میں لے گئے جب میں نے مدد کیلئے چلانا شروع کیا تو انہوں نے میرے منہ میں گھاس ڈال دی اور کہا کہ اگر میں خاموش نہ رہا تو وہ مجھے گولیوں سے بھون دیں گے۔ اگلی صبح انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ مجھے تربیت دے کر فوجی بنائیں گے انہوں نے مجھے لڑنا سیکھانا شروع کر دیا اور یہ بھی بتایا کہ میں اپنے بیلچے کو ہتھیار کیسے بنا سکتا ہوں۔ اس کے بعد وہ مجھے ایک اور جنگل میں لے گئے اور مجھے ایک بندوق دی گئی۔ اب میرا کام یہ تھا کہ میں کچھ دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر ملٹری پولیس کی طرح کام کروں اور ان بچوں کو ڈھونڈ و جو فوجی بننے کے بجائے بھاگ جاتے ہیں یا ایسے بچے جو ملکی یا اقوام متحدہ کی فوج (MUNUSCO) کے ساتھ مل گئے ہوں۔

میں تین سال اس مصیبت میں رہا میں نے کئی بچوں کو مرتے دیکھا، میں نے کئی معصوم لوگوں پر ظلم اور تشدد ہوتے دیکھا۔ ہر رات میں دعا کرتا تھا کہ خدا اپنے فرشتوں کو بھیجے اور وہ مجھے بچا لیں۔ میں اپنی ماں اور بہن بھائیوں کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ مارچ 2019 ہمارے سربراہ نے حکم دیا کہ ہم رات کے وقت ایک گاؤں سے جانور چوری کریں۔ جب یہ چوری جاری تھی تو میں اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر بھاگا اور گاؤں کی مسجد میں چھپ گیا، میں ساری رات وہیں بیٹھا رہا۔ اگلے دن جب اذان کے وقت لوگ نماز پڑھنے کیلئے آئے، وہ مجھے دیکھ کر ڈر گئے، میں نے انہیں سب کچھ بتایا تو انہوں نے میری مدد کی اور ایسے ادارہ سے رابطہ کیا جو فوجی بچوں کو بچانے میں مدد کرتا ہے۔ اب میں آزاد ہوں اور میں اسی ادارہ میں رہ رہا ہوں۔ مجھے ہر رات اپنے گاؤں جانے کے خواب آتے ہیں اور خوابوں میں اپنی ماں اور بہن بھائیوں کے گلے لگ رہا ہوتا ہوں''۔

اصلیے (15 سال) ان بچوں کی نمائندگی کرتا ہے جن کو جبری طور پر فوجی بنایا جاتا ہے اور وہ بچے جو فوجی تنازعات میں گھرے رہتے ہیں۔

جمہوریت کی طرف گامزن

ہر سال بچوں کے حقوق کے عالمی پروگرام کی تقریب کا اختتام عالمی جمہوری ووٹ پر ہوتا ہے جس کا انعقاد پوری دنیا کے بچے کرتے ہیں۔ آیئے اور اس جمہوری سفر میں شامل ہوں تاکہ پوری دنیا میں جمہوریت کو تقویت ملے۔

جمہوریت کیا ہے؟

کیا آپ اور آپ کے دوست احباب کسی ایک نقطہ پر اتفاق رائے رکھتے ہیں مگر کسی دوسرے نقطہ پر مکمل اختلاف کرتے ہیں چنانچہ آپ ایک دوسرے کی بات سننے کے قابل ہوتے ہیں اور اس پر بات چیت کرتے ہوئے کسی ایک نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں جس پر سب اتفاق کرتے ہیں۔ اس طرح آپ ایک معاہدے کے تحت ایک متفقہ نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ کسی وقت آپ کو کسی ایسے نقطہ پر بھی اتفاق کرنا پڑتا ہے جو آپ کی رائے کے برعکس ہو پھر اکثر فیصلہ کرتے ہیں جو سب کو ماننا پڑتا ہے اور اسے جمہوریت کہتے ہیں۔ جمہوریت میں سب برابر اقدار اور حقوق کے مالک ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو اپنی رائے دہی کا حق ہوتا ہے جو کسی بھی فیصلہ پر اثر انداز ہو سکے جمہوریت کا متضاد آمریت ہے۔ آمریت میں صرف ایک شخص یا چند افراد ہی تمام فیصلے کرتے ہیں اور کسی کو بھی احتجاج کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

جمہوریت میں سب کی آواز کو سنا جاتا ہے لوگوں کو تمام طرح کے فیصلے ووٹ کے ذریعے کرنا ہوتے ہیں۔ جمہوریت دو طرح کی ہوتی ہے ایک براہِ راست جمہوریت اور دوسری نمائندہ جمہوریت۔ براہِ راست جمہوریت وہ ہے جب تمام لوگ کسی خاص نقطہ سے متعلق رائے کا اظہار اپنی ووٹ کے ذریعے کرتے ہیں جیسا کے بچوں کے حقوق کے پروگرام میں دنیا بھر کے بچے اپنے ووٹ کا حق استعمال کرتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں کہ انعام کا حق دار کون ہے دوسری مثال ریفرنڈم ہے۔ بہت سے جمہوری ممالک میں نمائندہ جمہوریت کا نظام رائج ہے۔ جہاں لوگ اپنے نمائندگان کا چناؤ کرتے ہیں تاکہ وہ ملک کے نظام کو عوام کی منشاء کے مطابق چلا سکیں۔

مشترکہ فیصلے

کئی زمانوں سے لوگ مشترکہ فیصلے لینے کے لیے اکھٹے ہوتے رہے ہیں۔ فیصلے کرنے کے لیے گروہ، قبیلے یا گاؤں اکھٹے ہوا کرتے تھے۔ غالباً اس وقت کیے جانے والے فیصلے زراعت یا شکار سے متعلق ہوتے تھے۔ کچھ گروہوں میں ایسی رسومات پائی جاتی ہیں جو ان کے فیصلے کرنے میں بہت اہم ہوتیں ہیں۔ بعض اوقات ایک پرندے کا پر بھی بڑا معاون ثابت ہوتا ہے۔ جیسے ایک گروہ میں بیٹھے تمام حضرات کو باری باری پکڑوایا جاتا ہے اور جیسے وہ پکڑا جاتا ہے اسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی آواز بلند کر سکے۔ (اپنے دوستوں کے ساتھ اس مشق کی دہرائی کریں)

لفظ ''جمہوریت'' کی اختراع

508 قبل از مسیح میں لفظ جمہوریت کا پہلی دفعہ استعمال ہوا۔ یہ یونانی زبان کے دو الفاظ ''Demos'' جس کا مطلب ہے لوگ اور ''Kratein'' جس کا مطلب طاقت یا اختیار ہے سے نکلا ہے۔ یونانی لوگ سیڑھی پر چڑھ کر کسی بھی نقطے پر اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ اگر وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچتے تو وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنے ووٹ کا استعمال کرتے تھے اس وقت صرف مردوں کو ووٹ دینے کا اختیار دیا گیا تھا۔ عورتوں، غلاموں اور غیر ملکیوں کو شہری تصور نہیں کیا جاتا تھا اس لیے انکو ووٹ ڈالنے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔

عورتیں یا غلام

امریکہ کا پہلا آئین 1789 میں لکھا گیا۔ جمہوریت کی تاریخ میں یہ بہت اہم قدم ثابت ہوا۔ یہ بیان کرتا ہے کہ معاشرے میں فیصلے کرنے کا اختیار عوام کے پاس ہونا چاہیے اور لوگوں کو آزادی سے لکھنے اور بولنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ تاہم اس قانون کا اطلاع عورتوں اور غلاموں پر نہ ہو سکا۔

508 BC — 1700ء — 1789

سترویں صدی کے خود ساختہ حکمران

سترہویں صدی میں یورپ کے کئی ممالک میں خود ساختہ بادشاہوں اور شہنشاہوں کی حکمرانی تھی جو لوگوں کی خواہشات کی ذرا پرواہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن کچھ مفکرین نے اس بارے میں سوچنا شروع کیا کہ تمام انسان آزاد ہیں اور سب کو برابری کے حقوق حاصل ہیں۔ انہوں نے اس بات پر غور کیا کہ کیوں معاشرے کے صرف ایک مخصوص طبقے کے پاس دولت اور اقتدار ہے؟ کچھ ناقدین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ انکے ساتھ کتنی بڑی ناانصافی ہو رہی ہے تو وہ بادشاہ کے ظلم و ستم کے خلاف احتجاج کر سکتے ہیں۔

امراء کی آواز

1789 کا سال فرانسیسی انقلاب کے آغاز کا سال تھا۔ اس انقلاب کے پیچھے مقاصد اور نظریات پورے یورپ میں پھیل گئے اور معاشرے کی ترقی کا سبب بنے۔ ابھی تک صرف مردوں کو شہریت حاصل تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ صرف مردوں کو ووٹ ڈالنے کا حق تھا اور صرف امراء کو سیاست میں شمولیت کا اختیار تھا کیونکہ ان ہی کے پاس وسائل اور دیہی زمین یا بلڈنگ وغیرہ خرید سکتے تھے۔

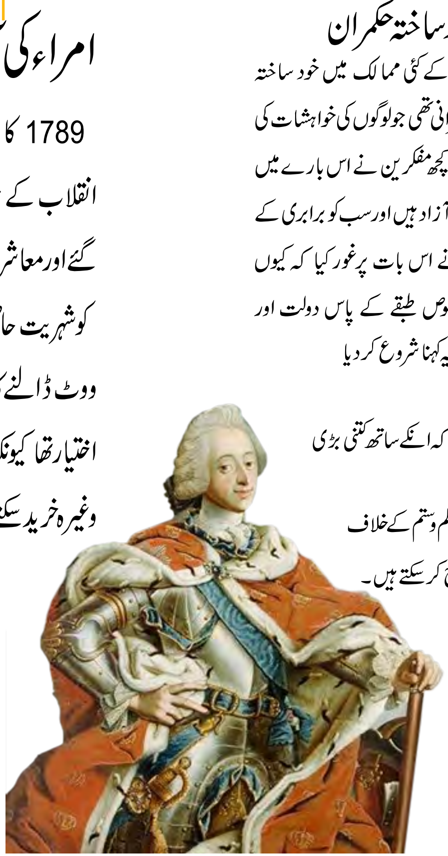

21

خواتین کا ووٹ ڈالنے کے لیے مطالبہ

اٹھارہویں صدی کے آخر میں ان خواتین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہونے لگا جو الیکشن میں خواتین کے ووٹ ڈالنے کے لیے مطالبہ کر رہی تھیں۔فن لینڈ دنیا کا پہلا ملک ہے جس نے 1906 میں عورت کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا۔سویڈن اور برطانیہ نے بھی 1921 میں یہی قدم اٹھایا۔1945 میں دوسری جنگِ عظیم کے خاتمے تک یورپ کے کئی ممالک افریقہ اور ایشیا میں خواتین کو ووٹ ڈالنے کا حق نہ تھا۔

سب کے لیے برابر کے حقوق

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے یونیورسل علاقہ کو تسلیم کیا گیا۔جس میں کہا گیا کہ تمام افراد برابر حیثیت رکھتے ہیں۔اور سب کو برابر حقوق اور آزادی حاصل ہے۔

افریقہ میں پہلی جمہوریت

1957 میں مغربی افریقہ کا ملک گھانا برطانیہ سے آزادی کے بعد پہلا آزاد ملک بنا۔"کوامے نکروما" ملک کا پہلا راہنما بنا۔برطانیہ نے افریقہ ،ایشیا اور لاطینی امریکہ کو کئی سو سالوں سے اپنی کالونیاں بنا رکھا تھا۔یورپ نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ اپنی افواج کو وہاں بھیجا تاکہ وہ وہاں کی زمینوں پر قبضہ کرے اور وہاں کے تمام قدرتی وسائل پر قابض ہو کر لوگوں کو اپنا غلام بنائیں۔

1957 1955 1948 1947 1921 1856

پہلی رازدرانہ رائے دہی

بیلٹ پیپر کے ذریعے پہلی بار رائے دہی کا آغاز 1856 میں تسمانیہ، آسٹریلیا میں ہوا ۔ اس میں ایک بیلٹ پیپر پر امیدواروں کا نام لکھا گیا تھا۔

دُنیا کی سب سے بڑی جمہوریت

1947 میں انڈیا نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی اور دنیا کے سامنے سب سے بڑی جمہوریت کے طور پر رونما ہوا۔آزادی کی یہ تحریک مہاتما گاندھی نے شروع کی ان کا یہ نظریہ تھا کہ ظلم کو تشدد کے بغیر بھی ختم کیا جا سکتا ہے۔

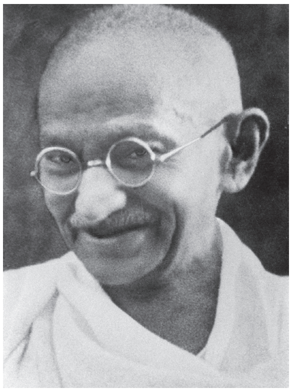

امریکا میں برابری کے حقوق

1955 میں ایک سیاہ فام خاتون جس کا نام "روسا پارکس" تھا نے اپنی سیٹ ایک سفید فام آدمی کے لیے خالی کرنے سے انکار کر دیا۔روسا کو جرمانہ کر دیا گیا کیونکہ جنوبی امریکہ میں سیاہ فام لوگوں کو سفید فام لوگوں کی برابری کے حقوق حاصل نہ تھے۔ان کے بچے ان سکولوں میں نہیں پڑھ سکتے تھے جن میں سفید فام بچے پڑھتے تھے اکثر اوقات انہیں ووٹ ڈالنے کا بھی حق نہیں دیا جاتا تھا۔انسانی حقوق کے معروف علمبردار کنگ مارٹن لوتھر نے اس بس کمپنی کا احتجاجاً بائیکاٹ کر دیا۔ یہ واقعہ سیاہ فام لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور برابری کے حقوق کی تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

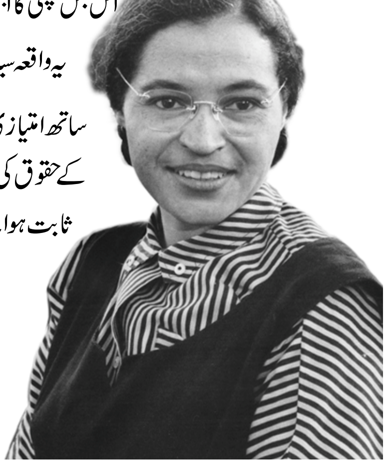

گلوبل ووٹ کے ذریعے آپ اپنی آواز کوموثر بنا سکتے ہیں کہ اس کو سنا جائے ۔اور آپ کی مدد سے فیصلہ ہو سکے کہ بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا ایواڈ کس ہیرو کو ملے۔

آپ اپنی دلچسپی کے لیے صفحہ 20 تا33 پرھیں کہ دنیا بھرمیں عالمی ووٹ کیسے ڈالا جاتا ہے۔

گلوبل ووٹ کا دن

آپ گلوبل ووٹ میں تب تک شامل رہ سکتے ہیں جب تک آپ کی عمر 18 سے زیادہ نہ ہو۔کسی اور فرد کوآپ کی رائے یا آپ کے فیصلہ میں مداخلت کرنے کا حق نہ ہے، نہ کسی دوست کو، نہ والدین کواور نہ ہی اساتذہ کو۔کسی کو یہ پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ آپ نے کس کو ووٹ دیا ہے، آپ خود بتانا چاہیں تو یہ آپ کی مرضی ہے۔آپ کے سکول کا ہر بچہ جوگلوبل ووٹ میں شامل ہونے کا اہل ہے اس کوضرور اس پروگرام میں حصہ لینا چاہئے اوراس کا نام ووٹر رجسٹر میں درج ہونا چاہئے اور جب بچہ بیلٹ پیپر لے چکا ہو، رجسٹر پراس کے نام سامنے نشان لگانا مت بھولیں۔

اچھی تیاری

جیسے ہی اس سال کا بچوں کے حقوق کے انعام کا پروگرام شروع ہو، اپنے گلوبل ووٹ کے انعقاد کے دن کا انتخاب کریں تا کہ آپکے پاس کافی وقت ہو مثلاً کئی ہفتے یا کئی مہینے جس میں آپ بچوں کے حقوق کے پروگرام کا اچھی طرح سے مطالعہ کرسکیں، تمام معلومات کو بہتر طریقے سے جان سکیں اور بچوں کے حقوق کے بارے میں بھرپور آگاہی حاصل کر چکے ہوں اور یہ بھی جان چکے ہوں کہ آپ کے علاقہ، ملک اور دنیا بھرمیں بچوں کے حقوق کی کیا صورتحال ہے۔

ووٹنگ کے دن دوسروں کودعوت دیں!

آپ اپنی مقامی میڈیا، سیاستدان، رشتہ دار واور خاندان کودعوت دیں۔تا کہ وہ تجربہ کریں کہ عالمی ووٹ کا دن کیسا ہوتا ہے۔

2۔تصوراتی بیلٹ بکس بنانا

3۔لوگوں کا چناؤ کریں

☆ نمائندہ افسر الیکشن کے رجسٹر پر نشان لگائے اور بیلٹ پیپر فراہم کرے

☆ الیکشن سپر وائزر اس بات کی یقین دہانی کرے کہ سب کچھ درست ہوا ہے۔

☆ ووٹ گننے والے ووٹوں کی گنتی کریں۔

4۔پردے سے بنایا گیا ووٹنگ بوتھ اپنا خود کا ووٹ بوتھ بنائیں یا مقامی الیکشن کمیٹی سے ادھار لیں۔

5۔دھوکہ بازی سے بچنے کے لیے سیاہی کا استعمال لوگوں کو دوبارہ ووٹ ڈالنے سے بچنے کے لیے نشان لگائے ۔مثال کے طور پر ان کے انگوٹھوں پر سیاہی سے نشان لگائیں یا ناخن پر سیاہی یا پھر ہاتھ یا منہ پر لکیر لگائیں ایسی سیاہی کا استعمال کریں جو آسانی سے دھوئی نہ جا سکے۔

6۔ووٹ گنیں، جشن منائیں پھر بچوں کے عالمی انعام کو تینوں امیدواروں کے ووٹ ارسال کریں۔

بچوں کا جمہوری عالمی ووٹ

2018 اور 2019 میں ہونے والا بچوں کے انعام کا عالمی پروگرام اٹھارواں پروگرام ہے ۔تقریباً 4 کروڑ 20 لاکھ بچے اپنے حقوق اور جمہوریت کے بارے میں وہ معلومات حاصل کر چکے ہیں جو نئی نسلوں کی اہم ضرورت ہے ۔یہ آپ اور آپ کے دوست احباب کے لیے اپنے ملک میں بہتری لانے میں بہت ثابت ہوسکتا ہے ۔ایسا ملک جہاں جمہوریت ،بچوں اور انسانی حقوق کا احترام کیا جائے ۔جب آپ بچوں کے حقوق،انعام اور امیدوار کے بارے میں سب کچھ جان چکے ہیں تب آپ عالمی جمہوری ووٹ کے لیے تیار ہوتے ہیں ۔آپ کا ووٹ آپکا فیصلہ ہوتا ہے ۔کسی کو آپکے فیصلے میں دخل اندازی کا اختیار نہیں ۔جس امیدوار کو اکثریت میں ووٹ ملیں گے 2019 میں بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام کے انعام کا حقدار ہوگا۔

عرب میں تبدیلی کی لہر

2010 میں تونیسیا میں پولیس نے ایک غریب شخص سے اسکی سبزیوں والی ٹوکری چھین لی ۔اس نے خود کو آگ لگا کر خودکشی کر لی ۔اس کی موت کی خبر پھیلتے ہی ہزاروں لوگ احتجاج کے لیے سڑکوں پر نکل آئے جو اس وقت ملک پر آمر تھا ۔اس واقعہ کے بعد بہت سے ہمسائیہ ممالک میں اس طرح کی لہر دوڑ نے لگی اور مصر اور لیبیا میں آمریت کو بہت بری طرح شکست ہوئی ۔

اقوامِ متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشن کو تسلیم کرلیا گیا۔

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بچوں کے حقوق کے کنونشن کو تسلیم کر لیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اپنی رائے کا اظہار بچے کا حق ہے اور ہر بچے کا حق ہے کہ اس کے حقوق اور رائے کا احترام کیا جائے ۔

2019/2020 | 2015 | 2010 | 1994 | 1989

نئے عالمی اہداف

اس مین کوئی شک نہیں کہ اس وقت سب سے زیادہ ممالک نے جمہوریت کو اپنے ممالک کے لیے سیاسی نظام کے طور پر متعارف کروایا ہے ۔لیکن اب بھی عوام کو استحصال اور ناانصافی کا سامنا ہے ۔

اس لیے 2015 میں اقوامِ متحدہ کے اہم رہنماؤں نے فیصلہ کیا کہ ہدف نمبر 17 پر بہتر انداز میں کام کیا جائے تاکہ دنیا اور مزید بہتر ہو جائے ۔

ساؤتھ افریقہ میں ہر ایک کے لیے ووٹ کا حق

1994 میں نیلسن منڈیلا جنوبی افریقہ کا پہلا منتخب صدر بنا ۔ملک میں امتیازی سلوک اور نسلی امتیاز کے نظام کے خلاف جدو جہد کرنے کی وجہ سے وہ 27 سال قید میں رہا ۔جس کی وجہ سے لوگ اپنے رنگ کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ۔نیلسن منڈیلا کے لیے ہونے والا الیکشن افریقہ کا پہلا الیکشن تھا جس میں پوری افریقہ کو ووٹ ڈالنے کے لیے برابری کے حقوق حاصل تھے ۔

گلوب مددگار ہے

''بچوں کے حقوق کے پروگرام کا شکریہ کہ اس کی وجہ سے پیدائشی سرٹیفکیٹ کیلئے مطالبہ کرنے کا موقع ملا۔ ہم دور دراز پہاڑی بستیوں میں رہتے ہیں پھر بھی گلوب نے ہمیں تربیت دی، ضروری مواد دیا، اساتذہ دیں اور اس طرح ہم بچوں کے حقوق کے پروگرام میں شامل ہو سکے۔گلوب کی وجہ سے ہمارے والدین کو تعلیم کی اہمیت کا پتہ چلا ہے اب وہ ہمیں سکول جانے سے نہیں روکتے ہیں۔ جب میں گلوب پڑھتی ہوں تو میرا باپ پوچھتا ہے کہ اب کس مسئلے کا حل تلاش کرنے لگی ہو؟ پھر میں نے اسے ایک بچے کی خبر سنائی جس پر اس کے والدین بہت تشدد کرتے تھے۔گلوب میری طاقت ہے۔''

(ارینے، 16 سال، اڈیل سکول)

بیلٹ پیپر باکس میں محفوظ ہیں۔

ہر کوئی گلوب کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔

''بچوں کے حقوق کا پروگرام بچوں کے حقوق کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔اب میرے والدین سمجھتے ہیں کہ مجھے ضرور سکول جانا چاہئے بیشک میں ایک لڑکی ہوں اور اب مجھے گھر کے سارے کام کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں ابھی شادی کے قابل نہیں ہوں، اس سے پہلے بچپن کی شادی ہمارے گاؤں میں عام بات سمجھی جاتی تھی۔ جب ہم سکول یا گھر میں گلوب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بہت ساری معلومات ملتی ہیں جو ہم اپنے خاندان کو بھی بتاتے ہیں''۔

(اڈاما، 13 سال، اڈیل سکول)

کورڈیڈیئر میری سکول میں ایگنس (12 سال) گلوبل ووٹ کیلئے بیلٹ باکس اور ووٹنگ پوسٹر تیار کرتے ہوئے۔

بچوں کے حقوق کے پروگرام کا شکریہ کہ وہ ہمیں ہمت دیتا ہے۔

''ہمارے علاقہ میں بہت سارے بچے اس لئے سکول چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ سکولوں میں بچوں کو مارا جاتا ہے جب سے بچوں کے حقوق کا پروگرام شروع ہوا ہے، سکولوں میں بچوں کو مارنے پر پابندی لگ گئی ہے اب لڑکیاں بھی سکول جاتی ہیں۔ میری بہت ساری دوست لڑکیاں جو پہلے سکول نہیں جاتی تھیں اب انہوں نے بھی سکول جانا شروع کر دیا ہے اب ان کی بچپن میں شادی نہیں ہوگی ان سب کاموں کیلئے میں بچوں کے حقوق کے پروگرام کی شکرگزار ہوں جس نے ہمیں حوصلہ دیا۔ بچوں کے حقوق کے پروگرام کا حصہ بن کر میں دلی طور بہت خوش ہوں اس سے پورے گاؤں کے بچوں کی زندگی بدل گئی ہے۔'' (ڈیولدے، 14 سال، توفندی گوندی سکول)

BENIN

بچوں کے حقوق کے پروگرام نے مجھے بچوں کے حقوق سکھائے۔

''مجھے پتہ ہے کہ بچوں کو کیا مشکلات ہوتی ہیں اور میں ہر طرح سے ان کی مدد کرتی ہوں۔ بچوں کے حقوق کے پروگرام کا شکریہ کہ اس نے مجھے بچوں کے حقوق کے بارے میں بہت کچھ سکھایا پہلے میں اس کے بارے میں نہیں جانتی تھی۔''

(کرسٹینا، سی ایس سینٹ رومیرک سکول)

بچوں پر ظلم قبول نہیں!

''بچوں کے حقوق کے پروگرام کی وجہ سے ہمیں پتہ چلا ہے کہ دنیا میں بہت سارے بچے بڑے مشکل حالات میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بہت سارے بچے ایسے ہیں جنہیں زندہ رہنے کیلئے بھیک مانگنا پڑتی ہے۔ بچوں کی رائے کا احترام نہیں کیا جاتا اور بچے بڑے بڑے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ میں بہت خوش ہوں کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ایسے ہزاروں بچوں کی مدد کر رہی ہوں جن کا استحصال ہوتا ہے یا جن کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے۔ ہم دنیا بھر کے بچوں خاص کر بینن میں رہنے والے بچوں کی مدد کر رہے ہیں۔'' (ریستھ، سی ایس سینٹ رومیرک سکول)

لڑکیوں کے حقوق کے بارے میں سیکھنا

''جب بھی میں گلوب کو پڑھتی ہوں تو مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے، خاص کرلڑکیوں کے حقوق کے بارے میں ۔ میرے ملک میں لڑکیوں پر بڑے ظلم ہوتے ہیں ۔ بچپن کی شادی اور خواتین کے ختنے اب بھی جاری ہیں ۔ میں کہتی ہوں: کہ چھوٹی عمر کی لڑکیاں کب اس بھیانک روایات سے بچ پائیں گی اور کب ان کی تعلیم کو ضروری سمجھا جائے گا؟ میں اپنے سکول میں بچوں کے حقوق خاص کرلڑکیوں کے برابری کے حقوق کی بات کرتی ہوں، اب بچے مجھے حقوق کی سفیر کہہ کر بلاتے ہیں ۔''

(اینڈی، **14** سال، ڈوبینگوز راموس سکول)

برما/میانمر

ریاست کیرن کے گاؤں کے سکول میں بچے ووٹ ڈال رہے ہیں۔

GUINE

میرا بہترین وقت

''میں بچوں کے حقوق کے پروگرام کا شکرگزار ہوں کہ مجھے بچوں کے حقوق کا سفیر بننے کا موقع ملا، اس سے میری خوداعتمادی میں اضافہ ہوا ہے ۔''(محمد، **15** سال، کوماندجن سکول) اس تصویر میں اپنے سکول میں بچوں کے حقوق کے پروگرام کے بارے میں بتا رہا ہے۔

NIGERIA

گلوب کی مدد سے میں گاؤں کے لوگوں آ گاہی دیتی ہوں

''ہمارے گاؤں میں والدین اپنی بیٹیوں پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ **18** سال کی عمر سے پہلے شادی کر لیں ۔ میں بہت سارے خاندانوں آ گاہ کر چکی ہوں کہ لڑکیوں کی کم عمر میں شادی کرنا غلط ہے ۔ یہ سب کچھ گلوب کی وجہ سے ممکن ہوا ہے ۔ میں سمجھتی ہوں کہ میرے گاؤں کے لوگوں کی سوچ اور رویے میں بڑی تبدیلی بچوں کے حقوق کے پروگرام کی وجہ سے آئی ہے ۔''

(نشبول، **13** سال، **BVES** سنٹر)

میں والدین کو بتاتا ہوں

''گلوب ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہم بچوں کے حقوق اور ان کے تحفظ کے بارے میں جانیں ۔ سب بچوں کے حقوق برابر ہیں اور کسی بچے کا استحصال نہیں ہونا چاہئے ۔ ہمارے علاقہ میں بچے اپنے فیصلے خودنہیں کر سکتے ہیں اور لڑکیوں کے حقوق کا تو بالکل ہی احترام نہیں کیا جاتا ہے ۔ بچوں کے حقوق کا سفیر ہونے کے ناطے میں والدین کو بچوں کے حقوق خاص کرلڑکیوں کے حقوق کے بارے میں بتاتا ہوں ۔''

(الاتا فیتاؤ، **15** سال، ویسٹرن ہال کالج)

ہمیں تحفظ دیں

''گلوب بچوں کے تحفظ کیلئے ہے اکثر بالغ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بچے اپنی زندگی کے فیصلے خود نہیں کر سکتے ہیں اس لئے بالغوں کو یہ فیصلے کرنا چاہئیں جبکہ اس طرح سوچنا بچوں کے حقوق کے استحصال کے مترادف ہے ۔ وہ بچوں کو غلام بناتے ہیں اور لڑکیوں کی کم عمر میں شادی کرتے ہیں جبکہ بچوں کے حقوق کا پروگرام بچوں کو ہمت دیتا ہے اور سیکھاتا ہے کہ بچوں کی رائے بھی اہم ہے اور اس کا احترام بہت ضروری ہے اور یہ احترام ہر علاقہ، ہر ملک اور پوری دنیا میں ہونا چاہئے ۔''

(تھیوڈورا، **15** سال ویسٹرن ہال کالج)

لیمپیسی کے ویسٹرن ہال کالج میں گلوبل ووٹ

وقت کو ضائع مت کریں

''بچوں کے حقوق کے پروگرام نے ہمیں سکھایا ہے کہ بہت سارے ایسے حقوق جو ہمیں ریاست کی شہری ہونے کی وجہ سے ملنے چاہیے ۔ جب یہ پروگرام ہمارے سکول میں شروع ہوا تو میں سوچ رہا تھا کہ یہ وقت کا ضیاع ہو گا لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا صرف یہی پروگرام ہے جس سے ہم بچوں کو ان کے حقوق دلوا سکتے ہیں ۔ یہ پروگرام لڑکوں اور لڑکیوں کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنے حقوق جان سکیں اور اپنے خاندان اور معاشرے کو سمجھا سکیں کہ بچوں کے حقوق کا احترام کیا جانا چاہئے ۔''

(مائیکل، **16** سال، ویسٹرن ہال کالج)

''علم بہت بڑا تحفہ ہے جس کے باعث ہم لڑکیوں کے حقوق کی آواز بلند کرتے ہیں!'' (شارہ)

BURKINA FASO

گلوب جمہوری عمل کوشروع کرتا ہے

’’میں بچوں کے حقوق کا سفیر بن کر بہت خوش ہوں اور میں کوشش کرتا رہوں گا کہ بچوں کے حقوق کا احترام کیا جائے۔ میں بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ووٹ میں شامل ہوکر بہت خوش ہوں ۔ میں جانتا ہوں جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جس میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں ۔گلوب ایسا ایندھن ہے جو جمہوری عمل کوشروع کرتا ہے۔میرا سارا خاندان گلوب کا مطالعہ کرتا ہے۔‘‘

(اوڈیلون، **10** سال سینٹ جین گیبریل سکول)

بچوں کے حقوق کے کلب میں میٹنگ ہو رہی ہے۔

بچوں کے حقوق کیلئے میلوں کا سفر

میں بچوں کے حقوق کا سفیر ہوں اور میرے پاس گلوب ہے۔میرے بھائی ، بہن اور والدین بھی گلوب کو پڑھتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ گلوب بچوں اور بڑوں کی مدد کرتا ہے کہ وہ جانیں کہ بچوں کے حقوق کا احترام کتنا اہم ہے ۔ بچوں کے حقوق کا علم میرے پاس ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ حقوق کی گاڑی پٹرول سے بھری ہوئی ہے اور یہ گاڑی میلوں سفر کرسکتی ہے اور اس کا پٹرول ختم نہیں ہوگا۔بچوں کے حقوق کا سفیر بن کر میں بچوں کے حقوق کا تحفظ کرسکتا ہوں۔‘‘

(آریان ویندیام، **11**، ٹینگھن ٹمبیلا سکول)

COSTA DO MARFIM

یہاں بچوں کے حقوق کا احترام نہیں۔

’’بچوں کے حقوق کے پروگرام نے مجھے میرے حقوق سیکھائے ۔ میرے گاؤں میں بچوں کے حقوق کا احترام نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں بہت سارے بچوں کوسکول نہیں جانے دیا جاتا اور والدین بچوں کا بالکل خیال نہیں کرتے جب وہ بیمار ہوتے ہیں۔‘‘

(کلیرس، **10** سال **EPP** پوکوکروسکول)

GANA

گلوب نے ہمیں سیکھایا کہ سکول جانا ہمارا حق ہے

مجھے اور میری بہن کو زبردستی گلیوں میں چیزیں بیچنے کیلئے کہا جاتا تھا تا کہ ہم پیسے کما کر کھانا خرید سکیں۔ ہم سکول نہیں جاتے تھے کیونکہ ہمیں صبح سویرے کام پر جانا پڑتا تھا تاہم ایک دن جب ہمارے والدین گھر پر نہیں تھے ایک سکول سے دو بچے ہمارے گھر پر آئے وہ ہمارے لئے گلوب لائے تھے۔انہوں نے ہمیں بتایا کہ بچوں کے بھی حقوق ہوتے ہیں اور بچوں کا سکول جانا اور تعلیم حاصل کرنا بہت اہم ہے۔انہوں نے کہا کہ تعلیم کامیابی کی کنجی ہے ۔ جب ہمارے والدین واپس گھر آئے تو ہم نے انہیں گلوب دیکھایا اس سے انہیں پتہ چلا کہ تعلیم بچوں کا بنیادی حق ہے اگلے دن ہمارے والدین نے ہمیں سکول میں داخل کروا دیا۔سکول میں پہلے دن میں اپنی بہنوں کو یاد کرتا رہا کیونکہ وہ لڑکیوں کے سکول میں تھیں۔لیکن کئی لڑکے میرے دوست بن گئے ۔‘‘ (اوسے ایبوح، **15** سال بدوبرم ڈی اے بنیادی سکول، گھانا)

TOGO

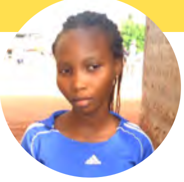

لڑکوں کا علاج ترجیحی بنیادوں پر کیا جاتا ہے!

’’بچوں کے حقوق کا پروگرام لڑکوں اور لڑکیوں کے برابری کے حقوق کونمایاں کررہا ہے لیکن ہمارے علاقہ میں تو لڑکوں کو ایسے سمجھا جاتا ہے جیسے وہ اعلیٰ مخلوق ہیں او ران کے علاج معالجہ اور حقوق کو لڑکیوں پر ہمیشہ ترجیحی دی جاتی ہے۔ ہر صورتحال میں لڑکوں کو زیادہ اہم تصور کیا جاتا ہے ۔ تاہم اب میں بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ذریعہ سے لوگوں کی سوچ بدلنے کی کوشش کررہی ہوں ۔‘‘

(نوریاتو)

ہم سب کیلئے ایک جیسا ماحول چاہتے ہیں۔

’’بچوں کے حقوق کا پروگرام ہم بچوں کی سوچ تبدیل کر رہا ہے ہم بچوں کے حقوق، جمہوریت اور عالمی اہداف کے بارے میں سیکھ رہے ہیں ۔ عالمی اہداف کے ساتھ میری بہت سی امیدیں وابستہ ہیں کیونکہ ان کا حصول ہم بچوں کی زندگی کو بدل کررکھ دے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ دنیا سے غربت ، استحصال اور لاقانونیت ختم ہو اور ہر فرد کو برابری کے حقوق میسر ہوں ۔گلوب کی وجہ سے میرے والدین نے میرے حقوق کا احترام کرنا شروع کردیا ہے اور اب میں ان سے پہلے سے زیادہ پیار کرتی ہوں ۔‘‘

(سیڈرک)

NEPAL

کھٹمنڈو کے میتی سکول کی تھریسہ اکیڈمی میں گلوبل ووٹ

PAKISTAN

گلوبل ووٹ بچوں کی مدد کرتا ہے

’’مجھے یہ بہت اچھا لگتا ہے کہ گلوبل ووٹ کی وجہ سے ہم سیکھ رہے ہیں کہ جمہوریت کیسے کام کرتی ہے گلوب کی کہانیاں ہم لڑکیوں کوتعلیم حاصل کرنے میں بڑی ہمت دیتی ہیں جو کہ ہمارا حق ہے۔ یہ پروگرام ہم بچوں کیلئے بہت مفید ہے ۔‘‘

(تانیہ، **10** سال، برک سکول، ضلع قصور پاکستان)

زیڈرک لڑکیوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرتا ہے۔

زیڈرک (17 سال) اور اس کے 9 دوست بچوں کے حقوق کے سفیر ہیں اور انہوں نے موزیمبیک کے ملنگاٹانا والنٹے نگوانیا سکول میں بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام کا ایک کمرہ بنایا ہوا ہے۔ وہ اپنے سکول کے بچوں کو لڑکیوں کے برابری کے حقوق کے بارے میں بتاتے ہیں اور ہر سال میں دو دفعہ اس علاقہ کے آٹھ سکولوں میں 5000 سے زائد بچوں کو بچوں کے حقوق کے پروگرام کی تعلیم دیتے ہیں۔

”جب میں بچوں کے حقوق کا سفیر بنا اس وقت میری عمر 13 سال تھی۔ بچوں کے حقوق کی تربیت لینے کے بعد میں نے لڑکوں اور لڑکیوں کے برابری کے حقوق کیلئے کام کرنا شروع کر دیا۔ اس کام کا آغاز کرنے سے قبل ضروری تھا کہ میں اپنی بہنوں کے بارے میں اپنے رویے کو تبدیل کروں۔ میں نے اپنے والدین سے سیکھا تھا کہ ایسی بہت ساری چیزیں ہیں جو لڑکے کر سکتے ہیں لیکن لڑکیاں نہیں کر سکتیں اور بہت سارے کام جو لڑکیاں کرتی ہیں وہ لڑکوں کو نہیں کرنے چاہیئے۔ لیکن حقیقت میں، میں اپنی بہنوں کے حقوق کا استحصال کر رہا تھا۔ اب میں بالکل بدل چکا ہوں کیونکہ اب میں اپنی بہنوں کی مدد کرتا ہوں اور ان کا احترام کرتا ہوں مثلاً اب میں سارا سارا دن اپنی ماں اور بہنوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتا ہوں اور واپس آ کر پانی بھرنے میں بھی مدد کرتا ہوں۔ میں سب لڑکوں اور مردوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ اپنی ماں اور بہنوں کی مدد کرنا کوئی برا کام نہیں ہے اور سب کو ہی ایسا کرنا چاہیے۔“

والدین سے بات کرنا

”اب میں بہت سارے سکولوں اور گاؤں میں جاتا ہوں تا کہ بچوں اور ان کے والدین سے بات کروں اور اپنے علم اور تجربے سے ان کو سمجھاؤں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق کا احترام بہت ضروری ہے اگر میں ایسے لوگوں سے ملوں جو لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق کا احترام نہیں کرتے ہیں تو میں دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر ان سے بات کرتا ہوں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ والدین لڑکیوں کے حقوق کو سمجھیں اس طرح ممکن ہو سکے گا کہ ان کی بیٹیوں کی زندگی بہتر ہو سکے۔ ہم سکولوں اور محلوں میں لوگوں سے ملتے ہیں اور لوگوں لڑکیوں کے حقوق کے احترام کے بارے میں بتاتے ہیں۔ ہم بچوں کے حقوق کے بارے میں اپنے تجربات اور لڑکوں اور لڑکیوں کی ذمہ داریاں اور فرائض پر بات کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم جنسی تشدد، استحصال، کم عمری کی شادی اور بچوں کی اسمگلنگ وغیرہ پر بات کرتے ہیں۔“

”میں نے اپنی سوچ اور رویے کو بدل کر آغاز کر دیا ہے اور اب میں اپنی بہنوں کی مدد کرتا ہوں اور ان کے حقوق کا احترام کرتا ہوں اور اب میں چاہتا ہوں کہ سارے لڑکے میری طرح لڑکیوں کے حقوق کا احترام کریں۔“ (زیڈرک)

رویے میں تبدیلی بہت ضروری ہے

”ہم کوشش کرتے ہیں کہ لڑکوں کو قائل کریں کہ وہ گھر میں اپنی ماں اور بہنوں کی مدد کریں کیونکہ موزیمبیک کی روایات کے مطابق لڑکے اور مرد صرف فصلوں پر کام کرنا، گھر بنانا یا جانور پالنا ہی اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ گھر کے کام کرنا، کھانا بنانا اور بچوں کی دیکھ بھال کرنا لڑکیوں اور عورتوں کا کام ہے۔ میں فصلوں پر بھی کام کرتا ہوں اور کھانا بنانے میں بھی مدد کرتا ہوں، میں پانی بھر کر بھی لاتا ہوں اور برتن بھی دھوتا ہوں، میں صحن کی صفائی بھی کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دوسرے لڑکے مجھے دیکھ کر ضرور اپنی ماں اور بہنوں کی مدد کرنا شروع کر دیں گے۔ لڑکوں اور مردوں کے لئے ضروری ہے کہ لڑکیوں اور عورتوں کے بارے میں اپنی سوچ اور رویے کو تبدیل کریں۔ تبدیلی ضرور آئے گی اور ہمیں اس کے مفاد کا مظاہرہ کر کے دوسروں کو دکھانا چاہیئے۔ اس وقت پانچ لڑکے ہیں جو بچوں کے حقوق کے سفیر ہیں۔ ہم مقامی نمائندوں، ضلعی انتظامیہ اور پولیس کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ ہم لڑکیوں کے حقوق کی جدوجہد کو جاری رکھیں گے کیونکہ بہت ساری لڑکیوں کے حقوق کا اب بھی استحصال جاری ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت ساری لڑکیوں کو حاملہ ہونے کی وجہ سے سکول جانے سے روکا جاتا ہے۔“

بچوں کے حقوق کے سات سفیر، ولیم، ولیسا، اوسینڈا، اگور، یوسینا، زیڈرک اور ڈینورسیا اس تصویر میں ہیں جبکہ تین بچے فرانس، میڈا اور ڈینس، یہ سب بچے مل کر سال میں دو دفعہ سکولوں میں جاتے ہیں اور لڑکیوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ یہ اپنے سکول اور دوسرے سکولوں میں تبدیلی لا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشرے اور گھروں میں بھی لوگوں کی سوچ کو بدل رہے ہیں۔“

FOTOS: HANNA PERSSON

بچوں کے حقوق کے پروگرام کے دس سالہ انعام کے امیدوار

2010 میں نیلسن منڈیلا اور گریکا مائیکل کو 71 لاکھ بچوں نے گلوبل ووٹ کے ذریعے بچوں کے حقوق کے پروگرام کے دس سالہ انعام کیلئے منتخب کیا۔ 2020 کے پروگرام میں دوبارہ ایسا موقع آیا ہے کہ بچے دس سالہ انعام کیلئے اپنے ہیرو کا انتخاب کریں اور اب 2011 سے 2019 کے دوران کروڑوں بچے جن ہیروز کو انعامات کیلئے منتخب کر چکے ہیں ان میں سے کسی ایک امیدوار کو دنیا بھر کے بچے ووٹ کے ذریعے دس سالہ انعام کیلئے منتخب کریں گے۔ بچوں کے حقوق کی ویب سائٹ پر آپ ان ہیروز کے متعلق تفصیل سے جان سکتے ہیں اور ان کے بارے فلم بھی دیکھ سکتے ہیں۔

2010 میں نیلسن مینڈیلا اور گریکا مائیکل
بچوں کے حقوق کے دس سالہ انعام کیلئے منتخب ہوئے

ان ہیروز نے انعام میں ملنے والی رقم کو مندرجہ ذیل کاموں پر خرچ کیا۔

مرہابازی نیمگابے، ڈی آر کونگو

(صفحہ نمبر 30 تا 37)

ایسے بچے جن کو جنسی زیادتی کا نشانہ اور جبری فوجی بنایا گیا ہے ان کی فلاح و بہبود، آزادی اور تعلیم کیلئے ان کی مدد کرتا ہے۔

فامین ناون، کیمبوڈیا

(صفحہ نمبر 60 تا 67)

اس نے گندگی کے ڈھیروں پر رہنے والے بچے اور غریب ترین 450 بچوں کیلئے سکول قائم کیا۔

اینا مولال، تنزانیہ

(صفحہ نمبر 38 تا 44)

مسائی بچوں دوسرے مستحق کیلئے سکول بنائے ہیں۔

عمانوایل روڈریگوز، گنی بساؤ

(صفحہ نمبر 68 تا 75)

اس نے 150 نابینا بچوں کی بحالی اور تعلیم کیلئے سکول بنایا۔

جیمز کوفی عنان، گھانا

(صفحہ 45 تا 51)

اپنے علاقہ کے غریب، مستحق بچوں اور دوسرے رہائشیوں کے لئے کھیل کے میدان بنائے۔

ریچل للوئڈ، امریکہ

(صفحہ نمبر 76 تا 82)

یہ ایسی لڑکیوں کی مدد کرتی ہے جن کو زبردستی جنسی کاروبار میں لگایا جاتا ہے۔

ملالہ یوسف زئی، پاکستان اور انگلینڈ

(صفحہ نمبر 52 تا 59)

غزہ، فلسطین میں جنگی حملوں میں تباہ ہوئے سکولوں کی تعمیر نو کی۔

آشوک دیال چند، انڈیا

(صفحہ نمبر 83 تا 89)

آشوک انتہائی غریب لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے کام کرتا ہے۔

بچے اب بڑے ہو گئے ہیں!

یہ مواد اس تقریب سے لیا گیا ہے جب بچوں کے حقوق کے ہیرو کو انعام سے نوازا گیا۔ اس لئے جن بچوں کا ذکر یہاں ہوا اب وہ بڑے ہو چکے ہیں۔

PAGES
30–37

بچوں کے حقوق کا ہیرو 1

مرہابازی نیمگابے

”یہ تمہاری زندگی کی آخری رات ہے آخری کھانا کھالو۔ یہ پیغام مرہابازی کے موبائل فون میں آیا، اس وقت مرہابازی اقوام متحدہ کی ایک اہم میٹنگ میں بیٹھا ہوا تھا اور ان بچوں کے بارے میں بات کر رہا تھا جن کو ڈی آر کونگو میں زبردستی فوجی بنایا گیا ہے۔ کیا کسی نے اسی جگہ سے اس کو موت کی دھمکی دی ہے؟ مرہابازی نے اپنے ملک میں جاری جنگ میں جبری فوجی بنائے گئے بچوں اور دوسرے استحصال زدہ بچوں کی مدد کرتے ہوئے بہت سارے لوگوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ وہ کہتا کہ میں ہر دن بچوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرتے ہوئے مرنے کیلئے تیار ہوں۔“

مرہابازی تب پیدا بھی نہ ہوا ہوگا جب اس کو موت کی پہلی دھمکی ملی ہوگی۔ ڈی آر کونگو کے مشرقی علاقہ بوکاوو میں **1964** سے جنگ جاری تھی اور اس کی حاملہ ماں جو لینے تنگ گلیوں میں موت سے بچ کر بھاگ رہی تھی جب ایک فوجی نے اس کے پیٹ پر بندوق تان لی لیکن اسی وقت اس کے سربراہ نے فوجی کو کہا کہ اس پر گولی مت چلاؤ اور اسے جانے دو۔ اس کے دو ہفتے بعد مرہابازی پیدا ہوا۔ اس کے نام کے دو مطلب ہیں ایک جنگ میں پیدا ہونے والا اور دوسرا لوگوں کی مدد کرنے والا۔ میری ماں ہمیشہ کہتی تھی کہ تمہارے پیدا ہونے سے پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ تم مصیبت میں لوگوں کی مدد کروگے سب کے پاس خوراک ہونی چاہئے ! مرہابازی بکاوو کے ایک غریب ترین ضلع میں پیدا ہوا لیکن اس کے باپ کے پاس نوکری تھی جس کی وجہ سے خاندان کو ہمیشہ کھانا پینا ملتا رہتا تھا اور بچے سکول جا سکتے تھے۔” میرے بہت سارے دوست اکثر بھوکے رہتے تھے اور سکول بھی نہیں جا سکتے تھے۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا تھا ہر دن جب ہم کھانا کھانے لگتے تو بھوکے بچے ہمارے گھر کے سامنے آ جاتے تھے۔ تب میں اپنی ماں کو کہتا کہ ان بچوں کو اندر آنے دے تا کہ یہ ہمارے ساتھ کھانا کھا سکیں ورنہ میں بھی کھانا نہیں کھاؤں گا۔“

مرہابازی نے اپنے سکول کے کچھ دوستوں سے بات کی کہ کچھ ایسا کیا جائے کہ ان بچوں کیلئے کھانے کا بندوبست ہو سکے۔ ہر دن وہ گلیوں میں جاتے اور لوگوں کو گا گا کر سمجھانے کی کوشش کرتے کہ ان بچوں کیلئے کھانے کا انتظام کیا جائے۔ علاقہ کے بچوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور اپنے گھروں میں والدین کو خوب تنگ کرنا شروع کر دیا کہ وہ بھوکے بچوں کا خیال کریں ورنہ ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس طرح لوگوں نے بھوکے بچوں کو اپنے گھروں میں کھانا کھانے کیلئے بلانا شروع کر دیا۔ ”ہم **70** کے قریب بچے تھے جو سکول کے بعد گلیوں میں گا گا کر لوگوں کو اس بات کے لئے تیار کرتے تھے کہ وہ غریب بچوں سے تعاون کریں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھوکے بچوں کو خاندانوں نے اپنے گھروں سے کھانا دینا شروع کر دیا!“

مرہابازی کو کیوں نامزد کیا گیا؟

مرہابازی نیمگابے نے ڈی آر کونگو میں ایسے بچوں کی مدد کی ہے جن کو جبری فوجی بنایا گیا تھا یا وہ بچے جو خانہ جنگی کا شکار رہے ہیں۔ مرہابازی کو ان بچوں کی بحالی، فلاح و بہبود اور تعلیم کیلئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے بچوں کے حقوق کے انعام کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

مسائل

ڈی آر کونگو میں جنگ کا آغاز **1998** میں ہوا اور یہ جنگ انسانی تاریخ میں ظالم ترین ثابت ہوئی۔ اس جنگ میں **30000** بچوں کو جبری فوجی بنا کر جنگ کی آگ میں دھکیلا گیا۔ (**16000**) بچے اب بھی جبری فوجی ہیں۔ ہزاروں عورتوں اور لڑکیوں کو ان فوجیوں زبردستی گھروں سے اٹھایا اور اپنے کیمپوں میں لے جا کر زیادتی کرتے رہے۔ **2003** میں ملکی فوج اور ان جنگجوؤں کے درمیان امن کا معاہدہ ہو گیا لیکن ملک کے مشرقی حصے میں کشیدگی اب بھی جاری ہے۔

کام/مشن

مرہابازی اور اس کی تنظیم **(BVES)** ایسے **70** سینٹرز چلا رہے ہیں جن میں جبری طور فوجی بنائے گئے بچوں کی تعلیم و تربیت، بحالی اور بہتری جاری ہے۔ ایسی لڑکیاں بھی یہاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں جن کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی اور ایسے بچے جو جنگ کی وجہ سے مسائل کا شکار ہوئے ان کو بھی خوراک، کپڑے، تحفظ، صحت اور طبی سہولیات بھی دی جا رہی ہیں۔ اس کام کیلئے مرہابازی اور اسے ساتھیوں کو دھمکیاں ملتی رہی یہاں تک کہ مرہابازی کو جیل میں بھی رہنا پڑا اور اس کے کئی ساتھیوں کو مار دیا گیا

نظریات اور نتائج

1998 سے اب تک مرہابازی اور اس کی تنظیم **(BVES)** نے **481,500** بچوں کو بہتر زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا ہے اور **34,400** بچوں کو جبری فوج سے آزاد کروایا ہے۔ **4500** لڑکیاں ایسی ہیں جو جنسی زیادتی کا شکار ہوئی تھیں ان کی دیکھ بھال کر رہے ہیں اور **8500** مہاجر بچوں کو بھی بہتر زندگی کی سہولیات فراہم کی گئی ہیں۔ مرہابازی حکومت، مسلح گروپ اور تنظیموں کو مسلسل کہتا رہتا ہے کہ وہ ان بچوں کی مدد کیلئے مل کر کام کریں۔

اقوام متحدہ نے تحفظ دیا ہے

اقوام متحدہ کے جیپ کے سامنے کھڑے ہوئے مرہا بازی ایک فوجی بچے سے بات کرتا ہے''ہمیں پہلے کئی کئی میل پیدل سفر کرنا پڑتا ہے اور ضروری سامان بھی ساتھ لے جانا پڑتا ہے تا کہ ہم فوجی بچوں کو بچا سکیں۔اقوام متحدہ بھی اس کام میں ہماری بڑی مدد کر رہا ہے۔''

''جب ہم نے اپنی کامیابیاں حکومت کو بتائیں تو انہیں زیادہ خوشی نہ ہوئی کیونکہ ہماری معلومات ان کے خیال میں ملک کی بدنامی کا باعث ہیں۔مثلاً دنیا کو یہ بتانا کہ یہاں بچوں کی صورتحال بہت خراب ہے۔حکومت کو لگا جیسے کہ ہم حکومت کو مشکل میں ڈال رہے ہیں۔ہمیں دھمکیاں ملنا شروع ہوئیں کہ اگر ہم نہ رکے تو جیل میں ڈال دیئے جائیں گے۔

گلیوں میں پھرنے والے بچے

مرہا بازی نے ریڈیو پر ہفتہ وار پروگرام شروع کیا تا کہ سب کو اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشن کے بارے میں پتہ چل سکے کہ بچوں کے حقوق کیا ہیں اور ان کا احترام کیوں ضروری ہے۔اس نے یہ بھی بتانا شروع کیا کہ ڈی آر کونگو میں کن حالات میں زندگی گزار رہے ہیں اور وہ ہر بار یہ بات ضرور کرتا تھا کہ ہماری حکومت نے اقوام متحدہ کے کنونشن پر دستخط کئے ہوئے ہیں۔''بکاوو کی گلیاں ان بچوں سے بھر گئیں جن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا، ان بچوں کے والدین یا تو انتہائی غرب تھے یا پھر ایڈز کی بیماری سے مر چکے تھے اور ان بچوں کا حال گلیوں کے کتوں سے بھی بدتر تھا لیکن ہم نے کہنا شروع کیا ان کو تحفظ اور پیار دیا جائے 1994 میں ہم نے ان بچوں کیلئے پہلا سنٹر بنایا۔''

بدترین جنگ

* ڈی آر کونگو میں ہونے والی جنگ تاریخ کی بدترین جنگوں میں سے ایک ہے اور یہ 1998 سے جاری ہے۔
* اب تک اس جنگ، بھوک اور بیماری کی وجہ سے 60 لاکھ لوگ مر چکے ہیں۔
* 30000 بچوں کو جبری فوجی بنایا گیا جن میں سے 16000 بچے اب بھی جبری فوجی ہیں۔
* ڈی آر کونگو میں 70 لاکھ بچوں کو سکول کی سہولت میسر نہیں۔

بچوں کے حقوق

بچوں کی گھروں یا سکولوں میں مار پیٹ اور تشدد کے خلاف مطالبات کے بینرز اٹھائے ہوئے بچے مسلسل اپنے والدین اور اساتذہ کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ بچوں کو سزا دینے سے باز آ جائیں اور ہر بچے کو سکول جانے کا حق دیا جائے۔ جیسے جیسے مرہا بازی بڑا ہوتا گیا اس نے محسوس کرنا شروع کیا ڈی آر کونگو میں بچوں کے مسائل بڑھتے جا رہے ہیں اور وہ جانتا تھا کہ بڑوں کو اس پر سوچنا چاہئے اور اس کو خود بھی اس پر زیادہ سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ کس طرح بچوں کی مدد کی جا سکتی ہے اس لئے اس نے ترقی اور صحت کے علوم سیکھنا شروع کئے اور اسی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

20 نومبر 1989 میں مرہا بازی نے ریڈیو پر خبر سنی کہ اقوام متحدہ نے بچوں کے حقوق کے کنونشن کو تسلیم کر لیا ہے۔اس کنونشن میں کہا گیا تھا کہ دنیا بھر کے بچوں کو اچھی زندگی گزارنے کا حق ہے۔خبروں میں یہ بھی بتایا گیا کہ اقوام متحدہ نے (ان تمام ممالک جنہوں نے اس معاہدے پر دستخط کئے ہیں) تمام ممبر ممالک پر لازم کیا ہے کہ وہ بچوں کی صورتحال کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کریں۔'' میں بہت خوش تھا میں نے اپنے گھر پر میٹنگ بلائی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ہم ہر وہ کوشش کریں گے کہ ڈی آر کونگو کی حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اقوام کے کنونشن پر عمل کرے۔''

BVES

مرہا بازی اور اس کے دوستوں کو BVES گروپ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔''ہم کئی دن گھنے جنگلات میں سے گزرتے ہوئے پسماندہ علاقوں میں جاتے تھے رات کے وقت ہم درختوں میں چھپ کر سو جاتے تھے تا کہ خطرناک جانوروں سے بچا جا سکے۔مرہا بازی اور اس کی تنظیم نے بچوں کی صورتحال اور مسائل کے بارے میں حقائق جمع کرنا شروع کر دیئے۔

مرہا بازی کی جدوجہد کئی طریقوں سے عالمی اہداف کے حصول میں مددگار ثابت ہو رہی ہے:

ہدف 3: اچھی صحت اور بہتر پرورش۔ ہدف 4: تعلیم و تربیت تمام بچوں کا حق ہے۔ ہدف 5: تشدد اور خاص کر لڑکیوں کے خلاف جنسی تشدد کو روکا جائے۔ ہدف 8: بچوں کو فوجی بنانے پر پابندی۔ ہدف 16: پرامن اور خوشحال معاشرہ۔

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: BO ÖHLÉN

فوجی بچے

''مرہابازی کہتا ہے کہ ہم سوچتے تھے کہ ہم خطرناک جنگ سے نکل چکے ہیں، لیکن پھر دوبارہ جنگ شروع ہوئی جس نے یہاں پر رہنے والے سب بچوں کی زندگی کو جہنم بنا دیا تھا۔''

1996 میں روانڈا کی مدد سے بکاوو نے باغی فوجیوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں سیدھا بچوں کو ہی نشانہ بنایا گیا۔ ''جنگجوؤں نے بچوں کے لئے بنائے گئے تین کیمپوں کو تباہ کر دیا۔ میں کسی طرح بچوں کو بچا کر چھپانے میں کامیاب ہو گیا لیکن اس دوران میرا ایک دوست اور ساتھی مارا گیا۔''

تمام گروپ اور ڈی آر کونگو کے فوجی جو اس جنگ میں شامل تھے انہوں نے بچوں کو اغوا کر کے زبردستی فوجی بنانا شروع کر دیا اور لڑکیوں کو اغوا کر ان کے ساتھ زیادتی کرتے تھے۔ ''یقیناً مجھے ایسے مضبوط بچے دیکھنے کا تجربہ تھا جو پہلے گلیوں میں زندگی گزارتے تھے، لیکن فوجی بچوں کی کہانی بالکل مختلف تھی۔ جوان بچے جن کی عمر صرف **10** سال تھی اور وہ نشہ کرتے اور وردی پہنے بڑے ہتھیار اٹھائے رکھتے تھے۔ بالغوں نے پوری طرح ان بچوں کو تباہ کر دیا تھا۔ ''مرہابازی بیان کرتا ہے کہ میں ہر وہ ممکن کوشش کرنا چاہتا ہوں جس سے میں ان بچوں کو بچا سکوں۔''

پہلا بچاؤ کا مشن

''ایک دن میں مایوسی کا شکار ماؤں کے ایک گروپ سے ملا، جنہوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے گاؤں سے **67** بچوں کو اغوا کر لیا گیا ہے۔

''مرہابازی نے اکیلے ہی ایک بیگ تیار کیا جس میں اس نے بہت سارے کیلے اور کتابیں رکھیں کہ وہ ان بچوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرے گا۔

''میں نے ایک موٹر سائیکل ٹیکسی لی اور اس کو نہیں بتایا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ اگر میں اس کو بتا دیتا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں تو وہ مجھے کبھی لے کر نہ جاتا!'' جب مرہابازی ان باغی فوجیوں کے کیمپ پر پہنچا، فوجی اس کو قید کر کے اپنے سربراہ کے پاس لے گئے، جس نے اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔

''مرہابازی نے بتایا کہ ہمارے معاشرے میں ہمیشہ بالغ افراد بچوں کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن میں نے سنا ہے کہ یہاں پر آپ لوگوں نے بچوں کو اغوا کر کے ان کو زبردستی فوجی بنا رہے ہیں حالانکہ ان بچوں کو سکول جانا چاہئے۔ میں نے کہا کہ میں ان بچوں کو واپس لینے آیا ہوں تا کہ انکے والدین کے پاس لے جاؤں۔ سربراہ غصے سے پاگل ہو گیا! اس نے اپنے فوجیوں کو کہا کہ ان کتابوں کو پھاڑ دو، انہوں نے کتابوں کو پھاڑ دیا اور مجھے مارنا شروع کر دیا۔''

بچوں کو رہائی دلانا

وہ مرہابازی کو کہتے ہیں کہ تمہارے پاس دو راستے ہیں: یا تو ہمارے ساتھ فوج میں بھرتی ہو جاؤ یا یہ سب چھوڑ کر چلے جاؤ۔ اگلی صبح جب وہ اس کو مارنے کی تیاری کر رہے تھے،

بچوں کو بچانا بہت مشکل کام ہے

مرہابازی بیان کرتا ہے کہ ''مسلح فوجیوں کے ساتھ بات چیت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جب ہم ان کو بچوں کو آزاد کرنے کا کہتے ہیں تو وہ ہمیں مارنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ اس طرح پھر بچوں کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے جن کے ساتھ بالغ بہت برا سلوک کرتے ہیں اور پھر جب یہ بچے واپس اپنے خاندان، ہمسائیوں، گاؤں اور سکول میں آتے ہیں تو ان کیلئے کافی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔''

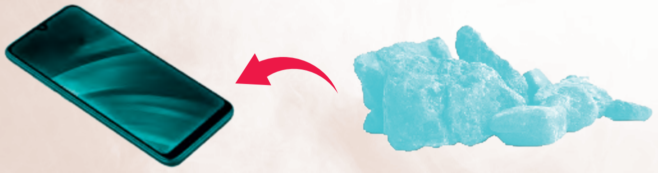

موبائل فون اور ایندھن کی جنگ

ڈی آر کونگو میں سونے، ہیروں، کیمیات دھاتوں اور بہت سے معدنیات کے ذخائر بھی موجود ہیں جن کا استعمال موبائل فون اور کمپیوٹرز میں ہوتا ہے۔ ڈی آر کونگو میں جنگ کے اسباب کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں سے یورپین اور ایشین کاروباری لوگوں کا موبائل فون، کمپیوٹر اور کمپیوٹر گیمز بنانے کا کام چلتا ہے۔ بیلجئم، انگلینڈ، روس، ملائیشیا، چائنہ اور انڈیا کی بہت ساری کمپنیاں جو ڈی آر کونگو کے مسلح فوجیوں سے یہ معدنیات خریدتے ہیں جو بری طرح ان بچوں کے حقوق کو پامال کر رہے ہیں۔

یہ تمام کمپنیاں یہ معدنیات خرید کر ڈی آر کونگو میں اس جنگ کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان میں سے ایک سربراہ نے سب کچھ روک دیا۔ اس کو اتنا نشہ تھا کہ وہ ایک دن پہلے آئے مرہابازی کو پہچان بھی نہیں سکا۔ اب اس نے کہا: ”یہ فوجیوں کا دشمن نہیں ہے۔ میں اس آدمی کو جانتا ہوں یہ بکاوو میں گلی کے بچوں کی مدد کرتا ہے۔“

”بچوں نے چیخنا اور چلانا شروع کر دیا کہ میں ان کی بھی مدد کروں۔ میں نے باغی فوجیوں کو کہا کہ اگر وہ اپنی حکومت کو جھکانا چاہتے ہیں اور ملک کو بہتر بنانا چاہتے ہیں تو ان بچوں کو چھوڑ دیں کیونکہ بچوں کو فوجی کو بنا کر استعمال کرنا اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔ بلکہ بچوں کو سکول جانا چاہئے! کیونکہ بچوں کے علاوہ کون ہے جو اس ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرے گا؟“ اس معاملے پر دونوں رہنماؤں کے درمیان بڑا سخت مکالمہ ہوا۔ کچھ لوگوں نے مرہابازی کی حمایت کی اور آخر کار مرہابازی بچوں کو واپس لانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ پہلے 67 بچے تھے جن کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا لیا گیا۔

مرہابازی موت سے نہیں ڈرتا

یہ 23 سال پہلے کی بات ہے۔ مرہابازی 34,430 فوجی بچوں کو آزاد کروا چکا تھا۔ ان میں سے 2,017 لڑکیاں تھیں جن کو جبری طور پر فوجی یا جنسی قیدی بنا لیا گیا تھا۔ 481,500 بچے اس جنگ کی وجہ سے متاثر ہوئے تھے۔ ان میں سے بہت ساری لڑکیاں تھیں جن کو جنسی خواہشات کیلئے استعمال کیا گیا۔ بہت سارے مہاجر بچوں، گلیوں میں رہنے والے آوارہ بچوں اور جبری فوجی بچوں کو بہتر زندگی گزارنے کا موقع دیا گیا ہے۔ اس سارے کام کیلئے مرہابازی اور اس کی تنظیم (BVES) کا شکریہ۔ اب تک اس تنظیم نے بچوں کیلئے 70 گھر، سکولز اور سنٹر قائم کئے ہیں جس میں بچوں کو صحت کی سہولیات، تعلیم و تربیت، تحفظ اور پیار دیا جاتا ہے۔ بہت سارے بچوں کو ان کے خاندانوں سے ملایا جا چکا ہے۔

بہت سے لوگ مرہابازی دشمن ہیں۔ اس کو بہت سارے لوگ فون کر کے دھمکیاں دیتے ہیں کہ وہ اس کو جان سے مار دیں گے۔ خطرات اتنے زیادہ ہیں کہ مرہابازی کسی ایک جگہ پر دوسری رات نہیں سوتا کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ دشمن کسی بھی وقت اس کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ مرہابازی کے ساتھ کام کرنے والے آٹھ لوگ ایسے ہی حملوں میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ ”بہت سارے فوجی، سیاستدان اور تاجر ڈی آر کونگو بلکہ دنیا بھر میں جنگوں کی وجہ سے بے تحاشا دولت کما چکے ہیں کیونکہ کچھ لوگوں کیلئے یہ جنگیں منافع بخش کاروبار بنی ہوئی ہیں۔ کیونکہ جتنی زیادہ غربت، بے چینی اور خانہ جنگی ہو گی اتنا ہی زیادہ آسان اس ملک کے وسائل کو لوٹنا ہو گا جیسا کہ سونا، چاندی اور دوسری قیمتی دھاتیں۔ چھوٹے بچوں کو فوجی بنا کر، لڑکیوں کا غلام بنا کر ان کا استحصال کرنا اتنا عام ہے کہ بہت سارے ممالک کی افواج بھی اس گناہ سے اپنے ہاتھ آلودہ کر رہی ہیں اور یہ ساری جنگ وسائل پر قبضہ کرنے اور دولت بٹورنے کی ہے۔ جب میں اس ظلم کے خلاف لڑتا ہوں تو بہت سارے بااثر لوگ میرے دشمن بن جاتے ہیں۔ کیونکہ میں ان کے ظالم کاروبار میں رکاوٹ بن رہا ہوں اور انہیں یہ بھی خطرہ ہے کہ میں ان کے مظالم کی رپورٹ اقوام متحدہ کی بین الاقوامی عدالت (ICC) میں پیش کروں گا۔ مجھے اس جدوجہد سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ میں تب تک لڑتا رہوں گا جب تک ایک بھی بچہ جبری فوجی کے طور پر باغیوں کے قبضہ میں ہے یہاں تک کہ کوئی بھی حادثہ یا موت کی دھمکی بھی مجھے روک نہیں سکتی۔ جب اقوام متحدہ کی میٹنگ کے دوران مجھے موت کی دھمکی دی گئی تو سب یہ چاہتے تھے کہ میں ملک چھوڑ جاؤں لیکن میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ میں بچوں کو دکھ میں نہیں چھوڑ سکتا اس لئے میں ہر دن موت کیلئے تیار رہتا ہوں۔“

مرہابازی اور BVES کیسے کام کرتا ہے:

* یہ مسلح باغیوں سے ملتے ہیں اور ان کو بچوں کے حقوق کے بارے میں بتاتے ہیں تا کہ سب کو پتہ ہو کہ جنگی حالات میں بچوں کے حقوق کیا ہیں اور اس کے بارے میں اقوام متحدہ اور ڈی آر کونگو کے قوانین کیا ہیں مثلاً اقوام متحدہ اور ڈی آر کونگو کے قانون کے مطابق بچوں کو فوجی نہیں بنایا جا سکتا۔
* یہ فوجی بچوں اور ایسی لڑکیوں کو بچاتے ہیں جن کو زبردستی جنسی کام کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔
* یہ مہاجر بچوں کے کیمپوں میں جاتے ہیں اور گلیوں میں پھرنے والے بچوں کو ملتے ہیں۔
* یہ مہاجر بچوں، استحصال زدہ لڑکیوں اور جبری طور پر فوجی بنائے گئے بچوں کو گھر، علاج معالجہ، خوراک، تعلیم اور تحفظ کی سہولیات فراہم کرتے ہیں تا کہ ان بچوں کو موقع فراہم کیا جائے کہ یہ اپنی زندگی کو بحال کر سکیں۔ ان بچوں کو پیشہ وارانہ تربیت بھی دی جاتی ہے۔
* یہ بچوں کو خاندانوں کو ڈھونڈتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ بچوں کو ان کے خاندانوں سے ملا دیا جائے۔ بچوں کو ملانے سے پہلے یہ خاندانوں کو اس کیلئے پوری طرح سے تیار کرتے ہیں۔ اس کام کیلئے اساتذہ، معاشرہ کے افراد اور والدین کو آگاہی دی جاتی ہے۔ اگر کچھ بچوں کو ان کے خاندان واپس لینے پر رضامند نہ ہوں تو ایسے بچوں کیلئے تمام انتظامات BVES ہی کرتی ہے۔
* یہ بچوں کے اور ان کے خاندانوں کی مالی معاونت بھی کرتے ہیں تا کہ وہ اپنے بچوں کو سکول بھیج سکیں اور خوراک کا انتظام کر سکیں۔
* آزاد کرائے گئے بچوں کو سکول کے اخراجات، وردی اور دوسرے اخراجات بھی دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ بچوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں بھی مدد دی جاتی ہے۔

موتیا

اپنی وردی جلا دیتا ہے

بکاو میں سابقہ جبری فوجی بچوں کیلئے بنائے گئے مرہابازی کے سنٹر میں، بچوں کا ایک گروپ اپنے خاندانوں کے پاس جانے کی تیاری کر رہا ہے تا کہ یہ بچے نئی زندگی کا آغاز کرسکیں لیکن پہلے انہیں اپنی فوجیوں والی وردیوں کو جلانا ہے۔ان میں سے ایک بچہ موتیا ہے جس کی عمر 15 سال ہے ،یہ دو سال جبری فوجی رہا ہے۔

’’ہم نے اپنا آخری سبق جمعہ کے دن مکمل کر لیا ہے ۔ میرا دوست اموسی اپنے گھر کے رستے پر تھا کہ اچانک تین باغی سامنے آ گئے انہوں نے کہا آپ یہاں سے نہیں گزر سکتے ۔ اگر تم بھاگے تو ہم گولی ماردیں گے۔’’میرے والدین کو پہلے ہی فوجیوں نے مارا تھا اس لئے میں بہت ڈر گیا ہم نے رونا شروع کر دیا۔ہم نے ان کی منت کی کہ وہ ہمیں جانے دیں ۔ انہوں نے ہماری کوئی بات نہ مانی اور ہمیں پکڑ لیا اور ہماری سکول کی وردیاں اور کتابیں پھاڑ دیں ۔ وہ تین دن تک ہمیں مارتے رہے اور پھر انہوں نے ہمیں باغیوں کی وردیاں پہننے کو دیں ۔ کچھ دن بعد مجھے لڑنے کیلئے بھیجا گیا اور اس طرح میں 2 سال تک یہاں پھنسا رہا۔ میں یہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا لیکن میرے ساتھ جو لڑکے تھے وہ مر گئے ۔ میں نے بہت سی اموات اور بہت سا خون بہتے دیکھا ہے۔ اب میرا یہ خواب چکنا چور ہو چکا تھا کہ مجھے کبھی سکول کی وردی پہننے کو ملے گی لیکن ایک دن مرہابازی پھر اس کیمپ میں آیا جہاں پر مجھے رکھا گیا تھا اور اس طرح میری زندگی ایک دفعہ پھر بچ گئی۔اس نے کہا کہ اب تم یہاں نہیں رہو گے اور واپس سکول جاؤ گے، میرے ساتھ آؤ۔‘‘اب میں نے دوبارہ سکول جانا شروع کر دیا ہے اور اب میں اپنے بھائی کے گھر میں رہتا ہوں ۔ میرے لئے اس پر یقین کرنا مشکل ہے کہ میں دوبارہ سکول کی وردی پہن رہا ہوں کیونکہ یہ مجھے ناممکن لگتا تھا۔‘‘

مختلف وردیاں

مرہابازی سارے بچوں کو اکٹھا کرتا ہے اس سے پہلے کہ وہ سکول کے گراؤنڈ میں جائیں اور باغیوں کی وردیوں کو جلائے جائے ۔ یہ بچے مختلف باغی گروپوں سے آئے ہوئے ہیں۔اس تصویر میں بچوں نے باغیوں والی وردیاں اس لئے نہیں پہنی تا کہ ان کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ کیونکہ وہ وردیاں مختلف باغی گروپوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔

خوش رہو!

مرہابازی نے کہا کہ ’’موتیا تم سکول جانا چاہتے ہو،تعلیم شروع کرو اور نئی زندگی کا آغاز کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تم بہت خوش ہو اور پوری طرح سے تیار ہو، خدا تمہارا مستقبل روشن کرے!‘‘ موتیا نے جواب دیا’’مرہا بازی آپکا بہت شکریہ! میں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپکو اور زیادہ طاقت دے کہ اپنے میرے جیسے بچوں کیلئے کام کرتے رہیں۔‘‘

مرہابازی کا بیگ

جو بھی بچہ مرہابازی کے سنٹر میں آتا ہے اس کو ایک بیگ ملتا ہے جس میں ایسی اشیاء ہوتی ہیں جن کو وہ اپنے گھروں میں استعمال کر سکتے ہیں، اس میں ہوتی ہیں:

ایک ٹوتھ برش اور پیسٹ

صابن

کمبل

تولیہ

نئے کپڑے

جوتے

ریڈیو

سکول کی وردی پہننی ہے!

اس سے پہلے کہ باغیوں کی وردی کو جلایا جائے لڑکے لکھتے ہیں کہ سکول کی وردی زندہ باد۔

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: BO ÖHLÉN

باغیوں کی وردیاں جل رہی ہیں

مرہا بازی اونچی آواز میں کہتا ہے کہ ''بچوں کے ہاتھوں میں جو بینرز ہیں ان پر لکھا ہے کہ ہم فوجی نہیں ہیں۔'' اب ہم کبھی بھی باغیوں کی وردیاں نہیں پہنیں گے۔ اب بچوں کے پاس سکول کی وردیاں ہیں یاد رکھیں کہ ہم باغیوں کی وردیاں جلا رہے ہیں جس کا مطلب ہے کہ اب مزید جنگ نہیں۔'' موتیا اور دوسرے بچے تالیاں بجاتے ہوئے باغیوں کی وردیاں آگ میں پھینک دیتے ہیں۔

ہم گھر جا رہے ہیں!

یہ خوشی کا دن ہے۔ مرہا بازی اور BVES نے موتیا اور اس کے 15 دوستوں گھر ڈھونڈ لئے ہیں اور اب یہ سارے بچے کئی سالوں کی جنگی زندگی کے بعد اپنے گھروں میں واپس جا رہے ہیں۔

دوستو! خدا حافظ

لڑکے جو ایک دوسرے کے پکے دوست بن چکے ہیں، الوداع ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہتے ہیں۔ بے شک وہ اپنے گھروں کو واپس جانے کیلئے خوش ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کو اپنے دوستوں کی یاد ضرور آئے گی۔

خدا حافظ! اب ہم گھر جا رہے ہیں!

بچوں کو کھیلنے کیلئے بم نہیں گیند دیں!

مرہا بازی کہتا ہے کہ ''بچوں کو کھلونے اور کھیلنے کی گیند دینی چاہئے جبکہ باغی بچوں کو پکڑتے ہیں ان کے سکول کی وردیاں جلا دیتے ہیں اور ان کو فوجیوں کی وردیاں پہنا کر ان کے ہاتھوں اسلحہ اور بم تھما دیتے ہیں۔ لیکن ہم بچوں کو فٹ بال دیتے ہیں تاکہ وہ گھر جائیں اور کھیلیں۔ اس سے بچے اپنے اپنے گاؤں میں فٹ بال کی ٹیم بناتے ہیں اور آپس میں میچ کھیلتے ہیں۔''

مرہا بازی کہتا ہے کہ ''یہ بہت خوشی کا لمحہ ہے! میں پریشان صرف اس لئے ہوں کہ کہیں ان علاقوں میں دوبارہ لڑائی شروع نہ ہو جائے جہاں یہ لڑکے جا رہے ہیں اور ایسا نہ ہو کہ ان کو دوبارہ فوجی بننے کیلئے مجبور کیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے بڑا دکھ ہوگا۔ کیونکہ ایک لڑکے کو تین دفعہ باغی اٹھا کر لے گئے تھے لیکن ہم اسے آزاد کروانے میں کامیاب ہوتے رہے۔''

ریڈیو بہت اہم ہے

''میں آپ کو یہ ریڈیو اس لئے دے رہا ہوں کہ آپکو خبر رہے کہ آپ کے ملک اور دنیا بھر میں کیا ہو رہا ہے، یہ بہت اہم ہے۔ خبریں سنیں خاص کر بچوں کے حقوق کی خبریں یہ ریڈیو شمسی توانائی سے چلتا ہے اور اس میں سیل ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

ہم گھر جارہے ہیں!

میں خوش رہنااور کھیلنا چاہتا ہوں

’’میں اپنے گاؤں کے دوستوں کو یاد کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ وہ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہونگے کیونکہ میں کافی عرصہ باغیوں کے ساتھ رہا ہوں اور مجھے کھیلنے کی بالکل اجازت نہ تھی، میں بہت خوش ہوں کہ مجھے گھر جانے کا موقع ملا جو بھی ہو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ جو کچھ میں نے برداشت کیا اس سے برا کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ (اکسانتی، **15** سال، اس کو **4** سال جبری فوجی رہنا پڑا)

سکول جانا میرا خواب ہے

’’میں ہمیشہ سے سکول جانا چاہتا تھا اور مجھے لگتا تھا کہ میں سکول میں نہیں ہوں تو غلط جگہ پر ہوں کیونکہ اس عمر میں مجھے سکول میں ہی ہونا چاہئے تھا۔ مرابازی میری مدد کرے گا کہ میں اپنے گھر جا کر سکول جانا شروع کرسکوں اور ایسا لگتا ہے کہ اب میرا خواب پورا ہوجائیگا۔ تعلیم ترقی کرنے کے بہت زیادہ مواقع دیتی ہے، میں اپنے ملک کا صدر بننا چاہتا ہوں، صدر بن کر سب سے پہلا کام یہ کروں گا کہ جبری فوجی بنائے گئے بچوں کو واپس لاؤں اور انہیں سکولوں میں بھیجوں۔ ان کے خاندانوں کو تلاش کروں اور سب بچوں کو ان کے گھروں میں پہنچادوں۔ میرا سب سے بڑا ڈر یہ ہے کہ کہیں باغی مجھے دوبارہ نہ لے جائیں۔‘‘ (آسومانی، اس نے **2** سال باغیوں کی قید میں گزارے)

ماں کو یاد کرتا ہے

’’میں اپنی ماں کو ملنا چاہتا ہوں، میں ہر وقت اپنی ماں کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ باغیوں کے ہتھے چڑھنے سے پہلے میں ہر روز اپنی ماں کے ساتھ کھیتوں میں کام کرنے جاتا اور پانی بھرنے میں بھی مدد کرتا تھا۔ میں ہر وقت اپنی ماں کی مدد کرنے کا سوچتا تھا کیونکہ میرے باپ کے مرنے کے بعد وہ اکیلی تھی۔ اب میں دوبارہ گھر جا کر اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ یہ بھی پریشانی ہے کہ اب مجھے یہاں کے سارے دوستوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ ہم برے وقتوں میں دوست رہے ہیں اور ایک دوسرے سے اپنے دکھ درد کی باتیں کرتے رہے ہیں۔ گاؤں کے وہ لڑکے جو کبھی جبری فوجی نہیں بنے وہ ہماری صورتحال کو کبھی نہیں سمجھ سکتے کہ ہماری زندگی کس قدر مصیبتوں کا شکار رہی ہے۔‘‘ (اوبیدی، **15** سال، نے **2** سال باغیوں کی قید میں گزارے)

قیمتی پتھروں کے خواب

’’وہ مجھے زبردستی لے گئے اور مجھ سے سونا اور دوسری معدنیات ڈھونڈنے کیلئے کھدائی کروائی جاتی تھی جو کچھ بھی ملتا تھا ہم اپنے سربراہ کو دے دیتے تھے میں ان کا غلام تھا۔ ہم کان میں کام کرنے والے دوسرے لوگوں پر حملے کرتے تھے تاکہ ان سے قیمتی چیزیں چھین سکیں۔ مجھے یاد نہیں کہ ہم نے کتنے لوگوں کو مار دیا ہے یہ سونا اور معدنیات دے کر اسلحہ اور بارود خریدا جاتا تھا۔ اگر ہمارے ملک میں قیمتی خزانے نہ ہوتے تو یقیناً یہاں کبھی لڑائی نہ ہوتی۔ یہ سارے قیمتی خزانے ہمارے لئے مصیبت بنے ہوئے ہیں۔ یہ قدرتی خزانے بہت بڑی نعمت ہوسکتے تھے اگر ہمارے ملک کی حکومت ان کو خود بیچ سکتی تو اس دولت سے بچوں کے سکول، سڑکیں اور ہسپتال تعمیر کئے جاسکتے تھے۔ کاش ایسا ہوسکتا۔ میں درزی بن کر اچھی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ (عیسایہ، **15** سال، اس نے **4** سال باغیوں کی قید میں گزارے)

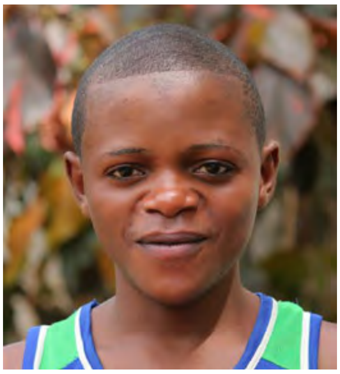

امن کی تلاش میں

’’جب میں ایک فوجی تھا ہر دن میں لڑنا پڑتا تھا اور کبھی امن اور سکون نہیں ہوتا تھا، ماں باپ سے جدا ہونے کے بعد میرا ایک بھی دن خوشی میں نہیں گزرا۔ میں ہمیشہ پریشان رہا ہوں اور یہ سارا عرصہ میرے لئے بہت خوفناک تھا۔ امید ہے کہ اب میری زندگی بہتر ہوجائے گی، میں اپنے گھر واپس جاسکوں گا اور دوبارہ سے گاؤں کے لڑکوں کو اپنا دوست بنالوں گا۔‘‘ (امانی، **15** سال، اس نے **2** سال باغیوں کی قید میں گزارے)

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: BO ÖHLÉN

فیدا۔ جبری فوجی اور غلام

جب فیدا کی عمر **11** سال تھی تو اس کو ایک باغی گروپ نے اغوا کرلیا، ڈی آر کونگو میں بہت سارے باغی گروپ ہیں جو آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ یہ وقت برے خواب کی طرح شروع ہوا لیکن **4** سال تک جاری رہا۔اس دوران یہ بیچاری جبری فوجی بھی رہی اور اس کے ساتھ ہر رات کو زیادتی کی جاتی تھی۔

فیدا کو اپنے قریب سے دوسری لڑکیوں کے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں وہ بھی فیدا کی طرح قسمت کی ماری ہوئی یہاں ظلم وستم کا شکار تھیں۔ فیدا اپنی دوستوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کررہی تھی، کسی کو بھی پتا نہ چلا کہ باغی ان کے پاس پہنچ گئے ہیں ۔باغیوں نے فیدا کی **2** دوستوں کو ماردیا۔ایک باغی فیدا کو مارنے لگا تو اس کے سردار نے آواز دی ''رک جاؤ اس کو مت مارو میں اس کو اپنی بیوی بناؤں گا!'' مسلح افراد نے فیدا اور اس کی دوست آسیزا کو پکڑ لیا اور ان کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا۔ اگلے دن کچھ باغی فوجی کسی پر حملہ کرنے کیلیے گئے تو باقیوں نے ہمیں گالیاں دینا شروع کردیں اور انہوں نے بھی میرے ساتھ زیادتی کی ۔ ان کے سربراہ کے واپس آنے سے پہلے ہر باغی فیدا کے ساتھ زیادتی کرچکا تھا اور یہ روز کا معمول تھا۔

باغی فوجی کی زندگی

''میں سب کی غلام بنی ہوئی تھی اور وہ مجھے زبردستی نشہ کرنے پر مجبور کرتے تھے یہاں پر کچھ لڑکیاں فوجی بھی تھیں اور فیدا نے دیکھا کہ ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرتا۔اس نے اپنے سربراہ سے کہا کہ کیا وہ فوجی بن سکتی ہے ،اس پر وہ راضی ہوگیا اور اس کو فوجی بننے کی اجازت دے دی ۔ اس کو دو مہینے اسلحہ چلانے کی تربیت دی گئی اور اس طرح وہ اس کی فوج کا حصہ بن گئی ۔ایک دن فیدا کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ حملہ کرے گی ہمیں جانے سے پہلے نشہ دیا گیا اور ہم بچوں کو زبردستی سب سے آگے چلایا جاتا تھا میری دوست آسیزا کو کسی نے پیچھے سے گولی ماری اور وہ مرگئی۔'' فیدا مسلسل سوچ رہی تھی کہ بھاگ کیسے جائے لیکن وہ ایسا کر نہیں پارہی تھی ۔ کیونکہ ایک دفعہ ایک چھوٹے بچے نے بھاگنے کی کوشش کی تو اس کو فوراً گولی مار دی گئی تھی۔جب مرہابازی پہلی دفعہ ہمارے کیمپ میں آیا تو اس نے ہاتھ اوپر کیے ہوئے تھے اور وہ کہہ رہا تھا ''اب امن'' چاہیے۔اس کو آسانی سے مارا جاسکتا تھا لیکن اس کے چہرے پر کوئی ڈر نہیں تھا۔مرہابازی نے کہا کہ وہ بچوں کو لینے آیا ہے کیونکہ بچوں کو جبری فوجی نہیں ہونا چاہیے ان کو سکول جانا چاہیے ۔سربراہ نے بچوں کو چھوڑنے سے انکار کردیا اور مرہابازی کو خالی ہاتھ واپس جانا پڑا۔کچھ سالوں بعد وہ پھر واپس آیا لیکن اس کو پھر ناکامی ہوئی۔

فیدا اپنی بڑی بہن دھونیا کے ساتھ رہتی ہے اور یہاں پر وہ اکٹھی کپڑے دھورہی ہیں۔دھونیا کہتی ہے کہ'' جب مجھے **BVES** میں بلایا گیا کہ میری بہن کو بچالیا گیا ہے تو میں بہت خوش ہوئی اب وہ میرے ساتھ ہے وہ میری بیٹی کی طرح ہے اور میرے خاندان کا حصہ ہے۔''

تیسری دفعہ کامیاب رہا

جب فیدا کو باغیوں کی قید میں **4** سال ہوگئے مرہابازی پھر سے آیا۔'' مجھے یقین نہیں آرہا تھا مرہابازی نے مجھے گلے سے لگایا اور کہا کہ اب تم آزاد ہو اور سب کچھ ٹھیک ہوگیا ہے۔'' فیدا کو مرہابازی کے سنٹر میں تعلیم شروع کرنے کا موقع ملا۔

بچوں کے حقوق کی ہیرو 2

اینا مولال

PAGE 38–44

اینا مولال کی عمرصرف 6 سال تھی جب اس کوپہلی دفعہ اس بات کا تجربہ ہوا کہ شمالی تنزانیہ کے مسائی گاؤں میں رہنے والے معذور بچوں کی زندگی کس طرح مسائل سے بھری ہوئی ہے ۔کئی سال بعد جب اینا واپس اس گاؤں میں آئی تو اس نے دیکھا کہ سارا گاؤں خالی ہے ۔لیکن ایک گھر کے اندراس نے دیکھا کہ ایک 8 سال کی معذور بچی نیمیا کوا پڑی ہےاوروہ چل پھر نہیں سکتی ،اگر اینا یہاں نہ آتی تو یہ لڑکی مرچکی ہوتی ۔

اینا کا تعلق بھی مسائی لوگوں سے ہے ،اس کی عمر صرف 6 سال تھی جب وہ اپنے گاؤں میں بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی ،اچانک ایک گھر شور کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ اینا کو یاد ہے کہ ’’میں نے اپنی دوست سے پوچھا کہ کون شور کر رہی ہے تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ میری بہن ہے جس کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ ہماری ماں نہیں چاہتی کہ کسی کو یہ پتا چلے کہ ایک بیٹی معذور ہے میں اسکے گھر اندر گئی اور دیکھا کہ ایک بچی جو معذور ہے وہاں لیٹی ہوئی ہے مجھے دیکھ کر وہ مسکرانے لگی۔‘‘

اینا کی نعوری سے ملاقات

اینا نے لڑکی کو اٹھا کر بٹھایا اوراس کے ساتھ کھیلنے لگی ۔نعوری کو بہت اچھا لگا کہ کوئی اس کے ساتھ بھی کھیل رہا ہے ۔اگلے دن اینا پھر نعوری سے ملنے گئی اس وقت نعوری کی ماں پانی بھرنے گئی ہوئی تھی ’’میں نعوری کے ساتھ کھیل رہی تھی اور ہمیں پتا ہی نہ چلا کہ کب نعوری کی ماں اندر آئی اوراس نے مجھے غصے سے کہا کہ آئندہ کبھی ہمارے گھر کے اندر مت آنا ۔‘‘لیکن اینا اگلے دن پھر آ گئی ۔

’’باقی بچے ڈرتے تھے لیکن میں نے کہا کہ سارے بچوں کو دوستوں کے ساتھ کھیلنے کا حق ہے اور یہ حق نعوری کو بھی ہے ۔‘‘

اینا مندرجہ ذیل عالمی اہداف کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے:

ہدف 1: غربت کا خاتمہ ۔ ہدف 4: ہر بچے کا حق ہے کہ اسے معیاری تعلیم دی جائے۔

ہدف 10: غیرمساوی رویوں میں کمی ۔ہدف 11: معذور لوگوں کے حقوق بھی عام لوگوں کی طرح ہیں۔

اینا کو کیوں نامزد کیا گیا ہے؟

اینا مولال کو بچوں کے حقوق کے انعام کیلئے اس کی شمالی تنزانیہ میں معذور مسائی بچوں ،غربت و افلاس میں رہنے والے اور پسماندہ علاقوں کے بچوں کیلئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے نامزد کیا گیا ہے۔

مسائل

مسائی لوگ بنیادی طور پر چرواہے ہیں لیکن 20 ویں صدی کے آغاز سے ہی انتہائی غربت کا شکار ہو گئے ہیں ان کی زمینوں پر قبضہ کر کے یہ زمینیں امیر تاجروں کو بیچ دی گئیں ہیں اور مسائی لوگوں کو زبردستی ایسے علاقوں میں بھیج دیا گیا ہے جہاں پر ان کے جانوروں کیلئے چارہ تک نہیں ہے اور کاشتکاری کیلئے بھی زمین نہیں ہے اور ایسے بچے جو معذور ہوں ان کو تو اکثر چھپا کر رکھا جاتا ہے یا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے ۔جس کی وجہ غربت یا پھر معذوری کے بارے لوگوں کی غلط سوچ ہے۔

کام

اینا اوراس کی تنظیم ہڈمایا ولمایو بچوں کو ایسے مواقع مہیا کرتی ہے کہ وہ بہتر زندگی گزار سکیں ۔ یہاں بچوں کو صحت و علاج معالجہ، جسمانی ورزش اور دیگر سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔بچوں کو سکول جانے کا موقع دیا جاتا ہے اور بچوں کے لئے ایسا ماحول دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں۔ان بچوں کے والدین کو بھی تعلیم و آگاہی اور مالی امداد دی جاتی ہے تا کہ وہ ان بچوں کو بوجھ نہ سمجھیں بلکہ گھروں میں ان کی دیکھ بھال کر سکیں۔اینا نے ان بچوں کیلئے سکول قائم کئے ہیں۔

نظریات اور نتائج

اینا نے اپنے کام کے ذریعے 1990 سے اب تک 15000 مسائی معذور بچوں کو بہتر زندگی گزارنے کے قابل بنایا ہے۔اینا ان بچوں کے مفادات کے بارے میں مقامی لوگوں، سیاستدانوں اور مختلف تنظیموں سے رابطہ کرتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ ان بچوں کے حقوق کا احترام ہو۔

گاؤں میں واپسی

اینا کہتی ہے کہ ''ہم چاہتے ہیں کہ بچے اپنے گاؤں میں واپس جائیں اور اپنے خاندانوں کے ساتھ آرام سے زندگی گزاریں، وہ سکول جاسکیں اور دوسرے لوگوں کی طرح معاشرے کا حصہ بن کر رہ سکیں۔''

اینا نے یہ بات دوسرے بچوں کو بھی سمجھائی، اب جب نعوری کی ماں باہر جاتی تو سب بچے اس کے ساتھ کھیلنے کیلئے آجاتے لیکن جیسے ہی وہ واپس آتی تو سب بچے بھاگ جاتے۔ اینا نے نعوری کی مدد کی اور کچھ دنوں میں اس نے کھڑا ہونا شروع کردیا اور وہ چلنے کی کوشش کرتی۔ جلد ہی نعوری نے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنا شروع کردیا۔ کچھ ہفتوں بعد نعوری کی ماں اینا کے گھر گئی اور بتایا کہ کس طرح اینا نے نعوری کی مدد کی ہے اور اب اس نے چلنا شروع کردیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اینا نعوری کی مدد کرتی رہے کیونکہ جب نعوری اینا کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ بہت خوش رہتی ہے اور یہ بھی تو ایک معجزہ ہے کہ اب نعوری اٹھ بھی سکتی ہے اور چل پھر بھی سکتی ہے۔''

اینا نے کہا کہ کیا نعوری کو سکول جانے کی اجازت ہے لیکن اس کی ماں اس پر رضا مند نہ تھی۔ ''میں ہر دن سکول کے بعد نعوری کے گھر جا کر اس کو پڑھانا شروع کردیا۔ اس طرح میں نعوری کی پہلی استاد بن گئی۔''

بچوں کیلئے جدوجہد

اینا بنیادی طور پر ایک تربیت یافتہ نرس تھی۔ ایک دن، ایک جرمن خاتون اس کے پاس آئی جو اس سے کچھ بات کرنا چاہتی تھی۔ ''وہ جانتی تھی کہ میرا تعلق مسائی گاؤں سے ہے اور وہ ہمارے گاؤں میں موجود معذور بچوں کے متعلق جاننا چاہتی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں یہ بات بہت عام ہے کہ بچوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جائے یا اکیلا چھوڑ دیا جائے۔ یہاں پر لوگوں کی سوچ ہے کہ معذور بچہ پیدا ہونا ان کو اپنی کسی غلطی کی سزا ملی ہے۔ لیکن ان سب سے ہٹ کر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مسائی لوگ بہت سخت جان ہوتے ہیں اور یہ بہت دور دور تک پیدل چل کر اپنے جانوروں کیلئے تازہ گھاس تلاش کرتے ہیں۔ ایک بچہ جو کہ چل پھر نہیں سکتا وہ پورے گروپ کیلئے رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔ میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ ان بچوں کے حقوق اب بھی سلب ہو رہے ہیں۔ ان بچوں کو چھپا کر رکھا جاتا ہے اور علاج کی سہولیات نہیں دی جاتی اور سکول اور کھیل سے بھی محروم رکھا جاتا ہے۔''

جرمن خاتون نے اینا سے کہا کہ اگر معذور مسائی بچوں کی مدد کرنا ہے تو ہمیں مسائی معذور بچوں کیلئے ایسا پروگرام شروع کرنا چاہیئے جس میں ان کو تعلیم اور ہنر سیکھائے جائیں اور ان کو ہر طرح سے سہولیات فراہم کی جائیں۔ اس تنظیم کا نام ہڈما یا ولمایو (معذور بچوں کی فلاح و بہبود) رکھنا چاہیئے۔ ''میں نے فوراً ہاں کردی، کیونکہ میں ایسے ہی کسی موقع کا انتظار کر رہی تھی اور اب ایسا ممکن ہو پایا کہ میں معذور بچوں کیلئے کچھ کرنے کے قابل ہو پائی جیسا کہ میں نے بچپن میں نعوری کیلئے کیا تھا۔''

ہار نہیں ماننا

اینا نے **1990** میں گاؤں گاؤں جانا شروع کیا اور معذور بچوں کے حقوق پر بات کرنا شروع کی اور اس نے دوسرے ضرورت مند بچوں کیلئے بھی کام کرنا شروع کیا۔

غربت میں رہنے والے مسائی

مسائی لوگ چرواہے ہیں تقریباً **10** لاکھ مسائی ہیں ان میں سے آدھے تنزانیہ میں اور آدھے کینیا میں رہتے ہیں۔ **20** ویں صدی کے آغاز ہی سے وہ چراگاہیں جن میں مسائی لوگ اپنے جانوروں کو چراتے تھے وہ علاقے کم ہونا شروع ہو گئے کیونکہ حکومت نے ان علاقوں کی زمینوں کو امیر زمینداروں اور تاجروں کے ہاتھوں فروخت کرنا شروع کردیا اور ان لوگوں نے یہاں پر بڑے بڑے فارم اور فیکٹریاں لگانا شروع کردیں۔ کچھ علاقوں میں انہیں لوگوں نے شکارگاہیں اور جنگلی جانوروں کیلئے پارک بنا دیئے۔ **2009** میں پولیس نے شمالی تنزانیہ آٹھ مسائی گاؤں کو آگ لگا دی کیونکہ یہ زمین کسی امیر آدمی کو بیچ دی گئی تھی۔ لوگوں کو ان کے گھروں سے محروم کردیا گیا اور **3000** سے زائد مردوں، عورتوں اور بچوں کو بے گھر کردیا گیا اور جن مسائی لوگوں نے بات نہ مانی ان کو پکڑ کر جیلوں میں ڈال دیا گیا۔

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: TORA MÅRTENS

کھیلنا بہت ضروری ہے!

اینا کہتی ہے کہ ''کسی بچے کیلیئے اس سے بری کوئی چیز نہیں ہوسکتی کہ اس کو اکیلا چھوڑ دیا جائے اور کوئی اسکا خیال نہ کرے''۔ اس لئے اینا کے سکول میں بچوں کا اکٹھے کھیلنا اور ایک دوسرے سے ملنا جلنا اہم ہے۔

جن بچوں کی انہوں نے مدد کرنا شروع کی ان میں سے ایک **15** سال کی لڑکی پولینا تھی جو پولیو کی وجہ سے معذوری کا شکار تھی اور اس کے والدین وفات پا چکے تھے۔ وہ زمین پر لیٹ کر چلتی تھی۔ اینا کا خیال تھا کہ گاؤں والوں کو یہ سمجھانا بہت آسان ہوگا کہ اگر پولینا کا آپریشن کروا دیا جائے تو وہ چلنے کے قابل ہو سکتی ہے لیکن یہ خیال غلط تھا۔

''وہ نہیں جانتے تھے کہ کچھ معذور بچے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا آپریشن ہو جائے تو وہ بہتر ہو سکتے ہیں اور وہ میری بات پر یقین نہیں کرتے تھے کیونکہ ان زمانے کی کوئی خبر نہ تھی وہ ہسپتال کے بارے میں کچھ نہ جانتے تھے اور ان کے پاس ریڈیو بھی نہیں تھے کہ ان کو کچھ معلوم ہو سکے۔ ان کے خیال میں معذور بچوں پر پیسہ خرچ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ پیسے کو ضائع کرنا اور ان کا خیال تھا کہ یہ بچے نہ تو ٹھیک ہو سکتے ہیں اور نہ ہی گھر کے کاموں میں مدد کر سکتے ہیں اور یہ کبھی سکول نہیں جا سکتے۔ میری سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ میں ایک عورت تھی کیونکہ ہمارے معاشرہ میں عورتوں کی کوئی حیثیت نہ ہے۔ اس لئے وہ میری بات پر غور ہی نہیں کرتے تھے۔''

لیکن اینا نے ہار نہیں مانی ایسے ہی جیسے اس نے چھ سال کی عمر میں نعوری کی ماں سے ہار نہیں مانی تھی، اب اسی طرح نے اس نے گاؤں کے رہنماؤں کو بھی سمجھانا شروع کر دیا۔ اس کو گاؤں پہنچنے میں چار گھنٹے لگتے تھے پھر بھی اینا دو ہفتوں میں پانچ دفعہ گاؤں میں جاتی تھی۔ ہر ملاقات میں وہ لوگوں کو بچوں کے حقوق کے بارے میں بتاتی تھی اور اس کی کوششوں سے پولینا کے آپریشن کا بھی انتظام ہو گیا کیونکہ اینا گاؤں کے لوگوں کو قائل کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

خوشی کے آنسو

آپریشن کے کچھ ہفتوں بعد پولینا نے چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا اور اس نے بیساکھیوں کے ساتھ چلنا سیکھ لیا تھا۔

''وہ بہت خوش تھی اور میں بھی! اسکے تین ماہ بعد پولینا اپنے گھر گئی تو اس کو خود چلتے دیکھ کر گاؤں کے لوگ بہت خوش ہوئے!'' اینا بہت خوش تھی کہ پولینا نے چلنا شروع کر دیا ہے لیکن وہ یہ بھی سوچتی تھی کہ بہتر زندگی کیلیئے پولینا کے پاس تعلیم کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ پولینا کو کپڑے سلائی کرنے کا بہت شوق ہے اس لئے ہم نے اس کو درزن کی تربیت دلوائی۔ اس کام میں وہ بہت اچھی تھی۔'' پولینا کی خبر کئی دوسرے گاؤں تک پھیل گئی اور لوگوں نے معذور بچوں کے بارے میں کھل کر بات کرنا شروع کر دی اور کہنا شروع کر دیا کہ ان کے معذور بچوں کی بھی مدد کی جائے۔ اینا نے پسماندہ علاقوں میں جا کر معذور بچوں کی مدد شروع کی۔ ہر دفعہ اس کو زیادہ سے زیادہ معذور بچے ملتے گئے۔

''**1998** میں منڈولی میں ہمارا اپنا سنٹر قائم ہو چکا تھا ہم نے وہاں نرسوں اور جسمانی مشقیں کرانے والے ڈاکٹرز کا انتظام کیا اور اس کے ساتھ اساتذہ کا بھی انتظام کیا کیونکہ مجھے پتا تھا کہ ان بچوں کو کبھی سکول نہیں بھیجا گیا ہے۔ اس سنٹر میں **30** بچوں کی جگہ تھی لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ اسی جگہ ہمارے پاس **200** بچے موجود تھے۔ ہمارے پاس جگہ تو نہیں تھی لیکن ہم کسی بچے کو انکار بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ بچوں کے خاندان بہت غریب تھے اور وہ خود سے بچوں کیلیئے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ہم نے کسی بچے کو واپس نہیں بھیجا۔''

اس بات کو **30** سال ہو گئے ہیں جب اینا نے پولینا کی مدد کی تھی اور تب سے لے کر اب تک **15000** بچوں کی زندگی کو بہتر بنانے میں مدد کی ہے اینا اور اس کی تنظیم ہڈمایا ولمایو کا شکریہ۔

صرف مسائی بچے نہیں

اینا کہتی ہے کہ ''شروع میں ہم صرف مسائی بچوں کیلیئے کام کر رہے تھے لیکن اب ہم سب بچوں کیلیئے کام کر رہے ہیں اور ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کہ بچے کا قبیلہ، مذہب یا ذات کیا ہے۔ ہمارے پاس مسلمان بچے ہیں، مسیحی بچے اور کئی دوسرے عقائد کے بچے بھی یہاں پر موجود ہیں۔ ہمارے لئے سب بچے ایک جیسے ہیں۔ ایسے بچے جو دوسرے ممالک میں جنگی حالات کی وجہ سے بھاگ کر ہمارے پاس آئے ہیں ہم ان کی بھی مدد کر رہے ہیں کیونکہ بچوں کے حقوق کی جدوجہد کی کوئی حد نہیں ہے۔''

معذور ہونے کا کیا مطلب ہے؟

گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ معذور بچوں کیلیئے کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جن سے ایسا لگتا ہے کہ معذور بچے کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں لیکن ان دنوں آپ ایک نیا فقرہ بھی سنتے ہیں 'مختلف بچوں میں مختلف قابلیت'۔ ہم سب میں قابلیت ہے لیکن ہر کوئی ہر کام نہیں کر سکتا ہے سب میں کچھ خوبیاں ہیں اور کچھ خامیاں بھی ہیں۔ مختلف لوگوں میں مختلف قابلیت کا مطلب ہے کہ کچھ لوگ ایک کام کر سکتے ہیں جبکہ کچھ لوگ اس کام کو نہیں کر سکتے، جو لوگ ایک خاص کام کو نہیں کر سکتے وہ نا قابل یا بے کار تو نہیں ہیں بلکہ کچھ اور کام ہیں جن کو وہ احسن طریقے سے کر سکتے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم سب بچوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کریں اور خیال رکھیں کہ ہر بچے کے حقوق کا احترام ضروری ہے۔ ہم مل جل کر بری رسموں اور بوسیدہ سوچوں کو بدل سکتے ہیں اس سے معاشرے میں معذور پیدا ہونے والے بچوں کی زندگی میں بھی آسانی پیدا ہوگی۔ بہتر تو یہ ہے کہ ہم کسی کو معذور نہ کہیں بلکہ ہم ایک مختلف قابلیت (Differently Abled) کا لفظ استعمال کریں۔

اینا نے نیمیا کو اکو بچایا

اینا کہتی ہے کہ ''جب میں نے نیمیا کوا کو خالی گھر میں اکیلے زمین پر پڑے پایا تو اس وقت اس کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ اس کے پاس سے پیشاب کی بدبو آ رہی تھی کیونکہ وہ معذوری کی وجہ سے اٹھ نہ سکتی تھی، مجھے ایسا لگا کہ یہ بچ نہیں سکے گی۔''

ہم اپنی موبائل کلینک کے ساتھ ایک علاقہ میں گئے جہاں پر ایک یتیم لڑکی رہتی تھی جس کو دماغی فالج تھا اور وہ اپنے بہن بھائیوں سے بالکل الگ تھی جب میں نے پوچھا کہ کسی کو اس کے گھر کا پتا ہے تو ایک عورت نے مجھے بتایا کہ اس لڑکی کا خاندان قحط سالی کی وجہ سے یہ گھر چھوڑ کر اپنے مال مویشی ساتھ لے کر چلا گیا ہے۔'' مجھے پتا تھا نیمیا کو ساتھ لے جانا بہت مشکل ہوگا کیونکہ چل نہیں سکتی تھی۔ جب میں ان کے گھر کی طرف گئی تو وہ سارا علاقہ سنسان تھا کیونکہ سب لوگ جا چکے تھے میں گھر کے بالکل قریب کھڑی تھی اور ہم واپس جانے ہی والے تھے کہ مجھے ایک آواز سنائی دی۔''

شیر کی آواز؟

'' مجھے لگا جیسے کوئی شیر دھاڑ رہا ہے، یہ آواز پھر سے آئی تو میں ڈر گئی پھر میں نے اس گھر کے اندر جھانک کر دیکھا کہ کوئی یہاں ہے تو نہیں۔ میں نے کسی کے کراہنے کی آواز سنی اصل میں نیمیا کوا زمین پر پڑی ہوئی تھی اور بڑی مشکل سے سانس لے رہی تھی اور اس کے پاس سے بڑی بدبو آ رہی تھی۔ فالج کی وجہ سے وہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ اس کے پاس ایک برتن میں تھوڑا سا دودھ پڑا تھا۔ ایک دوسرے برتن میں تھوڑا سا پانی تھا۔ نیمیا کوا بہت کمزور ہو چکی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ لوگ بچے ہمارے سنٹر میں چھوڑ کر چلے جاتے تھے اور پھر کبھی واپس نہیں آتے لیکن اپنے بچے کو اس طرح چھوڑ جانا میرے لئے ناقابل یقین تھا!''

نیمیا کوا کو بچا لیا گیا

''میں نے نیمیا کوا کے کان میں بولا کہ کیا وہ میرے ساتھ سنٹر جانا چاہتی ہے تاکہ ہم اس کی دیکھ بھال کر سکیں اس نے ہاں میں سر ہلایا، میری اور میرے سارے ساتھیوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے اس کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا تو مجھے لگا کہ اس کو وہ پیار نہیں ملا جس کی اس کو ضرورت تھی۔ اور خدا نے مجھے اس گاؤں میں اسی لئے بھیجا ہے کہ میں اس کی مدد کروں۔ نیمیا کوا کو اس حالت میں دیکھنا میری زندگی کے سب سے برے لمحات تھے۔ لیکن اسی وقت مجھے بڑا حوصلہ بھی ملا کہ میں اس کے حقوق اور ایسے بہت سارے بچوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کو جاری رکھوں تاکہ انکو بہتر زندگی میسر ہو پائے۔ تب میں نے پکا ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی کی آخری سانس تک ان بچوں کی مدد کرتی رہوں گی۔''

اینا کہتی ہے کہ ''نیمیا کوا اب بھی اس سنٹر میں ہے ہم تب تک کسی بچے کو گھر واپس نہیں بھیجتے جب تک ہمیں یقین نہ ہو کہ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال ہوگی اور نیمیا کوا کیلئے تو یہاں ناممکن ہوگا کہ وہ وہیل چیئر کو گاؤں میں ریت پر چلا سکے۔ اسی طرح ایسے بچوں کا اپنے خاندان اور مال مویشیوں کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بھی بہت مشکل ہے۔''

20 کروڑ معذور بچے

اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشن کے مطابق معذور بچوں کے حقوق بھی ویسے ہی ہیں جیسا کہ دوسرے بچوں کے ہیں اور ضروری ہے کہ ان بچوں کو بہتر زندگی گزارنے کیلئے زیادہ توجہ دی جائے۔ اس کی بجائے معذور بچوں کی صورتحال بدترین ہے اور یہ صورتحال صرف مسائی یا تنزانیہ میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں 20 کروڑ معذور بچے بدترین صورتحال کا شکار ہیں۔

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: TORA MÅRTENS

لومنیکی کو چھپا کر رکھا گیا

لومنیکی جب پیدا ہوا اس کی ٹانگیں مڑی ہوئی تھیں اسے اٹھنے بیٹھنے میں مشکل ہوتی تھی اور وہ چلنا نہ سیکھ سکا۔ اس کا باپ نہیں چاہتا تھا کہ گاؤں کے لوگ اسے دیکھیں۔ ''مجھے کوئی انسان نہیں سمجھتا کیونکہ میں اپاہج ہوں۔ لیکن جب اینا مولال نے مجھے بچالیا تو مجھے نئی زندگی ملی اس کیلئے میں اس کا شکر گزار ہوں۔ (لومنیکی، 15 سال)

جب لومنیکی چھوٹا تھا تو وہ سارا سارا دن کمرے کے اندر اندھیرے میں پڑا رہتا تھا۔ وہ گاؤں کے بچوں کی ہنسنے کی آوازیں سنتا تھا۔ لومنیکی کہتا ہے کہ ''مجھے نہیں پتا کہ میرا باپ مجھے چھپا کے کیوں رکھتا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ اس پر شرمندہ تھا کہ میں معذور ہوں۔ میری ماں اس طرح نہیں سوچتی تھی لیکن سارے فیصلے تو میرا باپ کرتا تھا۔ کئی دفعہ جب میرا باپ گھر سے باہر ہوتا تھا تو میری ماں مجھے چوری چھپے گھر سے باہر لے جاتی تھی اور گاؤں کے درخت کے نیچے زمین پر بیٹھا دیتی تھی اس وقت میں دوسرے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھ سکتا تھا لیکن کوئی بچہ میرے ساتھ نہ بات کرتا تھا اور نہ ہی کھیلتا تھا۔''

06:00 صبح بخیر!

نیمیا کو اپنے دانت صاف کرتی ہے، جب وہ سنٹر میں آئی تھی تو اس وقت اپنے دانت صاف کرنا اور خود کپڑے بدلنا اس کیلئے ناممکن تھا۔

10:00 تفریح کا وقت!

بچے خوش ہوتے ہیں اور اپنی اپنی مرضی کی جسمانی مشقیں کرتے ہیں۔ نیمیا کو گیند کو دوسری لڑکی کی طرف پھینکتی ہے اور پھر وہ لڑکی گیند اس کی طرف پھینکتی ہے۔

شب بخیر!

حلیمہ جوان کی نگران ہے کہتی ہے کہ ''سوجاؤ، تمہیں اچھی نیند آئے'' حلیمہ خود بھی بچوں کے کمرہ میں ہی سوتی ہے تاکہ رات کو کسی بچے کو ضرورت پڑے تو مدد کر سکے۔

دماغی بیماری کی وجہ سے فالج

کچھ بچوں کو دماغی فالج عورت کے حاملہ ہونے کے وقت ہی ہو جاتا ہے اور اس کے اثرات بچے کی پیدائش کے دوسرے سال ہی ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کی عام وجوہات آکسیجن کی کمی یا پھر دماغ سے خون کا بہنا ہے۔ کچھ بچوں کو اس بیماری کی وجہ سے صرف حرکت کرنے میں دشواری کا سامنا ہوتا ہے لیکن کچھ بچوں کو فالج بھی ہو جاتا ہے۔ بہت سارے بچے جن کو دماغی فالج ہوتا ہے وہ کئی اور معذوریوں کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ کوئی بچہ اگر دماغی فالج کی بیماری میں مبتلا ہوتو اس میں بچے کا کوئی قصور نہیں ہوتا لیکن اگر ان بچوں کی جسمانی ورزش اور علاج کیا جائے تو یہ ان بچوں میں بہتری آسکتی ہے۔ اینا مولال کہتی ہے کہ ''دماغی فالج یہاں پر عام بیماری ہے جو کہ دوران پیدائش پیچیدگیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو کئی وجوہات کی بنا پر زچگی کے دوران ہسپتال نہیں پہنچ پاتے۔''

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: TORA MÅRTENS

باپ سے نفرت

لومنیکی کے باپ نے کہا کہ وہ سکول نہیں جا سکتا۔ ''میرے باپ کو لگتا تھا کہ میں نہ تو بڑا ہو کر جانوروں کی پرورش کر پاؤں گا اور نہ ہی میں کوئی نوکری کرنے کے قابل ہو پاؤں گا۔ میرے باپ کی اس سوچ نے میری زندگی کو تباہ کر دیا اور اس وجہ سے مجھے اپنے باپ سے نفرت ہے۔'' اب اس کی ماں پولینا یہ بات برداشت نہیں کر پا رہی تھی اس کو بہت برا لگ رہا تھا کہ اس کے بیٹے لومنیکی کے ساتھ کیسا سلوک ہو رہا ہے اور اس نے اپنے شوہر کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک دن اس نے اپنے بیٹے کو اپنی کمر پر اٹھایا اور وہ دونوں گاؤں چھوڑ کر چلے گئے۔ پولینا بیٹے کو لے کر اپنے والدین کے پاس سوانا گاؤں چلی گئی۔ لومنیکی کے نانا نانی، ماموں اور دوسرے رشتہ داروں نے ان کو خوش آمدید کہا۔ پہلے پہلے لومنیکی کو لگا کہ سب اچھا ہے اور لوگ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے اور اس سے بات چیت بھی کرتے تھے۔ اس کا ماموں اس کو اپنی گائے کی کمر پر بیٹھا کر گاؤں سے باہر لے جاتا اور وہ درختوں کے نیچے کھیلتا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد گاؤں کے بچے میرے سے تنگ آ گئے، جب وہ سکول چلے جاتے تو میں اکیلا درخت کے نیچے بیٹھا رہتا میں برا محسوس کرتا کہ میں خود کچھ کیوں نہیں کر سکتا۔ اس سے میری پریشانی بڑھتی گئی اور مجھے احساس ہونے لگا کہ میری زندگی کس طرح کی ہے۔ میں کبھی سکول نہیں جا سکوں گا، مجھے کبھی کوئی نوکری نہیں ملے گی ۔ مجھے یہ سب بہت برا لگا اور میں اپنے آپ کو گھٹیا محسوس کرنے لگا ایسا لگتا تھا جیسے میں کوئی مصیبت ہوں۔''

اینا ہمارے گاؤں میں آئی

لومنیکی یاد کرتا ہے کہ ''مجھے وہ دن کبھی نہیں بھول سکتا جب اینا ہمارے گاؤں میں پہلی دفعہ آئی ۔ میری عمر اس وقت **10** سال تھی اور میں درخت کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پہلے کار نہیں دیکھی تھی جب یہ میرے قریب آ رہی تھی تو میں خوف سے کانپ رہا تھا میں نے چیخنا شروع کر دیا۔ اس کار سے ایک عورت باہر نکلی میرے پاس آئی اور بیٹھ گئی وہ مسکرائی اور پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ ڈرو مت میں آپکی مدد کرنے آئی ہوں۔'' اینا نے میری ماں کو بتایا کہ اگر میرا آپریشن ہو جائے تو میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا اور خود سے چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں گا اور دوسرے بچوں کی طرح سکول جانا بھی شروع کر سکوں گا۔ میری ماں بہت خوش تھی اور وہ چاہتی اینا مجھ سے بات کرے۔ لیکن اس لئے نہیں ہو سکتا تھا کہ ماموں گھر پر نہیں تھے اور ماں کو میرے ماموں کی اجازت لینا ضروری تھا۔ اس لئے اینا مجھے لئے بغیر چلی گئی ۔ وہ پھر واپس آئی اور میرے ماموں سے بات کی اس نے میرے ماموں کو سب کچھ بتایا کہ میرا آپریشن ہو سکتا ہے میں نے اس سے پہلے ایسی بہادر عورت نہیں دیکھی تھی کہ جو مردوں سے ایسی بات کرے اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مرد کسی عورت کی بات اتنے غور سے سنے ۔ اینا عام عورتوں سے بالکل مختلف تھی۔''

بچوں کے ساتھ ناچنا!

لومنیکی کہتا ہے کہ ''آپریشن ہونے کے بعد میں گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ ناچ سکتا ہوں میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایسا ہو پائے گا۔'' اس تصویر میں لومنیکی ناچ رہا ہے اور ناچنے کے دوران لڑکے اچھل کود کر رہے ہیں۔

لومنیکی کے آپریشن کا وقت

لومنیکی کے خاندان کو تھوڑے سے پیسے دینے ہیں اور باقی سارا خرچہ اینا کا سنٹر کرے گا۔

لومنیکی چرواہا بن گیا

لومنیکی اپنی بکریوں کی نگرانی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''اب جب میں چھٹیوں میں گھر آتا ہوں تو میں اپنی بھیڑ بکریوں کو سنبھالتا ہوں جیسا کہ گاؤں کے دوسرے لڑکے کرتے ہیں۔ مسائی کے لوگوں کیلئے جانور بہت اہم ہیں۔''

لیکن جب اینا آئی تو ماں نے اس کو بتایا کہ خاندان کے پاس کچھ بھی پیسوں کا انتظام نہیں ہو پایا تو اینا نے جواب دیا کہ پریشان مت ہوں میں پھر بھی لومنیکی کی مدد کروں گی۔ ہم کسی طرح اس مسئلے کو بھی حل کر لیں گے۔'' اسی دن اینا لومنیکی کو گاڑی میں بیٹھا کر لے گئی اور اس کی نئی زندگی کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ لومنیکی کو فوراً اینا کے سنٹر میں داخل کر لیا گیا اینا اور اس کے ساتھیوں نے لومنیکی کو خوش کرنے کیلئے تمام انتظامات کر لئے اور اس نے سکول جانا اور لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔

اس نے سکول میں بچوں کے حقوق کے بارے میں بھی سیکھا۔ ''اگر میں گھر پر رہتا تو میں صرف ایک معذور بچہ ہوتا اور میں اپنے آپ کو دوسروں سے کم تر سمجھتا رہتا لیکن سنٹر میں آ کر میری زندگی بدل گئی میرے بہت سارے دوست بنے ہم آپس میں ہر طرح کی بات چیت کرتے تھے کیونکہ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اب میں اکیلا نہیں لیٹا رہتا جیسا کہ گھر میں ہوتا تھا۔ سنٹر میں ہر وقت میرا کوئی نہ کوئی دوست میری کرسی کو دھکا لگانے کیلئے موجود ہوتا تھا۔ میری زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے اپنے آپ کو کم تر نہیں سمجھا بلکہ مجھے ایسا لگا جیسا کہ میں دوسرے لوگوں جیسا ہی ہوں ۔ یہ بہت شاندار احساس تھا۔

شہر کے ہسپتال میں لومنیکی کا آپریشن ہوا پہلے ہفتے میری ٹانگوں میں بہت درد ہوتا رہا لیکن آہستہ آہستہ میں بہتر ہوتا گیا اور بہت جلد میں نے بیساکھیوں کے ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ ایک سال کے عرصہ کے بعد میں نے ہمت کی اور بیساکھیوں کے بغیر ہی چلنا شروع کر دیا اور اب میں بغیر کسی سہارے کے چل سکتا تھا۔ یہ دن میری زندگی کا سب سے اچھا دن تھا۔

میں وکیل بننا چاہتا ہوں

ایک سال اور لگا کہ لومنیکی اس قابل ہو گیا کہ وہ بالکل ٹھیک طریقے سے چل پھر سکتا تھا اور اب وہ سنٹر چھوڑ سکتا تھا اینا نے اس کی مدد اور اس نے سکول جانا شروع کر دیا پہلے انہوں نے سوچا کہ اس کو اس کے گاؤں کے سکول میں داخل کروایا جائے لیکن گاؤں کا سکول بہت دور تھا اور اتنا زیادہ پیدل چلنا اس کے لئے بہتر نہ تھا۔ ''میری ٹانگیں ابھی اتنی بھی مضبوط نہ تھیں کہ میں صحرا میں سے گزر کر سکول جاؤں اور میرے لئے مشکل ہو سکتا تھا اگر میرے سامنے کوئی جنگلی جانور آ جائے۔ اس لئے اینا نے ایک شہر میں بورڈنگ سکول میں مجھے داخلہ لے دیا۔''

لومنیکی جب اپنے سکول سے چھٹیوں کے دوران گاؤں میں آتا ہے تو اس کو بہت اچھا لگتا ہے اور اب اس کو جانوروں کی رکھوالی کرنے بھی کوئی مشکل نہیں ہوتی اور اب اس کا وکیل بننے کا خواب بھی پورا ہو سکے گا۔ ''میں اینا جیسا بننا چاہتا ہوں تا کہ میں اپنی ساری زندگی بچوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرتا رہوں۔ جیسا کہ اس نے میرے لئے کیا ہے۔ اگر اینا اتنا لمبا سفر سوانا کی طرف نہ کرتی تو، میں اپنی ساری زندگی ایسے ہی اکیلا درخت کے نیچے لیٹے ہوئے گزار دیتا اور کبھی کچھ نہ کر پاتا۔ اس نے مجھے ایسی زندگی دی جو بہت قیمتی ہے۔''

جو درخت مایوسی کی نشانی تھا اب وہ میری زندگی کی نشانی بن گیا

اینا مولال اور لومنیکی اسی درخت کے نیچے بیٹھے ہیں جہاں یہ دونوں پہلی دفعہ ملے تھے اور اسی درخت کے نیچے اس کے ماموں نے آپریشن کرنے کی اجازت دی تھی۔ یہ درخت جو میرے لئے مایوسی کا نشان تھا اور جہاں مجھے سارا سارا دن پڑے رہنا پڑتا تھا جبکہ دوسرے بچے کھیل رہے ہوتے تھے یا سکول جاتے تھے لیکن جب سے اینا نے مجھے بچایا اور میری نئی زندگی شروع ہوئی تو یہ جگہ مجھے اچھی لگنے لگی۔''

لڑکیوں کے حقوق

لومنیکی کہتا ہے کہ ''اس پر یقین کرنا بہت مشکل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری ماں کی بات کی کوئی قدر نہ تھی کیونکہ میری ماں چاہتی تھی کہ میں سکول جاؤں لیکن سارے فیصلے تو میرا باپ کرتا تھا اور ماں کے چاہنے یا نا چاہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اینا نے مجھے بتایا کہ یہ بالکل غلط ہے اصل میں لڑکے اور لڑکیوں کی حیثیت برابر ہے اور ان کے حقوق بھی برابر ہیں ان کو اپنی رائے کے اظہار کے برابر مواقع ملنے چاہئیں۔'' تصویر پر لومنیکی کی بہن نارا کا کمپیوٹر سیکھنا چاہتی ہے۔

شیر اور لگڑ بگڑ

لومنیکی کہتا ہے کہ ''ہاتھی اور زرافے تو یہاں پر دن میں بھی دکھائی دیتے ہیں لگڑ بگڑ اور شیر رات کو ہی دیکھے جا سکتے ہیں میں یہاں کے جنگلی جانوروں کو بہت پسند کرتا ہوں لیکن ہم نے اپنے گاؤں کے گرد لکڑیوں کی مضبوط دیوار بنا رکھی ہے تا کہ جنگلی جانور ہماری بکریوں کو اٹھا کر نہ لے جائے اگر پہاڑوں کی طرف جائیں تو وہاں پر شیر اور چیتے ہوتے ہیں۔''

PAGES 45–51

بچوں کے حقوق کا ہیرو 3
جیمز کوفی عنان

جیمز اپنے گاؤں کے 4 لڑکوں کے ساتھ مل کر گھر سے بھاگ گیا۔ ان سب کو ایک صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس آدمی نے پکڑ لیا۔ اس وقت جیمز کی عمر 6 سال تھی اور ان بچوں کو نہیں پتا تھا کہ وہ آدمی ان کو کہاں لے کر جا رہا ہے جیمز کو بالکل اندازہ نہ تھا کہ اس نے اپنی زندگی کے اگلے 7 سال مچھلی منڈی میں غلام بن کر گزارنے ہیں۔

کچھ مہینے پہلے تین آدمی ہمارے گاؤں میں آئے۔ ان کے ساتھ کچھ لڑکے بھی تھے۔ ان سب نے بہت صاف ستھرے کپڑے جو بہت قیمتی لگتے تھے اور قیمتی جوتے بھی پہنے تھے۔ ایک آدمی گاؤں کے گرد گھومتا رہا اور اس نے بالغ لوگوں سے بات کی۔ انہوں نے بچوں میں یہ افواہ پھیلا دی کہ اگر وہ ان کے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہو جائیں تو جب وہ اگلی دفعہ واپس گاؤں آئیں گے تو ان کے پاس بھی ایسے ہی صاف ستھرے اور قیمتی کپڑے ہوں گے اور سب سکول بھی جا سکیں گے اور ان کیلئے کھانے کو بھی بہت کچھ ہوگا۔ جیمز کے گھر والے بہت غریب تھے اور اس کی ماں پر 12 بچوں کی ذمہ داری تھی۔ ان سب کو سکول بھیجنا اس کے لئے ناممکن تھا۔ ان کے پاس سکول کی کتابوں، بستوں اور وردی کے لئے بالکل بھی پیسے نہیں تھے۔

لڑکے غائب ہونا شروع ہو گئے

وہ سب صاف ستھرے کپڑے پہنے لوگ جب یہاں سے واپس گئے تو اس کے بعد ایک ایک کر لڑکے گاؤں سے غائب ہونا شروع ہو گئے۔ جیمز کے دوست نے کہا کہ ''اب اگلی دفعہ تمہاری باری ہے''۔

جیمز مندرجہ ذیل عالمی اہداف کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے:

ہدف 3: اچھی صحت اور پرورش۔ ہدف 4: ہر بچے کیلئے معیاری تعلیم۔ ہدف 8: اچھا کام۔

ہدف 16: جبری مشقت، بچوں کی غلامی، بچوں کے خلاف استحصال اور تشدد۔

جیمز کو کیوں نامزد کیا گیا ہے؟

جیمز کوفی عنان کو بچوں کے حقوق کے انعام کیلئے اس لیے نامزد کیا گیا کہ اس نے گھانا میں جھیل وولٹا پر مچھلیوں کی منڈی میں غلامی کی زندگی گزارنے والے بچوں کیلئے انتھک جدوجہد کی ہے۔

مسائل

جیمز، جس کو ایک مچھیرے نے بچپن میں ہی اپنے پاس غلام بنا لیا تھا اور اس کو سات سال تک غلامی میں کام کرنا پڑا۔ اصل میں یہاں پر مچھلی منڈی میں زبردستی بچوں کو غلام بنا کر کام لیا جاتا تھا۔ والدین غربت بھری زندگی گزار رہے تھے اور اکثر ان کو قرض لینا پڑتا تھا اور جب وہ قرض ادا نہ کر پاتے تو مچھیرے ان کے بچوں کو اٹھا کر زبردستی غلام بنا لیتے تھے۔ حالانکہ زبردستی بچوں کو ایسے غلام بنانا گھانا کے قانون کے خلاف تھا، ایک اندازے کے مطابق 250,000 اسمگل بچے غلامی میں کام کر رہے تھے اور 13 لاکھ بچے پورے ملک میں ایسی زندگی گزار رہے تھے۔

کام

جیمز جانتا تھا کہ غربت ہی غلامی کی اصل بنیاد ہے، اس پر صرف تعلیم کے ذریعے ہی قابو پایا جا سکتا ہے۔ جن اسمگل شدہ بچوں کو بچایا جاتا تھا ان کو سب سے پہلے جیمز کی تنظیم (Challenging Height's Sheltered) میں لایا جاتا تھا، جہاں پر ان بچوں کو مدد فراہم کی جاتی تھی کہ اپنی زندگی کے ان مشکل اور تشدد بھرے ایام کو بھلا سکیں جن حالات میں وہ غلامی کے دوران زندگی گزار رہے تھے۔ جب وہ اپنے آپ کو بہتر محسوس کرنا شروع کر دیتے تو ان کو واپس ان کے خاندانوں کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔ غریب ماؤں کو ان کے بچوں کی تعلیم کیلئے قرض حسنہ دیا گیا جس سے انہوں اپنے بچوں کو غلامی کی زندگی سے آزاد کروایا۔

نظریات اور نتائج

جیمز کی تنظیم (Challenging Heights) نے تقریباً 1000 اسمگل بچوں کو بچایا۔ وہ 700 بچوں پر مشتمل سکول چلا رہا ہے اور جس کے ایک کمرے میں 120 بچے ہوتے ہیں۔ جیمز اور اس کی تنظیم نے اب تک 15,000 بچوں کی مدد کی ہے جو غلامی کی زندگی گزار رہیتھے، ریڈیو کے ذریعے ہزاروں غریب بچوں نے اپنے حقوق کے بارے میں جانا۔

انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی جیمز کے والد کے پاس بیٹھا کچھ بات کر رہا ہے۔ اس کے بعد وہ ایک پرانی اور زنگ آلود بس میں سوار ہو کر چلا گیا۔ حتی کہ وہ بس بچوں سے بھری ہوئی تھی۔ شام شروع ہو گئی ، بس جھٹکے لیتی ہوئی اسی سڑک پر جا رہی تھی جہاں ریت کے ٹرک جاتے تھے۔ جیسے ہی بس کہیں پر رکتی تو ہر بار جیمز کو لگتا کہ جیسے وہ اپنی منزل پر پہنچ گئے ہیں لیکن انجن دوبارہ چلنا شروع ہو جاتا۔ جب راستے میں ان کو باتھ روم جانا ہوتا تو ایک گارڈ ان کے ساتھ جاتا۔ سفر کے تیسرے دن وہ ایک گاؤں یاٹی میں پہنچے جو کہ شمالی وولٹا جھیل کے آخر پر تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں بچے ہر سال یہاں لائے جاتے تھے جن کو زبردستی مچھیروں کے ساتھ غلام بن کر کام کرنا پڑتا تھا۔ ان بچوں کو صرف 7 سے 25 ڈالر میں بیچ دیا جاتا تھا اور کم از کم 2 سال تک اس غلامی میں ان کو کام کرنا ہوتا تھا۔ جن والدین کو پیسے دیئے جاتے تھے ان کو اکثر یہی کہا جاتا تھا کہ بچے سکول جا رہے ہیں اور وہاں پر ان کو ہنر بھی سکھائے جائیں گے۔

ان کو چھوٹے بچے چاہیے

سمندر پر کشتیاں انتظار کر رہی ہیں، اور بچوں کو تقسیم کر دیا گیا کہ کس نے کہاں جانا ہے ۔ 6 گھنٹے کشتی میں سفر کے بعد، جیمز مچھلیاں پکڑنے والے گاؤں میں پہنچا، جہاں پر مچھیرا جو بچوں کو غلام بنا کر رکھتا تھا اس نے جیمز کو آتے ہی کام پر لگا دیا۔ اس نے ایک کشتی نکالی اور اس کا جال بنانے لگ گیا۔ رات کو وہ گھر کے اندر فرش پر سو گیا جہاں پر دوسرے لائے گئے بچے بھی ایک لائن میں سو رہے تھے۔ جیمز رات کے تین بجے اٹھ گیا جب کسی نے اس کے منہ پر پانی پھینکا۔ پھر وہ کشتی کی طرف چلنے لگے ۔ جیمز کو جال سنبھالنا تھا اس نے کل بنایا تھا۔ لیکن آج یہ سب اس کے لئے آسان نہ تھا کیونکہ اس سے جال میں گنجل پڑ گئے تھے۔ جب مچھیرے کو اس بات کا پتا چلا تو اس نے ایک بھاری چپو سے اس کے سر پر مارا۔ اب سے اس کو ہر چھوٹی سی بات پر مار پڑنا شروع ہو گئی تھی اور وہ عادی ہو گیا تھا۔ وہ مچھیرا بچوں کو اپنے والدین کے متعلق بات تک نہ کرنے دیتا تھا۔ یہ اس کے لئے بہت آسان تھا کہ بچے اپنے والدین کو بھول جائیں تا کہ وہ جیسے چاہے پھر ان سے کام کروائے۔ اس لئے وہ چھوٹے بچوں کو غلام بنانے میں آسانی محسوس کرتا تھا۔ وہ جلدی سب بھول جاتے ہیں۔ خطرناک غوطہ مارنا لیکن جیمز نہیں بھولا تھا۔ خاص طور پر وہ اپنی ماں کو نہیں بھول پایا اور وہ اس کو بھولنے کی عادت کو نہیں روک پایا حتی کہ دن ہفتوں میں اور مہینے سالوں میں بدل گئے لیکن وہ اپنی ماں کو نہیں بھول سکا۔

کام کرنے کے دن بہت لمبے تھے اور ان کو ہمیشہ آدھی رات سے کام شروع کرنا پڑتا تھا۔ اس کو صرف چند گھنٹے ہی سونے کیلئے ملتے تھے۔ تمام کام جو کرنے ہوتے تھے ان میں سب سے برا کام جب جال میں گنجل پڑ جاتے تھے۔ جب کبھی جال نیچے کسی چیز کے ساتھ الجھ جاتا تھا تو جیمز کو پانی میں چھلانگ لگا کر جال کو نکالنا ہوتا تھا حالانکہ اس وقت نظر بھی کچھ نہیں آتا۔ یہ ڈر سے نکلنے کا آسان طریقہ تھا۔ دوسرے بچے ایسا کرنے سے ڈوب جاتے تھے۔ ایک دن جب جیمز نے جال کو چھڑانے کیلئے پانی میں چھلانگ لگائی تو اس کی ٹانگیں اندھیرے میں جال کے اندر پھنس گئی۔ وہ جتنی ہمت سے اپنے آپ کو کھینچ سکتا تھا اس نے کھینچا کہ وہ اپنے آپ کو اس جال سے آزاد کرا سکے۔

جب جیمز جال میں پھنس گیا تھا اس کو لگتا تھا کہ جیسے وہ نہیں بچے گا۔

جھیل میں درخت

گھانا میں موجود جھیل وولٹا دنیا کی سب سے بڑی مصنوعی جھیل ہے۔ اس کو تقریباً 40 سال پہلے بنایا گیا تھا جب بجلی کی پیداوار کیلئے ڈیم بنانا تھا۔ سیلاب کی وجہ سے ڈیم جنگلوں کی طرف چلا گیا جس کی وجہ سے اس جھیل کی بنیادیں جنگل میں آ گئیں۔ درخت جھیل کے اوپر آنا شروع ہو گئے لیکن ان میں سے کئی درخت نظر نہیں آتے تھے۔

درختوں کی جڑیں ہونے کی وجہ سے اکثر جال ان میں پھنس جاتا ہے اور بچوں کو چھلانگ لگا کر اس کو نکالنا ہوتا ہے۔ بہت سے غلام بچے ہر سال پانی میں ڈوب جاتے ہیں کیونکہ جب وہ اس جال میں پھنس جاتے ہیں تو اپنے آپ کو چھڑا نہیں پاتے۔ جیمز کوفی عنان کہتا ہے کہ ”ہر پانچ میں سے ایک بچہ اس وجہ سے مر جاتا ہے۔“

ان غلام بچوں کیلئے یہاں سے بھاگنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

آخرکار وہ اپنی پوری ہمت سے جال کو توڑ کر خود کو بچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ وہ یہاں سے بھاگنا چاہتا ہے! لیکن یہاں پر کوئی سڑک نہیں ہے۔ادھر ایک طرف تو گھنا جنگل اور زہریلے سانپ ہیں اور دوسری طرف بہت بڑی وولٹا جھیل ہے۔

فرار ہونا

جب جیمز 13 سال کا ہوا، اس کو بھاگنے کا موقع ملا۔ اس کا ایک قریبی رشتہ دار فوت ہوگیا جس وجہ سے اس کی ماں مچھیروں کے اس گاؤں میں آئی جہاں جیمز پہلے سے ہی موجود تھا۔ ان سات سالوں میں یہ پہلی دفعہ تھا کہ جیمز نے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔ اس کی ماں آخرکار مچھیرے کو رضامند کرنے میں کامیاب ہوگئی کہ وہ جیمز کو جنازے میں شامل ہونے کی اجازت دے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ایک کشتی میں سوار ہو کر بس کے اڈے پر پہنچے گے اور پھر اپنے گاؤں پہنچ جائیں گے تاکہ جنازے میں شامل ہوسکیں۔ ان کو بس نہیں ملی، پہلے ان کو ایک ٹرک میں لفٹ مل گئی جو کہ ان کے گاؤں کی طرف ہی جا رہا تھا۔ سات سال مچھیرے کی غلامی میں رہنے کے بعد جیمز کو ستاروں کا حال جاننا آ گیا تھا۔

اس کو اندھیری راتوں میں بھاگنے کیلئے ستاروں سے مدد ملتی تھی۔ جیمز اور اس کی ماں کو اپنے گھر پہنچنے کیلئے دو دن اور دو راتیں لگ گئیں۔ ان کو راستے میں گھاٹیوں پر جوس سے بھرے جنگلی آم ملے۔ آزادی کے جوش میں وہ میلوں میل سفر کرتا رہا اور اس کو بالکل بھی تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی۔ جلد ہی وہ اپنے گھر پہنچ گیا! لیکن اس کو اپنا گھر ڈھونڈنے میں تھوڑی مشکل پیش آئی۔ کیونکہ ان سات سالوں میں بہت کچھ بدل چکا تھا اور وہاں پر بہت سارے نئے گھر اور سڑکیں بن چکی تھیں۔ کیا اس کو کوئی پہچان سکتا تھا؟ یقیناً سب اس کو پہچانتے تھے! دیکھو، اینا کا بیٹا کوفی عنان واپس گھر آ گیا ہے! کتنا بڑا ہوگیا ہے! لوگوں نے خوشی سے اس کا استقبال کیا۔ جیمز اب آزاد تھا اور اس نے نئی زندگی شروع کرنی تھی۔

چھوٹے بچوں کو تعلیم دینا

جیمز لکھنا اور پڑھنا چاہتا تھا۔ جب وہ 13 سال کا تھا تو وہ بہت سے سکولوں میں گیا کہ اس کو کسی ایک سکول میں داخلہ مل جائے۔ لیکن ہر جگہ سے اس کو انکار ہی ہوا۔ آخرکار، ایک سکول نے جیمز کو چھٹی جماعت میں داخل کر لیا ''لیکن مجھے تو اس وقت نہ لکھنا آتا تھا اور نہ ہی پڑھنا اور نہ ہی مجھے پتا چلتا تھا کہ سبق میں کیا پڑھایا جا رہا ہے۔''

جیمز وولٹا جھیل پر ایک بچے کو بچاتے ہوئے۔

جب بچے جیمز کے (Sheltered Home) میں آتے ہیں، ان کا بہت برا حال ہوتا ہے۔ لیکن جلد ہی وہ دوسرے بچوں کے ساتھ دوستی کر لیتے ہیں جن کے ساتھ وہ کھیلتے ہیں اور اپنی زندگی کے تجربات ایک دوسرے کو بتاتے ہیں۔

جیمز کے اس مسئلے کا حل یہی تھا کہ وہ کھانے کے وقفے کے دوران یا فارغ وقت میں پچھلی جماعتوں کے بچوں کے ساتھ بیٹھتا اور ان سے بات چیت کرتا یا پھر پچھلی جماعتوں کی کتابیں پڑھتا تاکہ اس کو پچھلی جماعتوں کا بھی علم مل جائے۔

''میں نے اپنی عزت نفس کو ختم کیا کہ ایک چھوٹا سا بچہ میرا استاد ہے۔'' جیمز جلد ہی اس کا ہم خیال بن گیا۔ اس نے بہت اچھے نمبروں سے سکول پاس کیا اور وہ یونیورسٹی میں چلا گیا۔ آخرکار وہ ایک بہت بڑے بینک میں منیجر کی نوکری حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

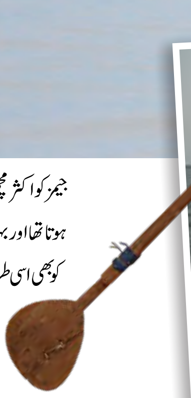

جیمز کو اکثر مچھیرا چپو کے ساتھ مارتا ہوتا تھا اور بہت سے دوسرے بچوں کو بھی اسی طرح مار پڑتی تھی۔

جیمز ہمیشہ آدھی رات کو کام شروع کر دیتا تھا اور اس کو سونے کیلئے چند گھنٹے ہی ملتے تھے۔

لڑکے یاٹی کی طرف گئے

گھانا میں جو لوگ بچوں کی اسمگلنگ کر کے ان کو غلام بناتے ہیں وہ تو انتہائی گندے لوگ ہیں۔ یاٹی اس گاؤں کا نام ہے جہاں بچوں کو پکڑ کر لایا جاتا ہے اور انہیں غلام بنا کر کام لیا جاتا ہے۔ یاٹی ایسا گاؤں ہے جو اسمگل شدہ بچوں سے بھرا پڑا ہے۔ اس کے بعد ان کو جھیل میں مختلف مچھیروں کے پاس بھیج دیا جاتا ہے جہاں پر وہ غلامی کی زندگی گزارتے ہیں۔ بچوں کی غلامی گھانا میں بہت ہی عام ہے۔ بچوں کو ان کے والدین اور رشتہ دار فروخت کر دیتے ہیں، اکثر ایک ماں بہت سے بچوں کو نہیں سنبھال سکتی۔ یہ بھی بہت عام بات ہے کہ جب بھی ان غریب لوگوں کا کوئی رشتہ دار مر جاتا ہے تو یہ قرضہ لے کر اس کی تدفین کے انتظامات کرتے ہیں جب وہ اس قرض کو واپس نہیں کر پاتے تو اس کے بدلے ماہی گیر ان کے بچوں کو غلام بنا لیتے ہیں۔ ان کو ایک بچے کے بدلے 7 سے 25 ڈالر تک دیے جاتے ہیں اور پھر بچوں کو کم از کم دو سال تک غلامی میں رہ کر کام کرنا ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ عرصہ تک۔ بچوں کی غلامی کے متعلق قانون بھی ہے، اس لئے جیمز کی تنظیم (Challenging Height) پولیس کی مدد سے ان بچوں کو آزاد کرانے کی کوشش کر رہی ہے۔

TEXT: EVA-PIA WORLAND PHOTOS: BO ÖHLÉN

30 اسمگل شدہ بچوں

یہ 30 بچے جن کو اس غلامی کی زندگی سے آزاد کرواکر (Challenging Heights) کے محفوظ گھر میں لایا گیا ہے یہ 1 سے 12 سال تک اس غلامی میں زندگی گزار رہے تھے۔ اگر شروع سے دیکھا جائے تو یہ غلامی کا سلسلہ پچھلے 161 سالوں سے چلا آرہا ہے! اب یہ آزاد ہیں، اور یہ اپنے مستقبل کے خواب دیکھتے ہیں۔ ان سب کا خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلیئر، ڈرائیور، استاد یا پھر بینک منیجر بنیں۔ جیمز بھی ایک غلام بچہ تھا جو بعد میں بینک منیجر بنا!

آرہنفول، 11 سال، 2 سال غلام رہا، اس کا خواب ہے کہ وہ ڈاکٹر بنے۔

جسٹس، 12 سال، 1.5 سال غلام رہا، اس کا خواب ہے کہ وہ بڑھئی بنے۔

میپرم، 12 سال، 3 سال غلام رہا۔ اس کا خواب ہے کہ وہ بینک منیجر بنے۔

بورٹسی، 13 سال، 4 سال غلام رہا، اس کا خواب ہے کہ وہ درزی بنے۔

سیموئیل، 16 سال، 10 سال غلام رہا۔ اس کا خواب ہے کہ وہ بینک منیجر بنے۔

کوبینا، 14 سال، 8 سال غلام رہا۔ اس کا خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلیئر بنے۔

کوامی، 15 سال، 7 سال غلام رہا۔ اس کا خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلیئر بنے۔

جب یہ بچے غلام تھے تو سو بھی نہیں سکتے تھے، لیکن اب اس گھر میں وہ جب تک چاہیں آرام سے سو سکتے ہیں۔

اس تنظیم کی نے بہت سے بچوں کو آزادی دلوائی ہے۔

جب وہ بینک میں کام کرتا تھا، جیمز کو صرف اسمگل کیے ہوئے بچوں کا ہی خیال آتا تھا۔ اس نے پھر (Challenging Heights) کے نام سے تنظیم بنائی اور ان بچوں کے رہنے کیلئے ایک محفوظ گھر بنایا۔

جیمز۔۔بچوں کو آزادی دلانے والا۔

''میں اچھا کر رہا ہوں، لیکن مجھے ہر دن ان بچوں کا خیال رہتا ہے جو ابھی تک غلام ہیں اور جیسے میں نے زندگی گزاری وہ گزار رہے ہیں۔'' جیمز ہر مہینے اپنی تنخواہ سے پیسے بچا کر اپنے گاؤں کے بچوں کو آزاد کرا کے ان کو سکول بھیجتا ہے۔ ایک سال کے اندر اس نے اور اس کی تنظیم (Challenging Heights) نے 52 بچوں کو سکول بھیج کر ان کی مدد کی ہے۔ بہت سے مچھیرے اس بات سے غصہ ہوئے ہیں۔ ہم خاندان والوں کو اس بات پر قائل کر رہے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو واپس بلائیں تا کہ ہم ان بچوں کو ان کے حقوق کے متعلق سکھا سکیں۔ ان مچھیروں نے میرے گھر والوں کو دھمکیاں بھی دیں کہ میں یہ کام چھوڑ دوں۔ ''میں نے اپنے آپ کو بہت بہتر بنا لیا ہے، لیکن مجھے اب اپنی یہ نوکری بے معنی سی لگتی ہے۔'' 2007 میں اپنی سالگرہ کے دن جیمز اپنے کمپیوٹر پر بیٹھ کر اپنا استعفیٰ لکھ رہا ہے۔

چوبیس گھنٹے غلامی

جب میبل کی ماں فوت ہوئی، اس کو اور اس کے چھوٹے بھائی بہنوں کو ایک رشتہ دار کے گھر رہنے کیلئے بھیج دیا گیا، جہاں پر میبل سے زبردستی سخت کام کروایا جاتا تھا۔ رات کو اس کو مچھلیاں پکڑنے جانا ہوتا تھا۔ صبح کے وقت اس کو لکڑیاں لانا ہوتی تھیں اور ناشتے میں دلیہ بنانے میں مدد کرنا ہوتی تھی۔ پھر اس کے بعد کشتی پر کام کرنے والے سب لوگوں کیلئے اسے کھانا بنانا پڑتا تھا اور اسی طرح پھر اس کو رات کے کھانے کا بھی بندوبست کرنا ہوتا تھا۔ میبل کہتی ہے کہ ''اسے سونے کیلئے مشکل سے ہی وقت ملتا تھا۔'' ہر شام وہ یہ امید لگاتی تھی کہ طوفان آجائے اور اس کو جھیل پر کام کیلئے نہ جانا پڑے۔''

اس کے رشتہ داروں کے اپنے بچے بھی تھے، جن کو سکول جانے کی اجازت تھی، لیکن میبل اور اس کے چھوٹے بھائی بہنوں کو سکول جانے کی اجازت نہ تھی۔ ایک دن سٹیون اور لینڈا (Challenging Heights) تنظیم کی طرف سے آئے۔ انہوں نے میبل کے رشتہ داروں کو بتایا کہ حکومتی قانون ہے کہ بچوں کو سکول جانا چاہیئے۔ ''انہوں نے ہمیں سکول بھیجنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد سٹیون اور لینڈا پولیس کے ساتھ دوبارہ واپس آئے اور ہمیں وہاں سے لے گئے۔'' میبل اس گھر میں آکر بہت خوش تھی اور یہاں وہ سکول جا سکتی تھی، لیکن اس کی کمر پر بہت برے نشان تھے۔ جو اس کو چپو سے مارنے کی وجہ سے پڑے تھے۔

کے اپنے مستقبل کے بارے میں خواب

نینی، 13 سال، 7 سال غلام رہی۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ بس ڈرائیور بنے۔

اپریکو، 14 سال، 10 سال غلام رہا۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلئر بنے۔

سیمی، 10 سال، 2 سال غلام رہا۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ استاد بنے۔

کو، 14 سال، 12 سال غلام رہی۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ بس ڈرائیور بنے۔

ڈینیل، 10 سال، 2 سال غلام رہا۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ درزی بنے۔

جیمز، 13 سال، 4 سال تک غلام رہا۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلئر بنے۔

کوجو، 16 سال، 1 سال تک غلام رہا۔ اس
کا خواب ہے کہ وہ بلڈر بنے۔

کوامی، 8 سال، 1 سال تک غلام رہا۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ ڈرائیور بنے۔

کیویکو، 14 سال، 10 سال غلام رہا۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلئر بنے۔

ایکو، 10 سال، 6 سال تک غلام رہا۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور بنے۔

پورٹیا، 15 سال، 6 سال تک غلام رہی۔
اس کا خواب ہے کہ وہ استاد بنے۔

کیویکو، 5 سال، 1 سال تک غلام رہا۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ گاڑی خریدے۔

آفیدزی، 15 سال، 1.5 سال تک غلام رہا
اس کا خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلییَر بنے۔

نکونٹا، 12 سال، 9 سال تک غلام رہا۔
اس کا خواب ہے کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور بنے۔

اوٹو، 13 سال، 2 سال تک غلام رہا۔ اس کا
خواب ہے کہ وہ ڈرائیور بنے۔

چارلس، 12 سال، 6 سال تک غلام رہا۔
اس کو خواب ہے کہ وہ استاد بنے۔

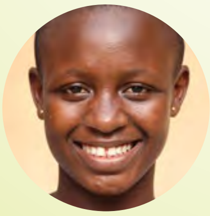

میبل، 15 سال، 9 سال تک غلام رہی۔ اس
کا خواب ہے کہ وہ نرس بنے۔

یا، 14 سال، 10 سال تک غلام رہا۔ اس
کو خواب ہے کہ وہ استاد بنے۔

ایریل، 14 سال، 10 سال تک غلام رہا۔
اس کا خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلئر بنے۔

جونیئر، 6 سال، 2 سال تک غلام رہا۔ اس
کا خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلئر بنے۔

ایسائمہ، 17 سال، 10 سال تک غلام رہا۔
اس کا خواب ہے کہ وہ فٹ بال پلئر بنے۔

کوجوجو، 6 سال، 1 سال تک غلام رہا۔ اس
کا خواب ہے کہ وہ پائلٹ بنے یا بڑھئی۔

مارتھا، 14 سال، بہت سال غلام رہی۔ اس
کا خواب ہے کہ وہ فیشن ڈیزائنر بنے۔

TEXT: EVA-PIA WORLAND PHOTOS: BO ÖHLÉN

کویسی کو مرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا

جب کویسی کا والد فوت ہوا، اس کی ماں یایا کے پاس اس کے جنازے کیلئے بھی پیسے نہیں تھے۔ ایک آدمی جس کو وہ جانتی تھی اس نے اسے کہا کہ کچھ پیسے ادھار لے لو تو وہ مان گئی۔ جنازے کے فوراً بعد ہی اس آدمی نے اپنے پیسوں کی واپسی کا تقاضا کر دیا۔

یایا کے 8 بچے تھے جن کو پالنے کیلئے وہ لکڑیاں اکٹھی کر کے بیچ کر گزارہ کرتی تھی۔ اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔ جس آدمی نے اس کو پیسے ادھار دیئے تھے وہ اس کو فون کر کے دھمکی دیتا تھا کہ اگر پیسے واپس نہ کیئے تو وہ اسے پولیس کے حوالے کر دے گا اور اس کو جیل جانا پڑے گا۔ کویسی ہر بات کو سن رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گاؤں میں دوسرے رہنے والے لوگوں کو پیسے ملتے تھے جب وہ اپنے بچوں کو یاٹی بھیجتے تھے۔ اس نے آدمی کو کہا کہ وہ اسے ساتھ لے جائے تا کہ وہ اپنی ماں کا قرض اتار سکے۔ اس آدمی نے کہا'' کہ اگر وہ یہ پیسے اتارنا چاہتا ہے تو اس کے بدلے اسے تین سال تک کام کرنا پڑے گا۔''

کوڑے سے مارنا

مچھیرے نے بہت سارے بچوں کو غلام بنایا ہوا تھا جو اس کیلئے کام کرتے تھے۔ رات کو گیارہ بجے کام شروع ہوتا تھا۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب جال کو پانی میں پھینکا جاتا ہے اور صبح کے چھ بجے تک ایسے ہی جاری رہتا ہے اور پھر جال کو دوبارہ اوپر کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پھر تمام مچھلیوں کو جال سے نکالا جاتا ہے اور اس کام کو کرتے کرتے دوپہر ہو جاتی ہے۔ یہاں کویسی کو سونے کیلئے ٹائم نہیں ملتا تھا۔ اکثر کویسی کو پانی میں چھلانگ لگا کر جال کو چھڑانا پڑتا جب وہ نیچے جڑوں میں پھنس جاتا تھا۔ یہ بہت خطرناک تھا، ایک دن اس کی ٹانگ اس جال میں پھنس گئی لیکن اس نے کوشش کر کے خود کو بچالیا۔ جب کویسی واپس زمین پر آیا، اس مچھیرے نے اس کے منہ پر چپو مارا۔ وہ بچوں کی چھوٹی سی غلطی پر بھی ان کو بری طرح مارتا تھا اور اکثر ان کو بھاری چپو سے مارتا تھا۔

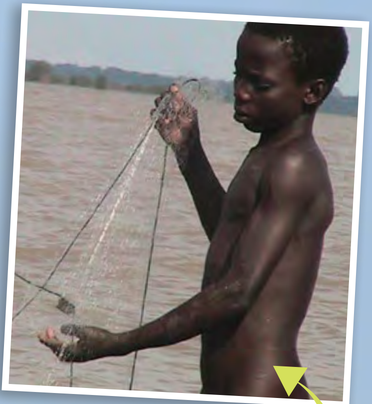

(Challenging Heights) نے کویسی کو تب ڈھونڈا جب وہ پانی میں جال پھینک رہا تھا۔ ان کو اسی وقت احساس ہو گیا تھا کہ وہ بری طرح پھنسا ہوا ہے۔

جھیل کے درمیان میں لگے درخت نے کویسی کی جان بچائی۔

یہ تصویر (Challenging Heights) کی کشتی سے اس وقت لی گئی تھی جب وہ کویسی کے پاس جا رہے تھے۔

جب کویسی کو بچایا گیا تھا تو اس وقت اس کے ہاتھوں کی حالت بہت خراب تھی۔ اس کے ہاتھ اور ناخن پانی کی وجہ سے بری طرح خراب ہو چکے تھے۔ سب غلام بچوں کے ہاتھ اسی طرح خراب نظر آتے ہیں۔

ایک شام، کویسی لیٹا ہوا سوچ رہا تھا کہ کس طرح یہاں سے بھاگا جائے۔ اس نے پہلے بھی بھاگنے کی کوشش کی تھی، لیکن وہ پکڑا جاتا تھا اور پھر اس کو بری طرح مارتے تھے۔ دن کے آغاز میں ، مچھیرے نے کویسی اور اس کے ساتھ ایک لڑکے کو پکڑا کہ انہوں نے مچھلیاں فروخت کی ہیں۔ اس مچھیرے نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کو ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور پھر ان کو ایک موٹے کوڑے کے ساتھ مارنا شروع کر دیا۔ وہ دونوں درد سے چیختے اور چلاتے رہے۔

کویسی کو درختوں نے بچایا

ایک دن جب کویسی مچھیرے کے بیٹوں کے ساتھ جھیل پر گیا، ان میں سے ایک نے اس کو دھکا دے کر پانی میں گرا دیا۔ انہوں نے جاتے ہوئے کہا کہ ”ہم جا کر یہ بتائیں گے کہ تم بھاگ گئے ہو اور ہمیں نہیں ملے۔“ کویسی بالکل اکیلا بڑی جھیل میں تھا، جو کہ زمین سے بہت کلومیٹر دور تھا۔ اس کے اردگرد بہت سے درخت پانی سے باہر نظر آ رہے تھے۔ کویسی تیرتا ہوا اس درخت کے پاس گیا جو اسے سب سے نزدیک نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کی ایک شاخ کے ساتھ لٹک گیا جب تک کہ اس کی سانس بحال نہ ہو جائے۔ اسی طرح ایک درخت سے دوسرے درخت تک وہ رکتا رکتا آخر کار کویسی زمین تک پہنچ گیا۔

کویسی کو بچا لیا گیا

کویسی کو اسی غلامی میں کام کرتے ہوئے ایک سال اور آٹھ مہینے ہو گئے ہیں۔ ابھی اس کے یہاں سے واپس جانے میں ایک سال اور چار مہینے باقی ہیں۔ ایک دن ایک موٹر کشتی کویسی کی کشتی کے قریب آئی۔ ایک آدمی اور ایک عورت نے اس سے بات کرنا شروع کی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے نام سٹیون اور لینڈا ہیں اور انہوں نے بہت سارے سوالات کرنا شروع کر دیئے کہ تمہارا نام کیا ہے؟ تم کہاں سے آئے ہو؟ تمہاری ماں کا نام کیا ہے؟ وہ مچھیرا جو کام کرواتا ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ کویسی ان کی باتوں کو نہ سمجھ پایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں ، لیکن اس نے ان کے سب سوالوں کے جواب دیئے۔ لینڈا اور سٹیون جیمز کی تنظیم (Challenging Heights) کی طرف سے آئے تھے ، اور اس سے پہلے وہ بہت سے ایسے بچوں کو غلامی سے آزاد کروا چکے تھے۔ انہوں نے پھر دوبارہ اپنی کشتی کو چلانا شروع کیا اور میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مچھیرے کے گھر کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ آدمی اور عورت واپس آئے اور انہوں نے کہا کہ کویسی اب آزاد ہے اور اب وہ ان کے ساتھ ایک محفوظ گھر میں جا سکتا ہے اور جہاں پر اس کی حفاظت کی جائے گی اور اسے اب مزید غلامی کی زندگی نہیں گزارنی پڑے گی۔ کویسی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس پر یقین کرے۔ پھر سٹیون نے کویسی کو اس کے ایک استاد کا نام بتایا جس کو وہ بہت پسند کرتا تھا جب وہ یہاں نہیں آیا تھا۔ پھر کویسی نے محسوس کیا کہ یہ ضرور مجھے میری ماں سے ملائیں گے اور ساتھ جانے کیلئے تیار ہو گیا۔

آخر کار گھر آ گیا۔

لینڈا اور سٹیون نے بہت سے بچوں کو اکٹھا کیا کیونکہ بس ان کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ محفوظ گھر ایک پہاڑ کی چوٹی پر تھا، جہاں سے پورے جنگل اور گاؤں کو دیکھا جا سکتا تھا اور جہاں سے بہت سے بچوں کو دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ والی بال اور فٹ بال کھیلتے تھے جو کہ کویسی کو بہت پسند تھا۔

یہاں پر دن میں بہت دفعہ کھانے کو ملتا تھا۔ جیسا کہ یہاں پر رہنے والے دوسرے بچوں کو، کویسی کا وزن بڑھ گیا تھا۔ وہ سکول جانا چاہتا تھا تا کہ وہ جو کچھ اس نے چھوڑا تھا سب دوبارہ جان سکے اور اب وہ یہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا تھا۔ کویسی اسی محفوظ گھر میں تقریباً ایک سال تک رہا، جب تک کہ وہ اچھا اور مضبوط نہ بن گیا۔ اس کے جسم پر بہت سے نشان تھے۔ لیکن اب وہ دوبارہ اپنی ماں کے ساتھ اپنے گھر میں ہے اب وہ ایک عام سے سکول میں چھٹی کلاس میں ہے۔

آخر کار اپنی ماں یایا کے ساتھ اپنے گھر میں۔ ”میں نہیں جانتی تھی کہ وہ کویسی کو کس جگہ پر لے گئے ہیں اور اس نے کتنا مشکل وقت گزارا ہے وہاں وہ مر بھی سکتا تھا! میں اب بہت خوش ہوں کہ وہ دوبارہ واپس آ گیا ہے اور سکول جا رہا ہے۔“

جیمز ایک ایسا ہی غلام بچہ تھا جو کہ بینک منیجر بنا۔ کویسی بھی بینک منیجر بننا چاہتا ہے

تین بھائیوں کو بچا لیا گیا

تین بھائی کویکو، 5 سال، کوجو، 6 سال اور کوامی 8 سال، ان کو مچھیرے سے بچایا گیا جب ان کی ماں نے جو پیسے ان کے باپ کے جنازے کیلئے لئے تھے واپس نہ کر سکی۔ ان بھائیوں کو ایک سال بعد رہا کروا لیا گیا تھا جو اب (Challenging Heights) محفوظ گھر میں ہیں۔

کویسی اور اس کے دوست محفوظ گھر میں فٹ بال کھیلتے ہوئے انہوں نے یہ بال پلاسٹک کے لفافوں سے تیار کی ہوئی ہے۔

یہ کوجو ہے جو بچ جانے کے بعد اپنی جیکٹ کے ساتھ (Challenging Heights) کی کشتی میں سوار ہے۔

TEXT: EVA-PIA WORLAND PHOTOS: BO ÖHLÉN

2017 میں ملالہ کے نام سے منسوب دن "ملالہ ڈے" کے موقع پر ملالہ شام کے مہاجر بچوں کے کیمپ میں، جو عراق میں ہے۔

MALIN FEZEHAI/MALALA FUND

PAGES 52–59

بچوں کے حقوق کی ہیرو 4

ملالہ یوسف زئی

یہ 9 اکتوبر 2012 کی بات ہے۔ سفید کپڑوں میں ملبوس ایک آدمی نے پوچھا۔ ''تم میں سے ملالہ کون ہے؟'' اس نے اپنا منہ ایک سفید کپڑے سے چھپا رکھا تھا۔ چھوٹی سی بس میں بیٹھی کسی بھی لڑکی نے کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ اس آدمی نے پستول نکالا اور لگا تار تین گولیاں چلا دیں۔ پہلی گولی ملالہ کے سر میں لگی۔ ملالہ بہت عرصہ سے پاکستان کی وادی سوات میں طالبان کے خلاف اس لئے جدوجہد کر رہی تھی کہ وہ چاہتی تھی کہ لڑکیوں کو سکول جانے کا حق حاصل ہے۔ ملالہ 15 سال کی تھی جب اس نے موت کو بالکل قریب سے دیکھا۔ گولی لگنے کے بعد ملالہ کو جب ہوش آیا تو وہ ساری دنیا کے لئے ایک مثال بن چکی تھی کہ اس نے لڑکیوں کے حقوق کیلئے اپنی آواز کو بلند کیا۔

ملالہ کی زندگی کے متعلق جو کتاب لکھی گئی ہے اس میں وہ بتاتی ہے کہ وہ دنیا کے خوبصورت علاقہ میں پیدا ہوئی ہے۔ ''وادی سوات بالکل جنت کی طرح ہے جس میں خوبصورت جھیلیں، پہاڑ اور آبشاریں بہتی ہیں۔ وادی سوات میں داخل ہوتے وقت آپ سب سے پہلے پڑھتے ہیں کہ جنت میں خوش آمدید''۔ اس جنت میں، ملالہ نے زلزلوں اور سیلاب کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو مرتے دیکھا ہے۔ لیکن ان سب سے بری چیز یہ تھی کہ جب وادی سوات میں طالبان آئے۔ وہ لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے تھے اور مارتے تھے، اور زبردستی عورتوں کو کہتے تھے کہ اپنے چہرے چھپاؤ اور لڑکیوں کو سکول نہیں جانے دیتے تھے۔ انہوں نے 400 سے زائد لڑکیوں کے سکولوں کو بموں سے تباہ کر دیا تھا۔

ملالہ نے پڑھنا شروع کیا اور اس کا چھوٹا بھائی خوشال اس کی نقل کر رہا ہے۔

ملالہ مندرجہ ذیل عالمی اہداف کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے:

ہدف 4: معیاری تعلیم، خاص کر لڑکیوں کے حقوق کیلئے کہ ان کو سکول جانا چاہیئے۔ ہدف 5: لڑکوں اور لڑکیوں کے برابری کے حقوق۔ ہدف 10: امتیازی سلوک میں کمی۔ ہدف 11: پائیدار معاشرہ

ملالہ کو کیوں نامزد کیا گیا ہے؟

ملالہ کو پاکستان اور پوری دنیا میں لڑکیوں کی تعلیم اور آزادی کے حقوق کی جدوجہد کیلئے نامزد کیا گیا ہے۔

مسائل

دنیا کے کئی حصوں میں لڑکیوں پر بری طرح تشدد کیا جاتا ہے اور ان کو آزادی سے نہیں رہنے دیا جاتا۔ تقریباً 13 کروڑ لڑکیاں ایسی ہیں جن کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے حالانکہ آج کے دور میں یہ ان کا حق ہے۔ 50 لاکھ کے قریب صرف پاکستان میں ہیں۔ ان سے ان کے حقوق غربت، جنگ اور امتیازی سلوک کی وجہ سے چھین لئے گئے ہیں۔

کام

ملالہ جب 11 سال کی ہوئی تو اس نے لڑکیوں کے حقوق کے متعلق بولنا شروع کیا، یہ وہ وقت تھا جب پاکستان کی وادی سوات میں طالبان نے لڑکیوں کے سکول جانے پر پابندی لگا دی۔ ملالہ جب 15 سال کی ہوئی تو سکول جاتے ہوئے اس پر حملہ کیا گیا اور اس کے سر میں گولی مار دی گئی۔ طالبان کی یہ سوچ تھی کہ وہ ملالہ کو مار کر اس آواز کو ہمیشہ کیلئے بند کر دیں گے۔ لیکن ایسا کرنے سے ملالہ اور مضبوط ہوگئی۔ ملالہ اور اس کی تنظیم ملالہ فنڈ اب ان لڑکیوں کو مدد فراہم کر رہی ہے جو سیریا، نائیجیریا، پاکستان اور دنیا بھر میں تشدد اور ناانصافی کا شکار ہیں۔ ملالہ دنیا کے رہنماؤں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ان مشکل حالات میں رہنے والی لڑکیوں کی مدد کریں اور اس کو یقینی بنائیں کہ وہ اپنی بات، مطالبات اور اپنے حقوق کیلئے آواز بلند کر سکیں۔

نظریات اور نتائج

ملالہ نے لڑکیوں کے حقوق اور ان کی بہتر تعلیم کے لئے ایسی عالمی تحریک کا آغاز کیا ہے کہ جس سے وہ اپنی زندگی کو بہت بہتر بنا سکیں۔ اس تحریک کے ذریعے اس نے اپنی جدوجہد جاری رکھی کہ 12 سال تک ہر لڑکی کو ایک محفوظ ماحول میں مفت تعلیم دی جائے اور لڑکیاں اپنی کوششوں سے دوسروں کی رہنما بن کر ایک اچھی دنیا کی بنیاد رکھ سکیں۔

TEXT: MAGNUS BERGMAR

ملالہ اپنے والد کے سکول گئی۔ آپ اس کو گلی کا سکول نہیں کہہ سکتے ہیں۔

ANJA NIEDRINGHAUS/AP

لڑکیوں کی مشکلات

ملالہ نے اپنا بہت سا وقت اپنے والد کے سکول میں گزارا جو وادی سوات کے ایک بڑے شہر مینگورہ میں ہے۔ اس نے شروع میں ہی یہ سیکھ لیا تھا کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی زندگی ایک دوسرے سے کتنی مختلف ہے اور کس طرح مرد آگے ہیں ۔ لیکن ملالہ نے اپنے والد سے سیکھا کہ جیسا وہ سوچتی ہے سب اس طرح نہیں ہے۔ جب ملالہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ایک پہاڑی گاؤں پر اپنے رشتہ داروں کے گھر گئی، اس نے وہاں اپنی چھوٹی کزن شاہدہ کو نہ دیکھا ۔ اس کی عمر صرف **10** سال تھی ، اس کے باپ نے اسے ایک بوڑھے آدمی کو شادی کیلئے بیچ دیا تھا جس کی پہلے بھی ایک بیوی تھی ۔ ملالہ نے اپنے والد سے شکایت کی کہ سوات میں لڑکیاں کس طرح کی زندگی گزار رہی ہیں۔

طالبان کا آنا

ملالہ کی عمر **10** سال تھی جب طالبان وادی سوات میں آئے۔ انہوں نے لوگوں سے سی ڈیز، ڈی وی ڈیز اور ٹیلی ویژن اکٹھے کر کے ان کا گلی میں ڈھیر لگا کر آگ لگا دی۔ طالبانوں نے چھوٹے بچوں کو پولیو کی دوائی دینے سے بھی روک دیا۔ انہوں نے کیبل پر چلنے والے چینلز اور بچوں کی کھیلوں پر بھی پابندی لگا دی۔ اس کے بعد طالبان نے اپنی نظر لڑکیوں کے سکول پر کی ۔ جب ملالہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے رشتہ دار کے پسماندہ گاؤں سے واپس آئی ، تو اس نے اپنے سکول کے دروازے پر ایک خط لٹکا دیکھا۔ اس پر ملالہ کے والد کے لئے نوٹس تھا کہ آئندہ سے سکول میں لڑکیاں یہ والی وردی پہن کر نہیں آئیں گی۔ اس کے بجائے وہ برقعہ پہنیں گی اور اپنے چہروں کو چھپائیں گی۔

سکول میں کوئی لڑکی نہیں جا سکتی

اب **2008** میں طالبان نے سکولوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا زیادہ تر لڑکیوں کے سکولوں کو اور یہ تقریباً روز ہی ہو نا شروع ہوگیا۔ ملالہ اب **11** سال کی ہے اور اس نے کئی ٹی وی چینلز پر انٹرویوز دیے۔ وہ لڑکیوں کے سکول جانے کے حقوق کے متعلق بات کرتی تھی ۔ بی بی سی کو پاکستان کی قومی زبان اردو میں انٹرویو دیتے ہوئے ملالہ نے کہا کہ: ''کس طرح طالبان مجھ سے میری تعلیم حاصل کرنے کا حق چھین سکتے ہیں ؟'' حالات مزید بگڑنا شروع ہو گئے ۔ طالبان نے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ لڑکیوں کے تمام سکول بند ہو نگے ۔ **15** جنوری **2009** کے بعد کسی بھی لڑکی کو وادی سوات کے سکول میں جانے کی اجازت نہ تھی ۔ پہلے ملالہ کو لگا کہ یہ سب ممکن نہیں ہے ۔ لیکن اس کی دوستوں نے کہا کون طالبان کو روکے گا؟ طالبان کے ہوتے ہوئے وادی سوات میں ملالہ نے اپنی زندگی کے متعلق کتاب لکھنا شروع کر دی۔ جب اس کہانی کو بی بی سی کے ریڈیو پر سنایا گیا تو اس کو لکھنے والے کا نام گل مکئی بتایا گیا جس کا مطلب مکئی کا پھول ہوتا ہے۔ اس کی دوستوں نے سکول میں اس کتاب کے متعلق بات کرنا شروع کر دی، لیکن وہ سب یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کتاب ملالہ نے لکھی ہے۔

اس کتاب میں اس نے یہ بتایا کہ کس طرح اس کو ڈر لگتا ہے، کہ لڑکیوں کے سکول جانے پر پابندی اور ان کو زبردستی برقعہ پہنانا اور اپنے چہرے کو چھپا کر رکھنا۔

ملالہ کہتی ہے کہ جب اس کے اوپر ایک دستاویزی فلم بنائی گئی ، '' یہ مجھے نہیں روک سکتے ۔۔۔ ہم پوری دنیا سے کہتے ہیں کہ: ہمارے سکولوں کو بچایا جائے، ہماری وادی سوات کو بچایا جائے اور ہمارے پیارے وطن پاکستان کو بچایا جائے ۔'' لیکن جلد ہی طالبان نے اس کے سکول کو بھی بند کر دیا۔ مسلسل احتجاج کرنے پر طالبان نے صرف **10** سال تک کی لڑکیوں کو سکول جانے کی اجازت دے دی ۔ ملالہ اور اسکی دوست جو کہ تھوڑی بڑی تھیں ، وہ اپنے عام لباس میں سکول جاتی تھیں اور اپنی کتابیں اپنی چادروں میں چھپا لیتی تھیں۔ ان لڑکیوں کی استانی اس کو خفیہ سکول کہتی تھی

خطرناک دھمکیاں

اپنی کتاب میں ملالہ لکھتی ہے کہ میں اکثر سوچتی ہوں کہ اس ملک میں لڑکیوں اور عورتوں کی زندگی کیسی ہے: ''ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے فیصلہ کر سکیں اور آزادی سے سکول جا سکیں اور کام کر سکیں ۔ پورے قرآن پاک میں یہ کہاں لکھا ہے کہ عورت مرد پر ہی انحصار کرے اور صرف مرد کی ہی مرضی پوری ہو اور عورت کی کوئی حیثیت نہ ہے؟''

خطروں کے درمیان لڑکیوں کیلئے سکول

اس تصویر میں لڑکیاں اپنے گھر سے سکول کی طرف جا رہی ہیں جو کہ ملالہ کے آبائی گھر مینگورہ میں ہے۔ انہوں نے برقعے پہنے ہوئے ہیں۔ طالبان کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ اسی طرح پردے میں رہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیاں اور عورتیں اپنا چہرہ کسی بھی مرد کو نہ دکھائیں۔ طالبان لڑکیوں کو سکول جانے سے بھی روکتے ہیں۔ **18** کروڑ **50** لاکھ باشندوں کے ساتھ، پاکستان آبادی کے لحاظ سے دنیا کا ساتواں بڑا ملک ہے۔ ہر چار میں سے تین عورتیں پڑھ نہیں سکتیں۔ پسماندہ علاقوں میں صرف سو میں سے تین عورتیں ہیں جو کہ پڑھ سکتی ہیں۔ **50** لاکھ لڑکیاں ایسی ہیں جن کو سکول جانا چاہئے لیکن وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتیں۔

آپ گلی میں سے ملالہ کا سکول نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ لڑکیاں جلدی سے اس لوہے کے دروازے سے گزرتی ہیں اور عموی طور گلی میں جانے سے پہلے ان کو اچھی طرح چیک کیا جاتا ہے۔

ANJA NIEDRINGHAUS/AP

ملالہ کو گولی لگنے کے بعد وہ اپنے سکول کے آخری سال میں رکشا پر ہی جاتی تھی۔ اس سے پہلے وہ سکول پیدل جاتی تھی، لیکن اس کی ماں اور خاندان والوں کو دھمکیوں کی وجہ سے پریشانی رہتی تھی۔

ملالہ کے والد نے انٹرنیٹ پر دیکھا کہ طالبان نے دوعورتوں کو مارنے کی دھمکی دی ہے، ان میں سے ایک ملالہ ہے۔ اس نے پڑھا کہ ''ان دونوں عورتوں کو مرنا ہوگا۔'' ملالہ کے والدین نے اسے ان دھمکیوں کے بارے میں بتایا اور کہا کہ وہ کچھ عرصہ کیلئے لڑکیوں کے حقوق اور طالبان کے خلاف بولنا بند کردے۔ ملالہ نے کہا کہ ''میں کس طرح یہ سب چھوڑ دوں؟ مجھے بہت سی تقریبات میں بولنے کیلئے بلایا گیا ہے، میں یہ سب نہیں چھوڑ سکتی۔''

چلنا بھی مشکل ہے

ملالہ اور اس کے والد نے یہ منصوبہ بنایا کہ وہ اگلی سکول کی چھٹیوں میں سوات کے مختلف گاؤں میں جا کر والدین سے بات کریں گے کہ بچوں کیلئے لکھنا اور پڑھنا کتنا ضروری ہے۔ ملالہ اپنے والد کو کہتی ہے کہ ''ہم تعلیمی مشنری بنیں گے۔'' ملالہ کی ماں اس کو سکول پیدل جانے کی اجازت نہیں دیتی۔ وہ کہتی کہ رکشا میں جایا کرو۔ وہ ایک ٹرک کے پیچھے بیٹھ کر جس کی کپڑے کی چھت ہے اپنی 20 سکول کی دوستوں کے ساتھ جاتی ہے، ٹرک کے پیچھے لمبے تین بیٹھنے کیلئے بنچ ہیں۔ یہ سکول بس ملالہ کی گلی کے سامنے آ کر رکتی ہے۔ ان دنوں جب بھی وہ بس کی سیڑھیاں چڑھتی ہے تو اسکو طالبان سے ڈر لگتا ہے۔

تم میں سے ملالہ کون ہے؟

8 اکتوبر کی رات، ملالہ اپنے امتحان تاریخ پاکستان کی تیاری کر رہی تھی۔ سکول بس دن میں دو دفعہ سکول کا چکر لگاتی تھی۔ ملالہ اور اس کی دوست امتحان کے بعد آپس میں بات کرتی تھیں، اس لئے وہ جب بس دوبارہ 12 بجے آتی تھی تو پھر جاتی تھیں۔ اچانک ہی دو آدمی جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے سڑک کے درمیان آ گئے ، اور بس کو زبردستی روکنے کا کہا۔ ان میں سے ایک نے ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور اپنے چہرے کو ایک کپڑے سے چھپایا ہوا تھا، وہ چھلانگ لگا کر بس کے اوپر چڑھا اور جھک کر دیکھنا شروع ہو گیا، نزدیک ہی ملالہ اور اس کی بہترین دوست بیٹھی تھی

ملالہ بے ہوشی کی حالت میں، جس کو تین گولیاں ماری گئی تھیں۔ ایک گولی اس کے سر میں لگی۔

QUEEN ELISABETH HOSPITAL

ملالہ اپنے والد ضیاالدین اور اپنے چھوٹے بھائیوں خوشال اور اتال کے ساتھ کوئین الزبتھ ہسپتال برمنگھم انگلینڈ میں۔

AP

ملالہ کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے پشاور کے ایک ہسپتال لے جایا گیا جب اس کو گولی لگی تھی۔

FAREED KHAN/AP

اکتوبر 2012، ملالہ کو گولی لگنے کے پانچ دن بعد، بچوں نے طالبان کے ملالہ پر حملہ کرنے کے خلاف کراچی میں احتجاج کیا۔

اس نے کہا کہ ''تم میں سے ملالہ کون ہے''۔ کچھ لڑکیوں نے مدد کیلئے چیخنا شروع کردیا، لیکن اس آدمی نے ان کو کہا کہ چپ ہو جاؤ۔ ملالہ ان میں اکیلی لڑکی تھی جس نے اپنے چہرے کو چھپایا نہیں ہوا تھا۔ کسی نے بھی نہیں بتایا کہ ملالہ کون ہے، لیکن ان میں سے بہت سی لڑکیاں اس کی طرف دیکھنا شروع ہوگئیں۔ جب اس آدمی نے اپنا کالا پستول اٹھایا، ملالہ نے اپنے دوست کے ہاتھ کو زور سے پکڑا۔ اس آدمی نے جلدی سے تین گولیاں چلائیں۔ پہلی گولی ملالہ کے سر میں لگی۔

اقوام متحدہ اور ایوارڈ

ملالہ کو ایک فوجی ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہسپتال لایا گیا اور اس کے بعد اس کو انگلینڈ کے ہسپتال لے جایا گیا۔ پھر جہاں پر اس نے ایک ہفتے بعد دوبارہ ہوش میں آنا شروع کیا۔ اس کا آدھا چہرہ فالج کا شکار ہوگیا تھا۔ لیکن آٹھ گھنٹوں کے آپریشن کے بعد، ڈاکٹر اس کے چہرے کو بچانے میں کامیاب ہوگئے۔ اخبارات میں ملالہ دنیا کے بااثر افراد کی فہرست میں شامل ہوچکی تھی۔ 12 جولائی 2013 کو ملالہ کی 16 ویں سالگرہ تھی، 80 ممالک کے 100 جوان افراد اقوام متحدہ کی تقریب میں ملالہ کو سننے کیلئے آئے۔ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری بانکے مون نے اس دن کو ملالہ کے دن کا نام دیا۔ اس نے اپنی تقریر میں ملالہ کو کہا کہ: میں گزارش کرتا ہوں کہ تم اپنی آواز کو بلند رکھو۔ اس فرق کو برقرار رکھو اور ہم سب کو مل کر اس بہادر لڑکی کا ساتھ دینا چاہئے۔ ہمیں سب سے پہلے تعلیم کو اہمیت دینی ہے۔ آئیں اس ملک کو سب کیلئے بہتر بنائیں۔''

''ہمیں مل کر عالمی سطح پر ناخواندگی، غربت اور دہشت گردی کے خلاف کوشش کرنی چاہئے۔ آئیے ہم اپنی کتابیں اور قلم پکڑیں، یہ ہمارے سب سے مضبوط ہتھیار ہیں۔ تعلیم ہی واحد حل ہے۔ تعلیم سب سے پہلے۔'' ملالہ نے جواب دیا۔

ملالہ کی آواز

طالبان کی سوچ تھی کہ وہ ملالہ کو مار کر اس کی آواز کو خاموش کردیں گے۔ لیکن ایسا کر کے انہوں نے اسے اور مضبوط کر دیا، اب اس کی آواز پوری دنیا سنتی ہے۔ ملالہ لڑکیوں کے حقوق کے لئے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہے اور ملالہ کی تنظیم ملالہ فنڈ لڑکیوں کی تعلیم کے حقوق کیلئے پوری دنیا میں کام کر رہی ہے۔ 2013 میں بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی بچوں کی جیوری نے ملالہ کو گلوبل ووٹ کے ذریعے بچوں کے حقوق کی ہیرو نامزد کیا۔ 2014 میں تقریباً 20 لاکھ بچوں نے ووٹنگ کے ذریعے ملالہ کو بچوں کے حقوق کے انعام کیلئے چنا۔ اسی سال کے دوران کچھ عرصہ میں ملالہ کو نوبل انعام سے بھی نوازا گیا اور وہ پہلی لڑکی ہے جس کو اس عمر میں یہ انعام دیا گیا ہے۔

12 جولائی 2013 کو 80 ممالک کے 100 جوان لوگوں کے سامنے ملالہ کی 16 ویں سالگرہ اقوام متحدہ میں منائی گئی۔ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری نے اس دن کو ملالہ کے دن کا نام دیا، اور اس نے ملالہ کو اقوام متحدہ کی کتاب تحفہ میں دی، یہ ایک ایسی چیز تھی جو کہ عمومی طور پر صرف ملک کے سربراہان کو دی جاتی ہے

KIM NAYLOR/WCPF

گرپس ہولم کیسل، میری فریڈ، سویڈن میں ملالہ بچوں کے حقوق کے عالمی پروگرام میں انعام لیتے ہوئے۔

ESKINDER DEBEBE/UN

ملالہ جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہے

INSIYA SYED/MALALA FUND

یہ مارچ 2018 کی بات ہے جب ملالہ ہیلی کاپٹر کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے تصویر بنا رہی ہے۔ جلد ہی ہیلی کاپٹر وادی سوات میں اتریگا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں سے 6 سال پہلے ملا کی جو بری حالت میں ہیلی کاپٹر پر لے جایا گیا تھا۔ جب دوبارہ وہ ہوش میں آئی، ملالہ کا خواب تھا کہ وہ واپس اپنے گھر جائے۔ آجکل ملالہ انگلینڈ میں رہتی ہے اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ لیکن وہ لڑکیوں کے حقوق کیلئے مسلسل جدوجہد کر رہی ہے

پاکستان کے دورہ کے دوران، ملالہ پاکستان کے وزیر اعظم سے ملی، انہوں نے بھی ملالہ کی تعلیم کے حقوق کیلئے مدد کی۔ ملالہ اپنی تقریر میں بتاتی ہے کہ:''پاکستان کی آنے والی نسل ہمارے لئے بہت قیمتی سرمایہ ہیں۔ہمیں بچوں کی تعلیم پر خرچ کرنا چاہئے۔اس طرح ایک عورت کو طاقت، کام اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر دوسروں کی بھی مدد کر سکے گی۔''

بہت سے ممالک کا دورہ

ملالہ کہتی ہے کہ''ہر روز میں لڑکیوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرتی ہوں کہ ان کو 12 سال تک مفت اور محفوظ معیاری تعلیم ملنی چاہیے۔ میں سفر کے دوران ایسی لڑکیوں سے ملتی ہوں جو غربت، جنگ، بچپن کی شادی اور امتیازی سلوک کی وجہ سے سکول نہیں جاسکتی ہیں۔ ہم ملالہ فنڈ تنظیم کے ساتھ مل کر اس بات کو یقینی بنانا چاہتے ہیں کہ میری طرح ان کی آواز بھی پوری دنیا میں سنی جانی چاہیے۔''

''13 کروڑ سے زیادہ لڑکیاں جو سکول نہیں جاسکتیں ان کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ لوگ میرے ساتھ مل کر معیاری تعلیم اور برابری کے حقوق کیلئے جدوجہد کریں گے۔ ہم سب مل کر ایک ایسی دنیا بنا سکتے ہیں کہ جس میں لڑکیاں تعلیم حاصل کر کے آگے بڑھ سکیں۔

لڑکیوں کی ابتدائی اور ثانوی تعلیم تک رسائی سے ہم اپنے معاشرے، ملک اور دنیا کو بہتری کی طرف لا سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی سرمایہ کاری ہے جس سے ہم اپنی معاشی ترقی، امن کا قیام اور اپنے سیارے کا مستقبل بہتر بنا سکتے ہیں۔

ملالہ کہتی ہے کہ''میں کسی بھی ملک کے وزیر اعظم یا کسی بڑے عہدیدار سے اس لئے نہیں ملتی کہ اس کے ساتھ کھڑے ہو کر تصویر بناؤں بلکہ میں ہمیشہ ان سے اس کے متعلق بات کرتی ہوں کہ وہ اپنے ملک میں لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک رکھتے ہیں اور وہ لڑکیوں اور مہاجرین کی تعلیم پر پیسہ خرچ کیوں نہیں کرتے۔ میں ہمیشہ ان لڑکیوں کے بارے میں سوچتی ہوں جو اپنی آواز آگے تک نہیں پہنچا سکتی ہیں۔''

ملالہ لڑکیوں کی مدد کرتی ہے

ملالہ کی اپنی ایک تنظیم ہے، جس کا نام ملالہ فنڈ ہے، ملالہ فنڈ کا مقصد ہے کہ دنیا میں ہر لڑکی تعلیم حاصل کر کے آگے بڑھ سکے۔ ملالہ کا یہ مقصد ہے کہ وہ 10 لاکھ سے زائد لڑکیوں کی مدد کر سکے۔ یہ تنظیم اس وقت 6 ملکوں اور خطوں میں کام کر رہی ہے۔ ان جگہوں پر لڑکیاں ثانوی تعلیم تک نہیں پہنچ پاتی ہیں، ہم مقامی تعلیم دینے والوں کی مدد کر رہے ہیں کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کی حالت کو بہتر سمجھتے ہیں۔ ملالہ فنڈ لڑکیوں کی ثانوی تعلیم کیلئے سیاسی رہنماؤں کو ساتھ ملا کر مقامی، عوامی اور عالمی سطح پر ایسی تبدیلیاں لا رہے ہیں کہ جس کی مدد سے لڑکیوں کو ثانوی تعلیم حاصل کرنے میں مشکل نہ آئے۔ ملالہ فنڈ لڑکیوں کی آواز بننے میں بھی ان کی مدد کر رہی ہے۔

''ہم یقین رکھتے ہیں کہ لڑکیاں اپنی تعلیم کیلئے اور اپنی قابلیت کے مطابق اپنے رہنماؤں کو بتا سکیں کہ وہ کیا کر سکتی ہیں۔ ہم لڑکیوں کی آواز کو آگے بڑھاتے ہیں کہ وہ فیصلہ کرنیوالے لوگوں سے ملیں اور انہیں اسمبلی اور میڈیا کے ذریعے سے اپنی کہانیاں بتائیں۔''

TESS THOMAS/MALALA FUND

ملالہ اس وقت ان لڑکیوں کے ساتھ ہے جن کو ایک دہشت گرد گروپ بوکو حرم نے اغوا کر لیا تھا۔ اغوا ہونے والی 276 میں سے 112 لڑکیاں ابھی بھی لاپتہ ہیں

TEXT MAGNUS BERGMAR

TOLU ONIBOKUN/MALALA FUND

ملالہ کہتی ہے کہ ”میرے خیال میں سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ لڑکیاں اپنا اعتماد بحال کریں، پھر ہی ہم مل کر باہر کے مسائل کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔“ وہ نائیجیریا کے وزیراعظم سے ملی اور اس نے بتایا کہ ہمیں ایسے اقدام اور پیسوں کی ضرورت ہے جس سے ہم 12 سال تک لڑکیوں کو محفوظ، مفت اور معیاری تعلیم دے سکیں۔

مہاجرین لڑکیوں پر نظر

اپنے سفر کے دوران ملالہ کئی ایسی لڑکیوں سے ملی، جو مہاجرین تھیں اور کسی دوسرے ملک میں رہ رہی تھیں۔ اس نے اپنی نئی کتاب میں ان کی کچھ کہانیوں کا ذکر کیا ہے۔ ملالہ کہتی ہے کہ ”یہاں پر تقریباً 6 کروڑ 80 لاکھ مہاجرین لڑکیاں ہیں، یہ دوسری عالمی جنگ سے لیکر اب تک کی سب سے زیادہ تعداد ہے۔ اس جنگ کی وجہ سے لڑکیاں اور عورتیں سب سے زیادہ متاثر ہوئیں ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ مہاجرین کے کیمپ میں کس طرح مشکلات سے گھری زندگی گزار رہی ہیں اور کس طرح سے ان کے ساتھ جنسی زیادتی کی جاتی ہے اور بچپن میں ہی شادی کر دی جاتی ہے۔ میں نے ان لڑکیوں میں دیکھا ہے کہ، یہ تعلیم کو اہمیت دیتی ہیں۔ یہ اس کیلئے جدوجہد کر رہی ہیں اور وہ جانتی ہیں کہ یہ سب ان کیلئے بہت ضروری ہے۔ جب آپ مہاجر بنتے ہیں تو آپ محسوس کرتے ہیں کہ اس نئی دنیا کیلئے آپ بہت اجنبی اور الگ سے ہیں۔ لیکن جیسے جیسے آپ جاننا شروع ہوتے ہیں تو اپنے آپ کو ان جیسا ہی سمجھتے ہیں اور آپ کو بھی وہ سارے حقوق حاصل ہوتے ہیں جو اس ملک میں رہنے والے سب لوگوں کو ملتے ہیں۔ یہ پھر آپ کو اپنے گھر جیسا لگتا ہے اور آپ کے آس پاس بہت سے گھر ہوتے ہیں۔“

لڑکیوں کی طاقت کا سفر

”2017 میں لڑکیوں کی طاقت کے سفر کے دوران میں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنی سالگرہ اور ملالہ کا دن شمالی عراق میں مناؤں گی۔ میں وہاں ایک 13 سال کی لڑکی نائیر سے ملی، جو کہ وہاں اس وقت سے رہ رہی تھی جب آئی ایس آئی ایس نے اس کے گھر جو موصل میں تھا پر قبضہ کر لیا اور اس کے باپ کو اغوا کر لیا تھا۔ وہ تین سال سے سکول بھی نہیں جا رہی تھی، لیکن اب مہاجرین کے کیمپ میں ایک چھوٹے سے ٹینٹ میں اس کا سکول تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ”کوئی بھی مجھے میری تعلیم حاصل کرنے سے نہیں روک سکتا ہے۔“

”ہم بچوں کو ایسا کبھی بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ زبردستی اپنا گھر چھوڑ دیں یا اپنی تعلیم اور اپنے خواب ختم کر دیں۔ ہم نائیر جیسی لڑکی کو اکیلے جدوجہد نہیں کرنے دیں گے بلکہ اس کا ساتھ دیں گے۔“

ملالہ کہتی ہے کہ ”کبھی کبھی ہم ان مہاجرین کو متاثرین سمجھتے ہیں، کہ ان کی ضرور کوئی دکھ بھری کہانیاں ہوں گی۔ اور وہ افسردہ ہوتے ہوئے بھی، یہ دکھاتے ہیں کہ ان میں ابھی بھی بہت ہمت ہے اور وہ بہت بہادر ہیں۔ ان کے پاس اپنے مستقبل کیلئے خواب ہیں۔“

لڑکیوں کو تعلیم دینے سے ہی ہم دنیا کو بہتر بنا سکتے ہیں

ملالہ اور اس کی تنظیم ملالہ فنڈ کو اس بات کا یقین ہے کہ 12 سال تک تعلیم لڑکیوں کیلئے بہت ضروری ہے کیونکہ:

* لڑکیوں کیلئے ثانوی تک کی تعلیم سے ہم اپنے معاشرے، ملک اور دنیا کو بہتری کی طرف لا سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی سرمایہ کاری ہے جس سے ہم اپنی معاشی ترقی، امن کا قیام اور اپنے سیارے کا مستقبل بہتر بنا سکتے ہیں۔
* لڑکیوں کی تعلیم سے معیشت میں بہتری آئے گی اور نئی نوکریں نکلیں گی۔
* تعلیم یافتہ لڑکیاں صحت مند شہری بن کر صحت مند معاشرے کو جنم دیں گی۔
* تعلیم یافتہ لڑکی کم عمر میں شادی بھی نہیں کرے گی اور نہ ہی ایڈز میں مبتلا ہوگی، اور سب سے بڑھ کر وہ بچوں کو بھی تعلیم اور صحت دے گی۔
* سکول میں گزرتا ہوا ہر سال لڑکیوں کی کم عمری کی شادی اور چھوٹی عمر میں بچوں کی پیدائش سے بچاتا ہے۔
* اگر لڑکیاں تعلیم یافتہ ہوں گی تو معاشرہ اور پائیدار بنے گا اور تنازعات کے بغیر جلدی ترقی کرے گا۔
* پوری دنیا میں تعلیم ہی واحد وسیلہ ہے جو تحفظ فراہم کر سکتا ہے اور شدت پسندی اور امتیازی سلوک کو بھی ختم کر سکتا ہے۔
* لڑکیوں کی تعلیم پر سرمایہ کاری کرنا ہمارے سیارے کیلئے بہت اچھا ہے۔ لڑکیوں کی ثانوی تعلیم پر سرمایہ کاری سے ماحولیاتی تبدیلی میں نمایاں کمی لائی جا سکتی ہے

ملالہ 6 ممالک میں لڑکیوں کی مدد کر رہی ہے

* برازیل میں، ان فنڈز سے وہاں کی مقامی اور افریقن برازیلین لڑکیوں کو تعلیم اور تربیت دے کر استاد اور نوجوان لیڈر بنانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔
* نائیجیریا میں، دہشت گرد گروپ بوکو حرم کی دھمکیوں کی وجہ سے جو لڑکیاں سکول نہیں جا پاتی ان کی مدد کیلئے کام کر رہی ہے اور ایسے اقدام کیلئے مہم چلا رہی ہے کہ جس سے وہاں کی ہر لڑکی کو 12 سال تک محفوظ، مفت اور معیاری تعلیم مل سکے۔
* انڈیا میں، لڑکیوں کی ثانوی تعلیم کے مفت حصول کیلئے مختلف پروگرام اور مہم کا آغاز کیا ہے۔
* افغانستان میں، اس فنڈ کا استعمال کر کے نئی خواتین اساتذہ کو نوکری دی جاتی ہے کہ امتیازی سلوک اور لڑکیوں کے حقوق پر تعلیم دے سکیں۔
* پاکستان میں، تعلیم کیلئے ان فنڈز کا استعمال ہوتا ہے، لڑکیوں کیلئے نئے سکولوں کی تعمیر اور لڑکیوں کو اتنی ہمت دینا کہ وہ اپنے حقوق کیلئے آواز بلند کر سکیں۔
* سیریا کے خطے میں، اس فنڈ کے ذریعے مہاجرین لڑکیوں کیلئے ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے ان کو کمرہ جماعت تک پہنچایا جائے اور مختلف مہم کے ذریعے ان کو اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کر کے بچپن کی شادی کو روکا جائے۔

ملالہ کے اسمبلی کے خط

ملالہ کے اصل اسمبلی کے خطوط پوری دنیا سے خود لڑکیوں نے چھاپے ہوتے ہیں۔ آپ کی بھی آواز کو سنا جا سکتا ہے۔ ابھی ملالہ کی ویب سائٹ **malala.org!** پر رابطہ کریں

بہت ہمت والی لڑکیاں۔۔۔

ملالہ کہتی ہے کہ ''میرے ملک پاکستان میں ابھی بھی کرنے کیلئے بہت کچھ ہے، جہاں پر ابھی بھی تقریباً 2 کروڑ 40 لاکھ لڑکے اور لڑکیاں سکول نہیں جاسکتے ہیں۔ میرا خواب ہے کہ میرے ملک میں 12 سال تک محفوظ اور مفت معیاری تعلیم دی جائے تا کہ یہ سب ملک کو بہتری کی طرف لے جاسکیں۔''

ملالہ اکیلی نہیں ہے۔ اس کی طرح اور بہت سی لڑکیاں جدوجہد کر رہی ہیں کہ لڑکیاں آسانی سے سکول جاسکیں۔ ملالہ ان سب کے لئے ایک مثالی شخصیت ہے۔ یہ ان سب کیلئے خطرناک بھی ہوسکتا ہے اس لئے ان کے چہرے چھپائے گئے ہیں۔

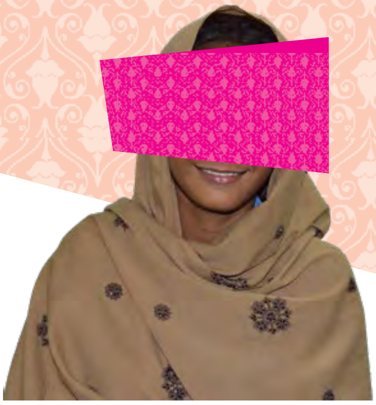

سکول میں بمباری ختم ہونی چاہیے

''تعلیم بہت ضروری ہے۔ اس سے ہماری زندگی تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہر ایک کو سکول جانے کا حق حاصل ہے۔ جب میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتی ہوں! میرا خواب ہے کہ میں ایک استاد بنوں، جیسے کہ میرے استاد ہیں۔ جب سکولوں میں اس طرح بمباری ہوتی ہے تو میں سکول نہیں جا سکتی۔ مجھے بہت خوشی ہوتی ہے جب یہ سب رک جاتا ہے اور میں سکول جاتی ہوں۔ ملالہ بہت عظیم ہے، وہ ہمارے لئے ایک مثالی شخصیت ہے۔ ہر ایک جانتا ہے کہ وہ کیا سوچتی ہے اور کس طرح جدوجہد کر رہی ہے۔'' (مریم، 12 سال)

ملک کو ترقی دینا

''ہر ایک کو تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے، جیسا کہ میں کر رہی ہوں۔ جب ہر کوئی تعلیم حاصل کرے تو تب ہی ہمارا ملک بھی ترقی کر سکے گا۔ ہر کوئی یہ نہیں جانتا، اس لئے ہم اگر سب کو بتائیں گے کہ ان کے کیا حقوق ہیں تو ہی وہ جانیں گے۔ میں ایسے دوسرے لوگوں سے بات کرتی ہوں جو ہمارے علاقہ میں رہتے ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگوں کے بچے ابھی تک سکول نہیں جاسکتے ہیں۔ میرے لئے یہ بہت اہم ہے کہ ہر ایک تعلیم حاصل کر سکے اور میں ان کی ہمت بڑھاتی ہوں جو سکول جاتے ہیں تا کہ وہ اور محنت سے کام کر کے اس کو جاری رکھ سکیں۔ سب کیلئے تعلیم ہمارا ہدف ہے، اکثر ہم بہت ڈر جاتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ ہمارے خلاف بری باتیں پھیلاتے ہیں، لیکن ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس جدوجہد کو جاری رکھیں گے اور تعلیم میں سب کی مدد کریں گے! ملالہ بھی ہماری طرح ہی ہے، اور وہ ہمارے لئے ایک مثالی شخصیت ہے۔'' (رائناز، 14 سال)

لڑکیاں سب کچھ کرسکتی ہیں

''تعلیم ہی سب کچھ ہے۔ یہ آپ کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے، تعلیم کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ میرے ملک میں ایسی تمام نوکریاں جن کیلئے لڑکوں کو تربیت دی جاتی ہے، لڑکیوں کو بھی دینی چاہیئے۔ اگر میں کچھ بننا چاہوں تو میری خواہش ہے کہ میں ایک پولیس والی بنوں، ایک فوجی، ایک پائلٹ یا کچھ بھی۔ لڑکے اور لڑکیوں کے لئے ایک جیسی نوکریاں ہونی چاہئیں۔'' سیاست بھی بہت ضروری ہے۔ سیاست کے بغیر ہم اپنے ملک کو ترقی نہیں دے سکتے۔ ہر ایک کو حق حاصل ہے کہ وہ سیاست میں حصہ لے۔ میں بھی یہ چاہتی ہوں، اور جب اس قابل ہوں گی کہ میرے پاس اتنے اختیارات ہوں تو میں اپنے ملک میں ہر ایک کو تعلیم ضرور دوں گی۔

''اکثر ہمارے علاقہ میں حالات خراب رہتے ہیں، تب مجھے گھر ہی رہنا پڑتا ہے اور میں سکول نہیں جاسکتی۔ میں ملالہ کی بہت شکرگزار ہوں کہ ملالہ لڑکیوں کے سکول جانے کے حقوق کیلئے بہت جدوجہد کر رہی ہے۔ ہمارے علاقے میں بہت سے والدین ایسے ہیں جو لڑکیوں کو گھروں میں ہی رکھتے ہیں۔ میں اور میری دوست مل کر بچوں سے بات کرتے ہیں اور ہمت دیتے ہیں کہ ان کو سکول جانا چاہیئے۔ ہم ان کے والدین سے بھی بات کرتے ہیں۔ اکثر وہ ہماری بات کو سنتے ہیں اور بچوں کو سکول بھیج دیتے ہیں۔ جب مجھے پتا چلا کہ ملالہ نے ایک کتاب لکھی ہے، میں نے ایک ڈائری اپنے پاس رکھی ہے اور اس میں روز لکھتی ہوں۔'' (اسماء، 14 سال)

دوسروں کیلئے جدوجہد

''ہم میں جو سکول جاتے ہیں ہمیں اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی ذمہ داری بھی لینی چاہیئے۔ میں جہاں رہتی ہوں وہاں پر بہت سی لڑکیاں ایسی ہیں جن کا تعلق بہت ہی غریب خاندان سے ہے اور ان کے بارے میں کوئی بھی نہیں سوچتا کہ ان کو سکول جانا چاہیئے۔ اکثر میں ان لڑکیوں سے بات کرتی ہوں، لیکن اکثر ان کے والدین سے بھی بات کرتی ہوں۔ اب وہ ادھار اٹھا کر اپنی لڑکیوں کو سکول بھیج رہے ہیں۔ ہمیں اپنے اس علاقہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، طالبان بمباری کرتے ہیں اور کچھ برے لڑکے آوازیں کستے ہیں اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں جب لڑکیاں سکول جا رہی ہوتی ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تعلیم ضرور حاصل کروں گی، اس کا یہ مطلب ہے کہ چاہے جیسے بھی حالات ہوں میں سکول ضرور جاؤں گی۔ تعلیم بالکل روشنی کی طرح ہے؛ جیسے ہی یہ روشن ہوتی ہے یہ پھیلنا شروع کر دیتی ہے۔ ہم یہ روشنی اپنے پورے علاقہ میں پھیلانے چاہتے ہیں جہاں ہم رہتے ہیں اور اس کے ساتھ پورے ملک میں بھی۔

''ملالہ بہت بہادر ہے۔ وہ جو سوچتی ہے میں اس سے اتفاق کرتی ہوں۔ میں خوش ہوں کہ میں سکول جانے کے قابل ہوئی اور مجھے سیکھنے کا موقع ملا کہ کس طرح دوسروں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔ آپ ہر جگہ ملالہ کی بات نہیں کر سکتے؛ کیونکہ بہت سے لوگ اس کے خلاف ہیں کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کیلئے جدوجہد کر رہی ہے۔ لیکن ہم جیسے بہت سے اور بھی ہیں جو اس کی طرح جدوجہد کر رہے ہیں۔ (صوفیہ، 15 سال)

TEXT & PHOTOS: BRITT-MARIE KLANG

ملالہ بہت مضبوط ہے

’’تعلیم کی وجہ سے مجھے اپنی زندگی کو سمجھنے میں بہت مدد ملی ہے۔ یہاں پر لڑکوں اور لڑکیوں کی زندگی بہت مختلف ہے۔ میرا بھائی گھر میں اور سکول میں بھی کھیلتا ہے۔ مجھے صرف سکول میں ہی کھیلنے کی اجازت ہوتی ہے ۔ ملالہ بہت مضبوط ہے اور وہ جدوجہد کرنا نہیں چھوڑتی ۔ وہ چاہتی ہے کہ پاکستان کی ہر لڑکی سکول جاسکے اور وہ ٹھیک کہتی ہے۔‘‘ (آمنہ، **12** سال)

ملالہ کیلئے دعا کرتے ہیں

’’لڑکیوں کیلئے تعلیم بہت ضروری ہے ۔ میری استاد بہت اچھی ہے اور میں اپنے سکول سے بہت پیار کرتی ہوں ۔ ملالہ ایک بہت اچھی شخصیت کی مالک ہے کیونکہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے مدد کر رہی ہے ۔ میں ہر روز اس کیلئے دعا کرتی ہوں کہ وہ اپنے اس جدوجہد کو جاری رکھے۔‘‘ (زینت، **12** سال)

ہم معاشرے کو ترقی دے رہی ہیں

’’معاشرہ کی ترقی کیلئے عورت کے پڑھے لکھے ہونے سے بہت اثر پڑتا ہے ۔ یہ بہت اہم ہے۔ تعلیم یافتہ عورت سمجھ سکتی ہے کہ اس کے کیا حقوق ہیں ، اور وہ یہ سب دوسری عورتوں کو سمجھا سکتی ہیں۔ ملالہ جانتی ہے کہ تمام لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔‘‘ (وردہ، **15** سال)

پورے ملک کو لازمی تعلیم یافتہ ہونا چاہئے

’’یہ ہم لڑکیوں کیلئے بہت ضروری ہے کہ ہم تعلیم حاصل کر سکیں ۔ میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ رہی ہوں اور بہت سی دوسری ایسی چیزیں ہیں جن کے بارے میں مجھے نہیں پتا۔ ’’ملالہ اپنے لئے تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہے ، لیکن وہ ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتی ہے کہ پاکستان میں سب لڑکیوں کو تعلیم حاصل ہو، تا کہ ہمارا پورا ملک ایک پڑھا لکھا بن سکے۔ وہ بہت بہادر اور ہم سب کیلئے ایک مثالی شخصیت ہے۔‘‘ (عائشہ، **12** سال)

لڑکوں کی طرف سے مدد

لڑکیوں کے برابری کے حقوق کیلئے ووٹنگ

’’پاکستان میں لڑکے اور لڑکیوں کی زندگی مختلف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے حقوق ایک جیسے ہونے چاہیئں ۔ یہ سب اتنا آسان بھی نہیں کہ ایک لمحے میں ہو جائے ، یہاں چیزوں کو بدلنے میں وقت لگے گا۔ ہم اس پر بات کرنی چاہئے اور پھر ہمیں اس ناانصافی جو آجکل ہو رہی ہے اس کے خلاف ووٹ ڈالنا چاہئے ۔ ہمیں ایسے رہنماؤں کو ووٹ ڈالنا چاہئے جو اس معاشرے سے ناانصافی کو ختم کر کے اس کو بہتر بنا سکیں ۔‘‘ (بابر، **12** سال)

اس کے متعلق سکول میں بات کرنا

’’ہر ایک کو برابری کے حقوق حاصل ہیں ؛ سکول جانے کا حق اور کھیلنے کا حق ۔ تمام والدین اتنے تعلیم یافتہ نہیں ہوتے ، انہوں نے اپنے والدین سے یہی سیکھا ہوتا ہے کہ لڑکیاں سکول نہیں جاسکتی ہیں۔ میرے خیال میں یہ غلط ہے۔ ہمیں سب کو یہ بتانا اور دکھانا چاہئے کہ سب کی عزت ایک جیسی کرنی چاہئے ۔ یہ بہت ہی اہم بات ہے جس پر ہمیں سکول میں بات کرنی چاہئے ۔ وہ یہ سب ابھی نہیں کر سکتے۔‘‘ (نذر، **15** سال)

والدین کے رویوں کو بدلنا ہوگا

’’لڑکیوں کو وہ حقوق نہیں دیئے جاتے جو کہ لڑکوں کو ملتے ہیں۔ والدین لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہیں رکھتے ہیں ۔ ہمارے والدین پرانے خیالات کے ہیں اور وہ جو کہتے ہیں ہمیں کرنا پڑتا ہے ۔ لڑکے گھر کا کام نہیں کرتے اور لڑکیاں جب چاہیں باہر نہیں جاسکتیں ہیں اور نہ ہی ان کو اس بات کی اجازت ہے۔‘‘ (عمر، **15** سال)

ہمیں اپنے گھر والوں سے بات کرنی چاہئے

’’تعلیم کے حوالے سے لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر کے حقوق ملنے چاہئیں ؛ یہ ان کے والدین کی ذمہ داری ہے۔ ہم جوان لڑکے بھی اس کے ذمہ دار ہیں ۔ ہمیں اپنے گھر والوں سے بات کرنی چاہئے ان کو یہ ذمہ داری لینی چاہئے ۔ ہمیں اس کیلئے مثالی بننا چاہئے ، تا کہ جو لوگ لڑکیوں کو ان کے حقوق دینے سے انکار کرتے ہیں ، خاص کر تعلیم کے حوالے سے ان کو شرم آنی چاہئے ۔ لڑکیاں بھی وہ سب کر سکتی ہیں جو کہ لڑکے کرتے ہیں۔‘‘ (عبید، **13** سال)

PAGES 60–67

بچوں کے حقوق کی ہیرو 5

فامین ناؤن

جب فامین چھوٹی سی تھی تو اس وقت کی حکومت نے فامین اور دوسرے بچوں کو سکول جانے سے روک دیا اور اب جب وہ ان بچوں سے ملتی ہے جو فینوم پن کے گندگی کے ڈھیروں پر کام کر رہے ہوتے ہیں تو سمجھ جاتی ہے کہ ان بچوں کی حالت کیا ہے اور یہ کیا محسوس کرتے ہیں۔ وہ جانتی ہے کہ ان بچوں میں تعلیم حاصل کرنے کی تڑپ ہے اس لئے وہ ان بچوں کیلئے سکول کا انتظام کرتی ہے۔

فامین کی کہانی اپریل **1975** میں شروع ہوئی، اس کی عمر صرف **4** سال ہے، فوجی ہاتھوں میں اسلحہ لئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب شہر سے نکل جاؤ ''صرف تین دنوں کیلئے پھر واپس آجانا'' سڑکیں لوگوں سے بھری ہوئی ہیں۔ فامین کا خاندان بڑی مشکل میں ہے اور بھیڑ کی وجہ سے چلنا مشکل ہے، فوجی ان کو دھکے دے رہے ہیں تا کہ وہ جلدی نکلیں۔ ان کو گولیوں کے چلنے کی آوازیں آرہی ہیں کیونکہ جو لوگ واپس شہر میں جانے کی کوشش کرتے ہیں ان کو گولیاں ماری جارہی ہیں۔ جب فامین کا خاندان کئی دن کا سفر کر چکا ہے تو ان کو ایک جگہ رکنا پڑا جہاں پر ان کو کالے کپڑے اور ٹائروں کے بنے جوتے دیئے گئے۔ خمر راج گروپ چاہتا ہے کہ اب تمام لوگ یہ وردیاں پہنیں گے، خمر راج ملٹری کا ایسا گروپ ہے جس نے کیمبوڈیا پر قبضہ کرلیا ہے۔

سکولوں کی بندش

بہت سارے کالی وردی والے سپاہیوں کی عمریں صرف **10** سے **12** سال ہیں۔ ان کو فامین کی ماں پسند آگئی اور جب اس نے کہا فامین اور اس کے بھائی اس کیمپ میں نہ جانے دیا جائے جہاں دوسرے بچے اپنے والدین کے بغیر رہتے ہیں تو انہوں نے اس بات کو مان لیا۔

فامین مندرجہ ذیل عالمی اہداف کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے:

ہدف **1**: غربت کا خاتمہ ۔ ہدف **2**: بھوک کا خاتمہ ۔ ہدف **3**: اچھی صحت اور پرورش ۔ ہدف **4**: معیاری تعلیم ۔ ہدف **10**: امتیازی سلوک میں کمی ۔ ہدف **11**: پائیدار معاشرہ ۔

فامین کو کیوں نامزد کیا گیا ہے؟

کمبوڈیا میں گندگی کے ڈھیروں پر رہنے والے بچوں کے حقوق اور ان کی تعلیم کیلئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے نامزد کیا گیا ہے۔

مسائل

کمبوڈیا کے دارالخلافہ فینوم پن میں بہت سارے غریب بچے گندگی کے ڈھیروں پر رہتے ہیں اور وہیں پر کام کرتے ہیں، یہ بچے سکول نہیں جاتے بلکہ ان کی زندگیاں گندگی کے ڈھیروں پر کچرا اکٹھا کرتے ہوئے خطرات کا شکار ہوتی ہیں، اگر یہ کچرا اکٹھا نہ کریں تو ان کو کھانے کیلئے روٹی تک نہ ملے۔ جب کچرے کے ٹرک کچرا پھینکنے آتے ہیں تو کچرا اکٹھا کرنے کی دوڑ میں بہت سارے بچے زخمی ہو جاتے ہیں اور کئی کچرے کے نیچے دب کر مر بھی جاتے ہیں۔

کام

فامین اور اس کی تنظیم (**PIO**) ایسے بچوں کیلئے کام کرتے ہیں جو انتہائی غربت کا شکار ہوں اور ایسے بچے جو ایڈز سے متاثر ہوں۔ ان بچوں کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کیا جاتا ہے اور ان کو سکول جانے کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ ہزاروں بچوں کو تعلیم کی سہولیات دی گئیں ہیں اور اس کے ساتھ خوراک صاف پانی اور صحت کی سہولتیں بھی مہیا کی گئی ہیں۔ ان بچوں کو ہمت دلائی جاتی ہے کہ وہ پڑھیں، ترقی کریں اور اپنے خوابوں کو سچ کر دکھائیں۔

نظریات اور نتائج

2000 سے لے کر اب تک **5000** سے زائد مستحق بچوں کو فامین اور اس کی تنظیم نے بہتر زندگی گزارنے کے مواقع دیئے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم ہی غربت کو ختم کر سکتی ہے اس وقت اس تنظیم کے تین سکول ہیں جن میں بچوں کو رہنے کی سہولت بھی دی گئی ہے۔ اس طرح یتیم اور بے گھر بچوں کو محفوظ ماحول دیا گیا ہے۔

کیموڈیا کی خطرناک تاریخ

کیموڈیا دنیا کا ایک غریب ترین ملک ہے۔تقریباً **45** سال پہلے ایک خطرناک گروپ خمرراج نے اس پر قبضہ کرلیا تھا۔**4** سال تک مسلسل خمرراج کی حکومت رہی، اس دوران تقریباً **18** لاکھ لوگ بھوک پیاس، بیماری اور تشدد کی وجہ سے مرگئے تھے۔**1973** میں فامین جو اپنی ماں کے ساتھ ہی کھڑی ہے اس وقت صرف **2** سال کی تھی اور ابھی خاندان والوں کو زبردستی گھر چھوڑنے کو نہیں کہا تھا۔

بہت سارے لوگوں کو خمرراج گروپ نے ماردیا تھا اور ایک دن فامین کی ماں کو پتا چلا کہ اس کے گیارہ بچوں کو ماردیا گیا ہے۔ فامین چھ سال کی ہوچکی ہے لیکن اس کو سکول نہیں جانے دیا جاتا کیونکہ خمرراج کسی کو سکول جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ فامین کا کام ہے کہ وہ نلکے سے پانی نکالے جو کہ بہت سخت کام ہے۔ دو سال بعد ویت نام سے فوج آئی اور اس نے خمرراج کے فوجیوں کو مات دی۔ اس طرح خاندانوں کو اپنے گھروں میں واپس جانے کا موقع ملا اور **9** سال کی فامین بھی واپس جا کر سکول جانے لگی۔ فامین تو دنیا بھر کی کتابیں پڑھنا چاہتی ہے بہت جلد ہی وہ دوسری، چوتھی اور ساتویں جماعت تک پہنچ گئی۔

ماں بیمار ہوجاتی ہے

جب فامین کی عمر **13** سال ہوتی ہے تو سب کچھ بدل جاتا ہے کیونکہ اس کی ماں شدید بیمار ہوجاتی ہے فامین کا باپ پہلے ہی خاندان کو چھوڑ چکا ہے اور اب ماں کو سنبھالنے کیلیئے صرف فامین ہی ہے ایک ایک کر کے فامین اپنے گھر کی ساری چیزیں بیچ دیتی ہے، سب سے پہلے موٹرسائیکل پھر سلائی مشین اس کے بعد سائیکل اور کرسیاں، میز اور آخر کار صرف گھر بچا۔

اس کی ماں کہتی ہے کہ ''تمہیں سکول جانا چاہئے'' لیکن فامین اس کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی ہے۔ حتی کہ وہ سکول سے پیار کرتی ہے۔ فامین کی ماں کہتی ہے کہ تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے جس سے زندگی کو بہتر بنایا جاسکتا ہے لوگ آپ سے رقم یا اشیاء تو چھین سکتے ہیں لیکن کوئی علم نہیں چھین سکتا۔ ہر شام فامین اپنی ماں کو اپنے بازوؤں میں لے لیتی ہے اور ایک شام اس کی ماں آہستہ سے کہتی ہے'' اپنے خوابوں کو مضبوطی سے پکڑ لو جو بھی چیز آپ سیکھ جاؤ گے اس کو استعمال بھی کرسکو گے۔'' یہ کہنے کے فوراً بعد مرگئی۔

کام جاری رکھا

فامین اب دنیا میں اکیلی رہ گئی ہے صرف اس کی چھوٹی سی بھانجی مالیدہ بچی ہے۔ جو کچھ فامین کے پاس بچا ہے وہ ایک گھر ہے اور صرف ایک سائیکل ہے اس کے سوا فامین کا کچھ نہیں ہے۔ ہر صبح میں وہ باہر سے پانی لاتی ہے اور اپنے گھر کے ٹینک کو بھر لیتی ہے۔ فامین کو سیکرٹری کی نوکری مل گئی۔ ہر دن کام کرنے کے بعد وہ شام کے وقت اپنی پڑھائی کرتی ہے۔ اس نے خود سے اور اپنی ماں سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو جاری رکھے گی اور وہ ایسا ہی کر رہی ہے، حالانکہ وہ بہت تھک جاتی ہے کہ اس کو سونے کیلیئے بھی وقت نہیں ملتا۔ فامین نے تعلیم کے ساتھ ساتھ بہت سال محنت کی ، جس کی وجہ سے اس کو کیموڈیا میں الیکشن کے دوران اقوام متحدہ میں نوکری مل گئی۔ وہ ملک کے دارالخلافہ فینوم پن چلی گئی، دفتر میں کام کرتی تھی، گاڑی خرید لی اور بینک میں پیسے بھی آ گئے۔ زندگی ایک دم آسان ہوگئی۔

مرغی کی ہڈی کے لئے لڑائی

ایک دن، فامین کھانے میں بھونی ہوئی مرغی کھا رہی تھی۔ اس کھانے کے بعد ہڈی کو گندگی کے ڈھیر پر پھینکا، اور اچانک پانچ بچے آ گئے۔

TEXT: JOHANNA HALLIN & EVELINA FREDRIKSSON FOTO:ALEXANDRA ELLIS

لڑکیو اپنے پاؤں پر کھڑی ہوجاؤ!

فامین کہتی ہے کہ ''کیمبوڈیا میں یہ بہت عام سی بات ہے کہ لڑکیوں کو سکول نہیں جانے دیا جاتا کیونکہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لڑکیاں صرف شادی کریں اور اپنے شوہر کے ساتھ رہیں، جو ان کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ شوہر کو ان کا سربراہ کہا جاتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ سب غلط ہے! تعلیم کے ذریعے، زیادہ تر لوگ جان سکیں گے کہ عورتیں بھی اپنے خاندان کی سربراہ بن سکتی ہیں۔ اس لئے میں لڑکیوں کو سکھاتی ہوں کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہوسکیں اور اپنے اہداف کو پورا کرنے کیلیئے کام کرسکیں۔''

لڑکیوں پر توجہ دینا

فامین اور اس کی تنظیم (PIO) لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کی مدد کرتے ہیں، لیکن فامین کا خیال ہے کہ لڑکیوں کے حالات زیادہ خراب ہیں۔ یہ بہت ہی عام بات ہے کہ ان کو زبردستی سکول چھڑوا کر والدین اپنے ساتھ کام پر لگا لیتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ سکول کی طرف سے لڑکیوں کو زیادہ مدد ملے، مثلاً ہر مہینے چاول۔ ان کے والدین کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کئے جاتے ہیں، جس میں کہا جاتا ہے کہ اپنی بیٹیوں کی مدد کریں کہ وہ تعلیم حاصل کرسکیں اور وہ شام کو یا رات کو کوئی کام نہیں کریں گی۔

فامین کے سکول میں مستقبل کے خواب

ایک بڑا پیلا سکول بنانا چاہتی ہوں

"حساب بہت ضروری ہے، خاص طور پر جب ضرب دینی ہو: جب میں ایک انجینئر بنوں گی، میں بچوں کے لئے ایک بہت بڑا پیلا سکول بناؤں گی۔
(سوکھنگم، 13 سال)

پوری دنیا سے بات کرنا چاہتی ہوں

"انگریزی بہت ضروری ہے، جس سے میں پوری دنیا کے لوگوں سے بات کر سکتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کے انگریزی کو پڑھوں اور اپنے دوستوں کیلئے کمپیوٹر پر لکھ سکوں۔"
(سومیلے، 14 سال)

ہر صبح سکول میں فامین کو بچوں کا پیار ملتا ہے۔

فامین سکول کی کینٹین میں بچوں کے ساتھ جہاں پر سب کو کھانا ملتا ہے۔

یہ 2002 کی تصویر ہے جب فامین پہلی دفعہ گندگی کے ڈھیر پر لڑکیوں سے ملی۔

وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا اور نوچنا شروع ہو گئے کہ وہ بچی ہوئی ہڈی ان کو مل جائے۔ فامین یہ سب دیکھ کر چونک گئی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ بچے گندگی سے اٹھائی گئی مرغی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ان بچوں نے بتایا کہ ہم دوسرے ملک سے آئے ہیں اور ہمارے والدین یہاں کام ڈھونڈ رہے ہیں۔ لیکن یہاں پر جو کام ملتا ہے وہ صرف گندگی کے ڈھیروں سے گندگی اٹھانا ہے اور یہ ہی ان کا گھر ہے۔ انہوں نے بتایا کہ روز کس طرح لڑتے ہیں زندہ رہنے کیلئے۔ فامین نے کہا کہ" میں آپ لوگوں کی کس طرح مدد کر سکتی ہوں" ان میں سے ایک بچے نے کہا کہ" میں سکول جانا چاہتا ہوں"۔ جب فامین ان بچوں کے پاس گئی تو وہ صرف ان بچوں کے متعلق ہی سوچتی رہی۔ وہ بغیر کسی مدد کے محنت کر رہے ہیں جیسا کہ اس نے کیا۔ اگلے دن فامین فینوم پن کے سب سے بڑے گندگی کے ڈھیر پر گئی، جو کہ ایک پہاڑ کی طرح لگتا تھا۔ وہ وہاں پر بچوں اور ان کے والدین سے ملی، اس نے وہاں کچھ چادریں دیکھیں جن کے نیچے وہ سو رہے تھے، ٹرک اپنے روٹ کے مطابق چل رہے تھے بغیر دیکھے کہ راستے میں کوئی بچہ ہے یا نہیں۔ اس نے ان کے کھلے زخم دیکھے جو بھر نہیں سکتے تھے۔ ہر چیز سے بد بو آ رہی تھی۔ فامین سوچ رہی تھی، یہ بالکل جہنم کی طرح لگتا تھا۔

سکول کا آغاز

فامین نے اپنی نوکری سے استعفیٰ دے دیا، اس نے بینک سے اپنا سارا پیسہ نکالا اور گندگی پر رہنے والے بچوں کیلئے کام شروع کر دیا۔ بہت سے بچے بیتابی سے سکول جانے کے خواہش مند ہیں، لیکن والدین ہچکچاتے ہیں۔

گندگی اٹھانے والوں کیلئے کپڑے

سرے پنچ کے کچرا اٹھانے کے کپڑے۔ جو بچے کچرا اٹھاتے ہیں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ جتنا ممکن ہو سکے وہ ایسے حفاظتی کپڑے پہنیں۔ زیادہ تر لمبے بازو والی قمیض اور لمبے بوٹ، لیکن یہ سب ہمیشہ آسانی سے نہیں ملتا۔ جو بچے ننگے پاؤں اور آدھے بازو والے کپڑے پہن کر کچرا اٹھاتے ہیں اکثر وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچا لیتے ہیں۔

فامین کا سبز سکول جو کہ پہلے کچرے کا ڈھیر ہوا کرتا تھا اب وہاں پر بکریاں گھاس کھا رہی ہیں۔

PIO کی تاریخ کی تصویر بنانا چاہتا ہوں

’’مجھے جانوروں اور زمینوں کی تصویریں بنانا پسند ہے، خاص طور پر خرگوش کی ۔میں ایک آرٹسٹ بنا چاہتا ہوں اور PIO کی تاریخ کو اپنی تصویر میں بنانا چاہتا ہوں۔‘‘ (پچ،13 سال)

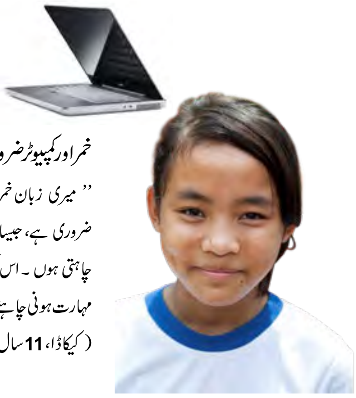

خمر اور کمپیوٹر ضروری ہیں

’’ میری زبان خمر میرے لئے بہت ضروری ہے، جیسا کہ میں کاروبار کرنا چاہتی ہوں ۔ اس کیلئے مجھے کمپیوٹر میں مہارت ہونی چاہئے۔‘‘

(کیکاڈا، 11 سال)

کسی دوسرے سیارے پر جانا چاہتا ہوں

’’کمپیوٹر سیکھنا بہت ہی ضروری ہے ۔ میں پائلٹ بننا چاہتا ہوں جیسا کہ بڑا کمپیوٹر اور ایک نجومی تا کہ کسی دوسرے سیارے پر جاسکوں۔‘‘

(کم، 12 سال)

بچوں کو اپنے گھر والوں کی کام میں مدد کرنا ہوتی ہے، اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ فاقہ کشی پر آجائیں گے۔ پہلے دن فامین کے سکول میں 25 بچے آئے ۔ اس کے بعد زیادہ سے زیادہ بچے آنا شروع ہوگئے۔ فامین نے سب پہلے ایک نلکے کا انتظام کیا جس سے گندگی پر رہنے والوں کیلئے صاف پانی کی فراہمی ممکن ہوئی۔ جو لوگ وہاں رہتے تھے ان کو کھانے اور استاد کی بھی ضرورت تھی ۔ فامین روز اس گندگی کے ڈھیر پر جاتی تھی ۔ وہ ان کیلئے استاد، رہنما، حفاظت کرنے والی، سماجی کارکن، وہ ان بچوں کیلئے سب کچھ تھی۔ آہستہ آہستہ سکول بڑا ہونا شروع ہوگیا ۔ زیادہ بچے اور زیادہ استاد آنا شروع ہوگئے اور کچھ سالوں کے بعد، فامین نے ایک اور سکول کھول لیا۔

ہار نہیں مانتی

فامین کو اپنی تنظیم بنائے ہوئے 17 سال ہوگئے ہیں ۔ اب اس کے تین سکول ہیں، یتیم اور بے سہارا بچوں کیلئے ایک گھر ہے ۔ یہ تنظیم ان خاندانوں کی بھی مدد کرتی ہے جو معاشرے میں گندگی کے ڈھیروں پر رہ رہے ہیں۔

فامین کہتی ہے کہ ’’کبھی ہمت نہیں ہارنی چاہئے! جو میں سوچتی ہوں اور یہی بات میں اپنے سکول میں بچوں کو بتاتی ہوں ۔ یہاں پر بچوں کی زندگی بہت مشکل ہے ۔ یہاں پر منشیات اور غنڈہ گردی ہے اور یہ جگہ محفوظ نہیں ہے ۔لیکن ہم ان کی مدد کرتے ہیں ان کے خوابوں پر یقین رکھتے ہیں اور جدوجہد کرکے ان کو پورا کرسکیں۔‘‘

فامین اور اس کی تنظیم PIO کیا چاہتے ہیں

* بچوں کو ان کے خوابوں تک پہنچانے میں مدد کرتے ہیں۔ گندگی کے ڈھیر پر رہنے والے بہت سے بچے یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کوئی مستقبل نہیں ہے۔
* بچوں کو ایک نئی امید دیتے ہیں ۔ بچوں کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے ان کیلئے مزید مواقع پیدا کرتے ہیں تا کہ ان کی صلاحیت مزید اجاگر ہوسکے، فامین اور تمام اساتذہ بتاتے ہیں کہ کس طرح بچوں کی حالت کو بدلا جاسکتا ہے۔
* بچوں کو پیار دیا جاتا ہے جس کے وہ مستحق ہیں ۔ فامین اور اس کی تنظیم PIO سالوں سے بچوں کے ساتھ ہیں۔

PIO کے بچوں کیلئے کئے گئے کام

* فینوم پن، جہاں پر کبھی گندگی کے ڈھیر ہوتے تھے وہاں پر تین سکولوں کا قیام۔
* ان کی اپنی زبان خمر اور انگریزی میں تعلیم، اور باقی زبانوں اور کمپیوٹر پر توجہ۔
* یتیم اور بے سہارا بچوں کے لئے ایک محفوظ گھر کا قیام۔
* خاندانوں کی مدد کہ وہ بچوں کو تعلیم دلوا سکیں خاص طور پر بیٹیوں کی تعلیم کیلئے کہ وہ سکول جاسکیں۔
* سکول میں بچوں کے لئے صاف پانی اور جو بچے اور بالغ اس علاقہ میں رہتے ہیں۔
* چھٹیوں میں بچوں کیلئے تربیتی کیمپ جس میں ان کو بال بنانے اور سلائی کے کام کی تربیت دی جاتی ہے۔
* نرس، ڈاکٹر اور دانتوں کے ڈاکٹر تک رسائی۔

سیاحوں کو پڑھانا چاہتا ہوں

ہن، 13 سال، جو PIO سکول میں تین سال سے ہے۔ وہ اپنے ماں باپ اور چھوٹے بھائیوں کے ساتھ سکول پیچھے رہتا ہے۔ اس کے گھر والے کئی سالوں سے گندگی کے ڈھیر پر کام کرتے ہیں، لیکن اب صرف ان کے والدین ایسا کرتے ہیں۔ ’’میں ایک گائیڈ بن کر سیاحوں کو اپنے ملک کیمبوڈیا اور اس کی ثقافت کے بارے میں سکھانا چاہتا ہوں ۔ میں ان کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ثقافتی انداز میں کس طرح خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

اگر آپ کسی راہب کو خوش آمدید کہیں تو آپ کے ہاتھ ناک سے اوپر ہونے چاہئے۔

جب آپ اپنے ہم خیال یا ساتھی کو خوش آمدید کہیں تو اپنے ہاتھ آپ کی ٹھوڑی پر ہونے چاہئے۔

جب کسی بالغ کو خوش آمدید کہیں تو آپ کے ہاتھ ناک کے نیچے ہونے چاہئے۔

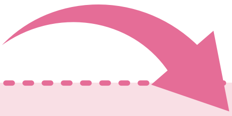

سکول جانے کا خواب سچا ہوا

کین اس وقت گندگی کے پہاڑ کے سوراخوں میں سے ایک سوراخ کے پاس کھڑی ہے۔ اچانک وہ ایک آواز سنتی ہے جس کا صرف ایک ہی مطلب تھا: گندگی پھینکی جارہی ہے! کین نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اس سوراخ سے دور ہوگئی اس سے پہلے کہ سارا گند اس کے اوپر پھینک دیا جاتا جہاں وہ کھڑی ہوئی تھی۔

کین اور فیلے دونوں مل کر گندگی کے ڈھیر پر کام کرتی تھیں اور سکول جانے کے خواب دیکھا کرتی تھیں۔

کچھ سال پہلے جب کین **8** سال کی تھی، وہ اور اس کی چھوٹی بہن فیلے نے اپنا آبائی گاؤں چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے اپنے والدین کو خدا حافظ کہہ کر اپنے آپ کو ایک چھوٹی سی بس کے کونے میں اپنی نانی کے ساتھ چھپا لیا تھا۔ تین گھنٹے بعد وہ اپنی منزل پر پہنچ گئے: فینوم پن کے سب سے بڑے گندگی کے ڈھیر پر، جہاں پر ان کو صبح سے شام تک ہفتے کے سات دن کام کرنا پڑتا تھا۔

خطرناک کام

کین اور فیلے کو جلد ہی اس بات کا پتا چل گیا کہ جو بچے جلد گندگی کے ڈھیر سے نہیں نکلتے ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے جب کچرا پھینکا جاتا ہے۔ کین کو پہلی بار اس کا تجربہ اس وقت ہوا، جب وہ ایک لڑکے سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی، جو کہ گندگی کے پہاڑ کے کونے پر کھڑا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی سے ٹرک ڈرائیور کو وہ نظر نہیں آرہے تھے اور اس نے سارا کچرا اس لڑکے کے اوپر پھینک دیا۔ کین اور اس کے ساتھ کھڑے سب لوگوں نے دیکھا کہ وہ لڑکا اچانک ہی غائب ہوگیا سب کہنے لگے کہ اس کی مدد کرو۔ وہ پتھر بنا اس کو دیکھتا رہا، لیکن اگلے دن پھر وہ اسی گندگی کے ڈھیر پر کام کرنے آگیا جیسا کہ کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ کین کو پتا تھا کہ اس کے علاوہ اس کے پاس اور کئی چارہ نہیں کہ وہ کھانا کھا سکے۔ کافی دیر بعد اس میں بہت وقت لگا اور اس لڑکے کو نکال لیا گیا جو کہ مر چکا تھا۔ ان گندگی کے ڈھیروں پر چلنا بہت ہی خطرناک کام ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ کین اس گندگی کے ڈھیر میں گر گئی جہاں سب کچرا پھینکا جاتا ہے۔ اگر کوئی اس بڑے سوراخ میں گر جائے اور زمین کو چھو سکے تو اس کا دوبارہ ملنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

ہاتھوں کا رقص

کیمبوڈیا کے ثقافتی رقص میں ہاتھوں کا بہت استعمال ہوتا ہے جس کی دونوں بہنیں مشق کر رہی ہیں ۔

کین اور پھلے سکول میں کھانا کھاتے ہوئے ۔ جب وہ گندگی پر کام کرتی تھیں تو اکثر بھوکی رہتی تھیں ۔

رقص کے کپڑے

کین اور پھلے کو رقص کرنا بہت اچھا لگتا ہے خاص کر ثقافتی اور ماڈرن رقص ۔

سکول کے ساتھ عورت

کین اور اس کی بہن کو ہر روز کچرا اکٹھا کرنا ہوتا تھا ۔اکثر ان کو بہت بھوک لگتی تھی تو وہ کھانا کھاتے تھے جو لوگ پھینک دیتے تھے۔وہ جو کپڑے پہنتے تھے وہ بھی ان کو اسی گندگی کے ڈھیر سے ملتے تھے ۔ایک دن کین اور پھلے نے دیکھا کہ ایک عورت اس گندگی کے ڈھیر پر چل رہی ہے اس نے حفاظتی ماسک پہنا ہوا ہے اور وہ وہاں گندگی پر کام کرنے والے لوگوں سے بات کر رہی ہے ۔کین اور پھلے نے غور سے سنا جب اس نے سکول جانے کی بات شروع کی ۔بچوں کو اجازت مل گئی کہ وہ اس عورت کے ساتھ جا کر سکول کو دیکھ سکیں ۔جب فامین نے ان کو بتایا کہ وہ سکول مفت جا سکتے ہیں، پھلے کو ایک امید کی کرن نظر آئی کہ وہ اور اس کی بہن سکول جا سکیں گی ۔ان دونوں نے اپنی نانی کو سکول کے بارے میں بتایا ۔ان کی نانی نے کہا کہ ’’تم کچرا اٹھانے کا کام جاری رکھو نہیں تو ہم بھوک سے مر جائیں گے ۔‘‘ پھلے چلائی اور اپنی نانی کو بولنا شروع ہوگئی: ’’میں اپنی ساری زندگی گندگی کے ڈھیر پر کام نہیں کرنا چاہتی !‘‘ آخر کار نانی مان گئی اور انہوں نے سکول جانا شروع کر دیا۔

ہر روز سکول سے واپس آ کر کین اور پھلے کچرا اٹھانے جاتی تھیں ۔جب وہ شام کچرا اکٹھا کر کے گھر واپس آتی تو وہ گھر کا کام کرتی اور نانی کچرا الگ کرتی ۔اس کے بعد وہ پڑھتی تھی ۔اگر وہ نہ پڑھتی تو ان کو ڈر ہوتا تھا کہ وہ دوبارہ اس سبق کو یاد نہیں کر سکیں گی ۔

بھوک ہڑتال

نانی جس کو تپ دق کی بیماری تھی ،جس کی وجہ سے بہت کمزور ہوگئی تھی اس لئے ان سب کو واپس گاؤں جانا تھا ۔کین اور پھلے سارے راستے بہت روئی کیونکہ وہ سکول میں ہی رہنا چاہتی تھی ۔گاؤں میں ان کو صبح سے شام تک چاول کی فصل لگانی ہوتی تھی ۔کین اکثر روتی تھی اور اپنے سکول کو یاد کرتی تھی کہ وہ تمام سبق بھول رہی ہے ۔کین اور اس کی بہن کے گھر والے لڑکیوں کی بات کو نہیں سنتے تھے ، پھر انہوں نے ایک منصوبہ بنایا: انہوں نے ہر چیز کھانے سے انکار کر دیا کہ جب تک ان کو فینوم پن اور سکول نہیں بھیجا جائے گا وہ کچھ نہیں کھائیں گی ۔ ان دونوں بہنوں کی یہ بھوک ہڑتال کافی دنوں تک رہی اور آخر کار وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئیں

شاندار شیمپو

نانی ان کے ساتھ چلی گئی اور اس بات کو یقینی بنایا کہ وہ بچوں کے گھر PIO میں جائیں گے ۔پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ انہوں نے اپنے بال شیمپو سے دھوئے ۔پھلے نے کہا کہ ’’یہ بہت ہی اچھا لگا اب مجھے لگتا ہے کہ اب میں بالکل صاف ہوں‘‘

کیمبوڈیا کے نئے سال اپریل میں ، ان بہنوں کو اپنے گھر والوں سے ملنے کا موقع ملا ۔ان تقریبات کے دوران اور بھی بہت سے بچوں کو کین آنے کا موقع ملا ۔انہوں نے کہا کہ ’’کیا آپ ہمیں انگلش سکھا سکتے ہیں؟ اور ہمیں بتاؤ کہ کس طرح کسی لفظ کو لکھا جا سکتا ہے؟‘‘ کین بہت فخر محسوس کر رہی تھی ۔ اسے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ اس قابل ہوئی ہے کہ اس نے جو سیکھا وہ دوسروں کو بتا سکتی ہے ۔اس کے والدین دیکھ رہے تھے کہ وہ کس طرح بچوں کو لفظ لکھنا سکھا رہی ہے ، اور وہ فخر سے مسکرا کر اس کو دیکھ رہے تھے ۔ میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت لڑکی سمجھتی ہوں ، کہ مجھے سکول جانے کا موقع ملا ۔کین کہتی ہے کہ ’’اگر میں PIO میں نہ آتی تو مجھے اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ بھی نہیں پتا چلنا تھا ۔‘‘

PIO کی وردی

سکول میں تمام طلباء PIO کی طرف سے دی گئی وردی پہنتے ہیں ۔پھلے اس کو روز صبح پہنتی ہے ۔جب وہ گندگی کے ڈھیر پر کام کرتی تھیں تو ان کے پاس پہننے کیلئے صرف ایک ہی جوڑا تھا جو پہنتی تھیں ۔اب ان کے پاس بدلنے کیلئے بہت سے کپڑے ہیں اور وہ آپس میں بھی بدل لیتی تھیں!

سکول سے پیار

پھلے اور اس کی دوست بچ سکول کے آخری گھنٹے میں لائبریری میں کتاب پڑھتی ہیں ۔پھلے کو سکول جانا بہت پسند ہے ۔جب اس کی نانی اس کو اور اس کی بہن کین کو واپس گاؤں لے گئی تھی، ان بہنوں نے بھوک ہڑتال کی تھی کہ وہ واپس سکول آ سکیں ۔

TEXT: JOHANNA HALLIN & EVELINA FREDRIKSSON FOTO: ALEXANDRA ELLIS

سکول اور کچرے میں ایک لمبا دن

لینگنگ 15 سال کا ہے اور اپنی بہن، ماں اور 17 رشتہ داروں کے ساتھ گندگی کے ڈھیر میٹل شیک میں رہتا ہے۔ اس کی ماں بہت بیمار ہے، پھر بھی اس کو کام کرنا پڑتا ہے تاکہ اس کے گھر والے کھانا کھا سکیں۔ لینگنگ شام کو اس کے ساتھ جاتا ہے۔

جب لینگنگ چھوٹا تھا اس وقت ان کے حالات بہت برے تھے۔ وہ سکول نہیں جا سکتا تھا اور سارا دن اس کو بس کچرا اٹھانا ہوتا تھا۔ میں زیادہ تر بھوکا رہتا تھا۔ میں گندے پھل اور وہ بوتلیں اٹھاتا تھا جو لوگ پھینک دیتے تھے اور ان بوتلوں میں کچھ قطرے بچ جاتے تھے۔“ لینگنگ اور اس کی بہن بہت حسرت سے ان کو بچوں کو دیکھتے تھے جو روز وردی پہنے اور بستہ اٹھا کر سکول جاتے تھے۔ انہوں نے منتیں کی اور آخرکار انکو PIO میں جانے کا موقع مل گیا۔

”فٹ بال کھیلنا اور میرے سکول کے دوستوں نے مجھے بہت خوش رکھا۔ لیکن جب میں اپنی بیمار ماں کے متعلق سوچتا تھا تو مجھے بہت دکھ ہوتا تھا۔ افسوس کے ساتھ مجھے بہت غصہ آتا تھا۔“

6:00 اٹھنے کا وقت

لینگنگ اور اس کی بہن بچ اپنے گھر کے بیڈ پر ساتھ سوتے ہیں۔ مچھر دانی ان کو مچھروں سے بچاتی ہیں، جو کہ اس قسم کے موسم میں آتے ہیں۔

6:30 صفائی کرنا

ہر بدھ کو لینگنگ سبق شروع کرنے سے پہلے اپنی جماعت کو صاف کرتا تھا۔

9:30 ٹی وی دیکھنا

چھٹی کے وقت، لینگنگ اور اس کے دوست سکول ساتھ کیوسک میں جاتے ہیں تا کہ خبریں دیکھ سکیں۔

11:00 بھنی ہوئی چیزیں اس کو پسند ہیں

تمام بچے سکول کی چھت پر کھانا کھاتے ہیں۔ اس کھانے کے بغیر بہت سے بچے بھوکے رہ جاتے ہیں۔ لینگنگ کو بھنی ہوئی سبزیاں بہت پسند ہیں۔

13:00 کمپیوٹر چلانا

لائبریری میں کمپیوٹر چلاتے ہوئے خوشی ہوتی ہے۔

© TEXT: JOHANNA HALLIN & EVELINA FREDRIKSSON PHOTOS: ALEXANDRA ELLIS

14:15 بہت تھک گیا تھا۔

لیننگ دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر کیلئے سوتا تھا، لیکن اکثر وہ اتنا تھک جاتا تھا کہ انگلش کا سبق پڑھتے ہوئے اس کو نیند آجاتی تھی ۔ اس کو سونے کیلئے صرف 5 گھنٹے ہی ملتے تھے کیونکہ اس کا شام کے وقت کا کام رات دیر تک ہوتا تھا۔

پلاسٹک کی بوتلوں کا ریٹ 0.14 سینٹ کلو ہے۔

سٹرا کا ریٹ 0.1 سینٹ کلو ہے۔

پلاسٹک اور ربڑ کے جوتے کا ریٹ 0.07 سینٹ کلو ہے۔

کاربورڈ 0.07 سینٹ کلو ہے۔

17:15 شام کا وقت شروع

لیننگ اپنے کپڑے بدلتا ہے تاکہ کچرا اٹھانے جا سکے ۔ پھر وہ شہر کی طرف چلتا ہے کہ کچرا اکٹھا کر سکے۔

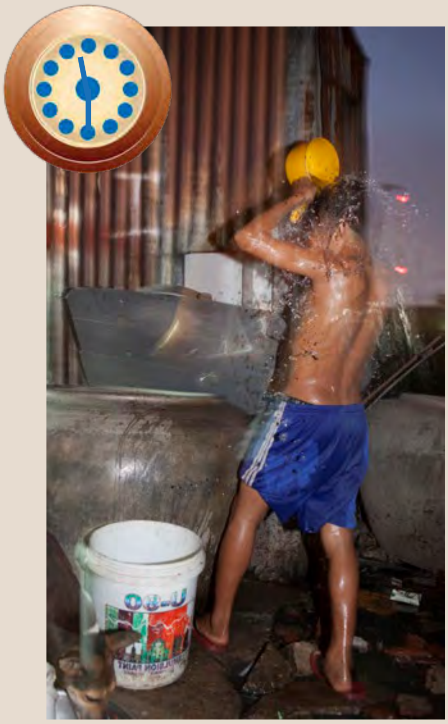

21:00 اندھیرے میں چلنا

لیننگ رات گئے تک کام کرتا تھا۔

00:30 رات کو نہانا

جب وہ گھر واپس آتا ہے، لیننگ نہاتا ہے ۔ چاول کھانے کے بعد جو دوسرے بچوں نے چھوڑے ہوتے ہیں، پھر وہ سونے چلا جاتا ہے۔

PAGES
68–75

بچوں کے حقوق کا ہیرو 6
عمانوایل روڈ یگوز

عمانوایل آہستہ سے 9 سالہ ایڈیلیا کے سر پر ہاتھ مارتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ پڑے بینچ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی ہے۔ جب ایڈیلیا پیدا ہوئی تھی، وہ جنگل میں بالکل موت کے قریب تھی کیونکہ وہ دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔ عمانویل کہتا ہے کہ جو کہ خود بھی نابینا ہے ''گنی بساؤ میں ایسے معذور بچوں کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے ہیں کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لئے وہ ان سے پیار بھی نہیں کرتے اور نہ ہی ان کو سکول جانے دیتے ہیں۔ میری ساری زندگی ان کیلئے جدوجہد کرنے کیلئے ہی ہے۔''

عمانوایل اچھی طرح جانتا ہے کہ اس طرح کے معذور بچوں کو اپنی زندگی میں بالغوں کی طرف سے کتنا پیار اور خیال چاہئے ہوتا ہے اور ان کو ہرگز چھپا کر نہیں رکھنا چاہئے۔ عمانویل نے خود اپنی آنکھیں تین سال کی عمر میں کھوئی تھیں۔ ''ہم نو بہن بھائی تھے اور میرے ماں باپ ہم سے بہت پیار کرتے تھے۔ میں اور میرا والد بہت اچھے دوست تھے۔ ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لئے روز سکول جاتے تھے اور ہم اکٹھے بہت زیادہ کھیلتے تھے۔'' عمانویل جب تین سال کا ہوا، کچھ ایسا ہوا کہ اس نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔ ''میری آنکھیں جو کہ بھوری تھیں ایک دم نیلی ہونا شروع ہو گئیں اور مجھے ہر چیز دھندلی نظر آنا شروع ہو گئی۔ میں نے سکول جانا چھوڑ دیا کیونکہ میری نظر بہت کمزور ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے بہت غمزدہ کیا، لیکن میرا والد مجھ سے بھی زیادہ افسردہ ہو گیا۔''

ایک لمبا سفر

عمانوایل کے والد نے فیصلہ کیا کہ عمانوایل کے علاج کے لئے جو سب سے بہتر ہو سکتا تھا وہ کرے۔ لیکن یہ سب سہولت گنی بساؤ میں نہیں تھی، اس کیلئے ان کو پرتگال جانا پڑنا تھا۔ انہوں نے زیادہ سے زیادہ پیسے بچانا شروع کر دیئے جو اس کو فوج کی طرف سے ملتے تھے۔ آخر کار وہ اتنے پیسے اکٹھے کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ جہاز کی ٹکٹ لے کر پرتگال اپنے چچا کے پاس چلے گئے۔ لیکن ان کے گھر میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں جا سکتا تھا۔ ''یہ سب میرے لئے آسان نہیں تھا۔ میں اس وقت صرف 4 سال کا تھا اور بہت افسردہ اور ڈرا ہوا بھی۔ لیکن میں خوش قسمت تھا۔ جہاز میں ایک نن نے میری بہت مدد کی اور ہسپتال میں بھی دو نرسز جو میری دیکھ بھال کیلئے تھیں۔ ہسپتال میں کچھ سال رہنے کے بعد ان کو پتا چلا کہ میرے علاج کیلئے ایسا کچھ نہیں ہے جس سے میری نظر ٹھیک ہو سکے۔ ایسا علاج ہونے میں ابھی بھی وقت ہے۔

عمانوایل ایڈیلیا کے ساتھ، جو کہ جنگل میں مرنے کے قریب تھی اور اس کو چرواہوں نے بچا لیا تھا۔

عمانوایل کو کیوں نامزد کیا گیا؟

عمانوایل روڈ یگوز کو بچوں کے حقوق کے انعام کیلئے اس لیے نامزد کیا گیا کہ وہ گنی بساؤ میں رہنے والے اندھے بچوں اور مختلف معذوری کا شکار بچوں کیلئے جدوجہد کرتا ہے۔

مسائل

مختلف معذوری کا شکار بچے گنی بساؤ میں بہت مشکل حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اکثر بچے جو اندھے ہیں اور بہرے ہیں وہ سکول نہیں جا سکتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے جیسا کہ ان کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ کبھی تو عموی طور پر پسماندہ علاقوں میں غربت کی وجہ سے ایسے بچوں کو چھپا کر یا باندھ کر رکھا جاتا ہے۔

کام

عمانوایل اور اس کی تنظیم AGRICE ایسے معذوری کا شکار بچوں کو اپنی زندگی عزت کے ساتھ جینے کے مواقع دیتی ہے تاکہ وہ اچھی صحت، بنیادی طبی سہولیات، کھانا، گھر اور سکول جا سکیں اور اس کے ساتھ ان کو پیار بھرا اور محفوظ ماحول دیا جاتا ہے۔ عمانوایل نے ان بچوں کو بچایا جن کو چھپا کر رکھتے تھے اور اس کے ساتھ ان کے گھر والوں کو بھی سمجھایا ایسا دوبارہ نہیں کرنا چاہئے

نظریات اور نتائج

1996 سے لے کر اب تک عمانوایل اور اس کی تنظیم AGRICE ہزاروں بچوں کی مدد کر چکی ہے کہ وہ اچھی زندگی گزار سکیں۔ 300 سے زائد بچے عمانوایل کے سنٹر سے مدد حاصل کر کے سکول جا رہے ہیں اور ان میں زیادہ تعداد بصارت سے محروم بچوں کی ہے۔ کچھ عرصہ تعلیم اور تربیت حاصل کرنے کے بعد بہت سے بچے واپس اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاتے ہیں اور باقاعدگی سے سکول جاتے ہیں۔ ایسے بصارت سے محروم معذور بچوں کو ان کے حقوق دلوانے کیلئے انتھک جدوجہد کر رہا ہے کہ ان کو بھی عام بچوں کی طرح سب حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔

دوبارہ گھر واپسی

عمانوایل کے سنٹر میں، ازابیل نے بریل سیکھا اور اس نے جانا کہ وہ بہت کچھ ایسا کر سکتی جو اس کے اردگر کے لوگ سوچتے ہیں۔ وہ اب اپنے گھر والوں کے ساتھ رہتی ہے اور ہر روز اس کی کزن ایوا اس کو سکول لے کر جانے میں اس کی مدد کرتی ہے۔

نابینا بچوں کیلئے سکول

عمانوایل کا والد اپنے بیٹے کیلئے مسلسل جدوجہد کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نابینا بچوں کیلئے پرتگال میں بہت اچھے سکول ہیں، لیکن ایسا کوئی ایک بھی سکول گنی بساؤ میں نہیں تھا۔ ''میرے گھر والوں نے میرے لئے اتنے پیسے اکٹھے کئے کہ میں پرتگال میں جا کر پڑھ سکوں۔ میں نے بریلی کے ذریعے لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا۔'' ان گزرتے سالوں کے ساتھ عمانوایل نے اس بات کو محسوس کیا کہ زندگی اتنی بھی بری نہیں ہے جیسا وہ سوچتا تھا۔ چھ سال سکول میں رہنے کے بعد ایک دن اس نے زندگی بدل دینے والا پیغام سنا کہ اس کا والد دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے وفات پا گیا ہے۔ ''میں اس وقت **10** سال کا تھا، میں دونوں چیزوں کو کھو چکا تھا ایک تو میرا والد اور دوسرا میرا کون خیال رکھتا اور میرے سکول کی فیس کو دیتا۔'' جب عمانوایل واپس گھر آیا، ملک میں جنگ جاری تھی۔ گھر والے عمانوایل کو ہمسایہ ملک گنی میں لے گئے تا کہ ادھر محفوظ رہ سکے۔ وہاں وہ اس قابل ہوا کہ وہ معذور بچوں کے سکول میں جا سکے جہاں پر بالغ بھی پڑھتے تھے۔ **6** سال بعد وہ گھر واپس آیا۔

صدر کو روکا

عمانوایل پر کسی کو یقین نہیں تھا، جو کہ نابینا تھا، کہ وہ نوکری حاصل کر لے گا، لیکن وہ ہر روز صدر کے محل میں جاتا اور کہتا کہ مجھے صدر سے بات کرنی ہے۔ عمانوایل کو اس بات کا یقین تھا کہ صدر اس کی ضرور مدد کرے گا اور ان کی مدد سے دوسرے معذور لوگوں کو بھی کام مل سکے۔ ''ایک دن میں کسی طرح صدر کی گاڑی کے آگے کھڑا ہو گیا اس طرح ان کو اپنی گاڑی روکنا پڑی! صدر کے گارڈ مجھے صدر کے پاس لے گئے۔ میں نے ان کو بتایا کہ مجھے نوکری کیلئے ان کی مدد کی ضرورت ہے، کیونکہ نابینا لوگوں کو کوئی نوکری نہیں دیتا ہے۔ میں نے ان کو بتایا کہ میں نے سوئچ بورڈ آپریٹر کا کام سیکھا ہوا ہے۔ صدر کو تجسس ہوا سن کر اور اس نے مجھے موقع دیا کہ میں صدر کے گھر کے سوئچ بورڈ کا کام کروں۔ وہ میرے کام سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے میرے لئے ڈاکخانہ میں نوکری کا بندوبست کیا!''

AGRICE کا آغاز

حالانکہ عمانوایل اچھی زندگی گزار رہا تھا، لیکن وہ اپنے ملک میں رہنے والے نابینا بچوں کو نہیں بھولا تھا جن کو ایک جیسے مواقع نہیں ملتے تھے جیسا کہ اس کو ملے۔ عمانوایل کہتا ہے کہ ''بہت سے بچوں کو چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ حکومت نے ابھی تک ملک میں ایک بھی ایسا سکول نہیں بنایا کہ جس میں نابینا بچوں کو تعلیم دی جا سکے۔''

عمانوایل مندرجہ ذیل عالمی اہداف کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے:

ہدف **1**: غربت میں کمی۔ ہدف **3**: اچھی صحت اور پرورش۔ ہدف **4**: معیاری تعلیم ہر بچے کا حق۔ ہدف **10**: امتیازی سلوک میں کمی۔ ہدف **11**: مختلف قسم کے معذور بچوں کے بھی عام بچوں کی طرح حقوق ہیں۔

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: KIM NAYLOR

بچاؤ کی مہم پر

اکثر عمانوایل اور اس کے ساتھ والوں کو اپنی جیپ چھوڑ کر گدھا گاڑی پر گاؤں کی طرف جانا پڑتا تھا جہاں پر مختلف قسم کے معذور بچے بڑی مشکل میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ عمانوایل کو خوش آمدید کیا جاتا ہے اور گاؤں والے اس کی بات کو بہت غور سے سنتے ہیں جب وہ بتاتا ہے معذور بچوں کے حقوق بھی عام بچوں کی طرح ہی ہیں۔ وہ سب کو نابینا ہونے کے اثرات کے بارے میں بھی بتاتا ہے اور کس طرح اپنی آنکھوں کو بچایا جاسکتا ہے۔ عمانوایل اور اس کی تنظیم **AGRICE** میں **16** ایسے لوگ شامل ہیں جو مختلف علاقوں اور گاؤں میں جا کر ایسے نابینا بچوں کو تلاش کرتے ہیں۔ عمانوایل چرچ، مسجد، ثقافتی رہنما اور مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے، اور وہ لوگ خود بھی اس کی تنظیم سے رابطہ کرتے ہیں جب کبھی ان کو مدد کی ضرورت ہو۔

1996 میں عمانوایل نے ایک تنظیم **AGRICE** کا آغاز کیا۔ اس کے ذریعے جو نابینا افراد تھے انہوں نے اپنی آواز کو معاشرے میں بلند کیا اور اپنے حقوق کیلئے آواز اٹھائی۔ **AGRICE** کے ذریعے عمانوایل بہت سے ایسے نابینا بچوں سے ملا جو بہت مشکل میں اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ جب عمانوایل کی ماں فوت ہوئی تو گنی بساؤ میں اس نے اپنے آدھے گھر میں نابینا بچوں کیلئے ایک محفوظ گھر بنا دیا۔ **2000** میں پہلے جو بچے واپس آئے ان میں ایک سنکار **11** مہینے اور ممدی چھ مہینے کا تھا۔ عمانوایل اور اس کی بیوی ڈومینگاس دونوں مل کر ان دونوں بچوں کی پرورش کرتے تھے۔

جیسے جیسے بات پھیلتی گئی کہ ان دونوں بچوں کا بہت خیال رکھا جاتا ہے پھر زیادہ سے زیادہ بچوں نے ان کے پاس آنا شروع کر دیا۔ اسی کام کے دوران ہم نے بچوں کو بچانے کا کام بھی شروع کر دیا۔ ہم نے گاؤں گاؤں جانا شروع کیا اور دیکھتے کہ جو بھی نابینا بچے یا کسی بھی معذوری کا شکار ہیں تو ان کو وہاں سے لے کر اپنے پاس لے آئیں۔ جیسا کہ ہم جانتے تھے کہ وہ بہت خطرناک زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم لوگوں کو ان بچوں کے حقوق کے متعلق بتاتے اور کہتے کہ ہم ان کا خیال رکھیں گے جن کو ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ جلد ہی ہمارے پاس تقریباً **40** بچے ہو گئے تھے جو کہ نابینا تھے۔''

وائٹ کین سکول

عمانوایل کے سنٹر میں بچے سیکھتے ہیں کہ وہ کس طرح اپنا خیال رکھ سکتے ہیں اور گھر جا کر اپنے گھر والوں کی مدد کیسے کر سکتے ہیں۔ عمانوایل کا یہ مقصد ہے کہ جب بچے اس کے سنٹر سے جائیں تو وہ معاشرے کا حصہ بن کر اس میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ وہ کپڑے دھونا، برتن دھونا، صفائی کرنا، کھانا پکانا اور بہت کچھ یہاں رہ کر سیکھتے ہیں۔ عمانوایل جانتا ہے کہ بچوں کو سکول لازمی جانا چاہیے۔ اس نے حکومت کی توجہ اس طرف لانے کیلئے کہ مہم کا آغاز کیا کہ ملک میں نابینا بچوں کیلئے سکول بنایا جائے اور وہاں پر بریل کے ذریعے اساتذہ بچوں کو پڑھنا اور لکھنا سکھائیں۔

ایک پلاسٹک کی شیٹ ڈبوں کے ساتھ جس میں سٹائلس کی مدد سے کاغذ اندر کر رہے ہیں۔

عمانوایل کے سنٹر میں نابینا بچے زندگی میں پہلی بار بریل کی مدد سے لکھنا اور پڑھنا سیکھ رہے ہیں۔

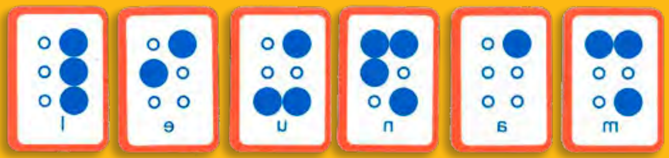

یہ عمانوایل کے نام والی بریل ہے۔

15 سالہ لڑکے نے بریل بنائی

بریل کی ایجاد **1824** میں ایک **15** سالہ فرنچ لڑکے لوئس بریل نے کی۔ بریل پلاسٹک یا کاغذ کے اوپر مسلسل نقطوں کے ساتھ چوکور ڈبے بنے ہوتے ہیں جس کو انگلی سے محسوس کر کے پڑھا جاسکتا ہے۔ مختلف قسم کے الفاظ مختلف نقطوں سے بنائے جاتے ہیں۔ بریل کے ذریعے آپ تصاویر اور موسیقی کی دھن بھی بنا سکتے ہیں۔ بریل کا عالمی دن ہر سال **4** جنوری کو منایا جاتا ہے، لوئس بریل کی یاد میں جو کہ **1809** میں پیدا ہوا تھا۔

بریل لکھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

14 لاکھ نابینا بچے

پوری دنیا میں 1 کروڑ 90 لاکھ بچے نابینا ہیں۔ 14 لاکھ بچے ایسے ہیں جن کا علاج بھی ممکن نہیں ہے۔

صرف ایک آنکھوں کا ڈاکٹر

عمانویل بتاتا ہے کہ ''یہ ممکن ہے کہ ہم اس پر پوری طرح قابو پا سکتے ہیں، لیکن گنی بساؤ ایک غریب ملک ہے اور اس پورے ملک میں آنکھوں کا صرف ایک ڈاکٹر ہی ہے۔ گنی بساؤ میں اس بیماری کی جو سب سے اہم وجوہات ہیں وہ یہ ہیں:

دریائی نابینا پن

(Onchocerciasis) ایک ایسا انفیکشن ہے جو کہ دریا پر رہنے والی کالی مکھی کے کاٹنے سے ہوتا ہے۔ اس کے کاٹنے سے جسم کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں زہریلے لاروے بننا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس بیماری کو ختم کرنے کی دوائی موجود ہے۔

ٹریکوما

ایک ایسی انفیکشن ہے جو کہ بیکٹر یا کی وجہ سے پھیلتی ہے اور آنکھوں کے اندر اثر انداز ہو کر ٹشو کو متاثر کرتی ہے اور یہ انفیکشن آہستہ آہستہ نابینا کر دیتی ہے۔ زیادہ تر یہ ان مکھیوں کی وجہ سے پھیلتی ہے جو دوسروں کی آنکھوں سے ہو کر آتی ہیں۔ یہ قابل علاج ہے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے اگر ہم صاف پانی، صفائی اور بہتر علاج کی سہولیات رکھیں۔

موتیا

یہ آنکھوں کے اوپر ایک جھلی بنا دیتا ہے جس کو آپریشن کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔

گلوکوما

یہ ایسی بیماری ہے جو کہ بصری اعصاب پر اثر انداز کرتی ہے۔ پہلے سے خراب شدہ آنکھ پر ممکن نہیں کہ دوبارہ آپریشن ہو سکے، لیکن اس کو اور زیادہ خراب ہونے سے بچایا جا سکتا ہے کہ باقی کی نظر بحال رہے

دنیا میں 80 فیصد تک آنکھوں کی بیماریوں کا علاج ممکن ہے۔

عمانوایل بچوں کو کہانی سنا رہا ہے۔ عبدالئی عمانوایل کے گھٹنے پر بیٹھا ہے، جو عمانوایل کو بچاؤ کے مشن کے دوران کچھ ہفتے پہلے ہی ملا تھا۔

''حکومت نے ایسا کوئی اقدام نہیں کیا کہ وہ سکول بنائیں، لیکن حکومت کی طرف سے مجھے کچھ زمین مل گئی کہ جس پر میں ایک سکول بنا سکوں ۔ ''عمانویل نے اپنا پہلا سکول بانس کے ڈنڈوں اور کھجور کے پتوں سے بنایا جہاں پر بچے زمین پر بیٹھتے تھے۔ ''ایک دن ایک کینیڈین سفیر ہمارے پاس آیا کہ وہ دیکھ سکے کہ ہم اپنے طلباء کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں ۔ جب ہم جماعت میں کھڑے ہوئے تھے تو ہم نے دیکھا کہ ایک سانپ بچوں کی طرف آرہا ہے۔ سانپ کو مارنے کے بعد اس سفیر نے ہمیں پیسے دیئے کہ ہم بچوں کیلئے ایک محفوظ گھر بنا سکیں!''

20 سالہ خدمت

عمانویل کو اب تک یہ کام کرتے ہوئے 20 سال ہو گئے ہیں جب اس نے پہلے نابینا بچے کو سنبھالا تھا۔ آج عمانوایل اور AGRICE کے پاس بچوں کا سکول، 2 بحالی ادارے، کمرہ جماعت، کھانے کا ہال، لائبریری، موسیقی کیلئے کمرہ، جم اور دستکاری کے سکول بھی ۔ گنی بساؤ کے تعلیمی ادارے نے عمانویل کو سکول کے لئے اساتذہ کی فراہمی کی ۔ یہ تمام بچوں کیلئے کھلے ہوتے ہیں نہ کہ صرف نابینا بچوں کیلئے۔ ''میرے لئے یہ بہت واضح ہے کہ ہم سب نے مل کر ہی سیکھنا ہے۔ یہ بہت اچھا طریقہ ہے اس کے ذریعے ہم ایسے معذور بچوں کو دنیا سے الگ ہونے سے بچا سکتے ہیں، اور لوگوں کو اس بات سے بھی آگاہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے حقوق بھی ایک جیسے ہی ہیں۔ اکثر عمانویل بہت زیادہ تھک جاتا ہے اور افسردہ بھی ہوتا ہے کہ گنی بساؤ میں بچوں کے ساتھ ہونے والا سلوک اچھا نہیں ہے۔ ''لیکن پھر میں سوچتا ہوں کہ مجھے زندگی میں جتنے بھی مواقع ملے میں ان کیلئے اپنے والد کا بہت شکر گزار ہوں ۔ اپنے والد کے پیار کی وجہ سے ہی میں اچھی صحت اور تعلیم حاصل کر سکا۔ میرا والد میرے لئے ایک مثالی شخصیت ہے ۔ جس طرح میرے والد نے میرا خیال رکھا میں اسی طرح سب نابینا بچوں کا خیال رکھنا چاہتا ہوں جن کو بھی میری مدد کی ضرورت ہے ۔''

وائٹ کین سکول

عمانوایل کے سکول کا نام بنگا برانکا ہے۔ جس کا مطلب سفید چھڑی ہے۔ 1950 سے یہ سفید چھڑی نابینا افراد کو چلنے میں مدد دیتی تھی اور یہ نابینا افراد کی ایک نشانی تھی۔

سموئیل کو اس کی آنکھوں کی روشنی واپس مل گئی

سیموئیل (12 سال) جو عمانوایل کے سنٹر میں رہتا ہے کہتا ہے کہ '' مجھے میرے والدین مجھے نظر انداز کرتے تھے کیونکہ میں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ عمانوایل نے میرے گاؤں آ کر مجھے بچایا۔ میں شکرگزار ہوں کہ میں اب ایک آنکھ سے دیکھ سکتا ہوں!''

سیموئیل ایک غریب گھر میں پیدا ہوا۔ اس کے بڑے بھائی سولمون کی نظر کمزور تھی اور بالکل نابینا ہو رہا تھا۔ جب اس کے والد نے دیکھا کہ سیموئیل بھی نابینا ہو رہا ہے تو اس نے اپنے گھر والوں کو چھوڑ دیا۔ سیموئیل کہتا ہے کہ '' میری ماں جب کھیتوں میں کام کرنے جاتی تو مجھے اور میرے بھائی کو ہمسائیوں کے گھر چھوڑ دیتی تھی۔ اکثر اس کو کام کیلئے بہت سے ہفتے دور جانا پڑتا تھا۔'' ہمسائے ہم دونوں بھائیوں کا ٹھیک خیال نہیں رکھتے تھے۔ '' ہم بھوکے، ننگے، گندے رہتے تھے اور وہ ہم کو مارتے بھی تھے۔''

عمانوایل کا بچاؤ مشن

عمانوایل کو پتہ چلا کہ گاؤں میں دو نابینا بچے رہتے ہیں جن کی ٹھیک طرح دیکھ بھال نہیں کی جاتی ہے تو اس نے ان کو بچانے کا ارادہ کیا کہ وہ ان کو اپنے پاس لے آئے۔ جیسے کہ دوسرے بچے سنٹر میں لائے گئے تھے، سیموئیل کی آنکھ کو چیک کیا جانا تھا۔ ڈاکٹرز نے چیک کیا تو پتہ چلا کہ اس کی ایک آنکھ میں موتیا ہے اور اس کا آپریشن کرنا پڑے گا۔'' میں آٹھ سال کا تھا اور میری پوری زندگی اندھیرے میں ہی گزری، اس لئے مجھے نہیں پتہ تھا کہ چیزیں کس طرح کی لگتی ہیں۔ اچانک جب مجھے ایک آنکھ سے نظر آنا شروع ہوا، تو جو پہلی چیز میں نے دیکھی وہ ہسپتال کے بستر پر لگا چھت پر پنکھا تھا۔ یہ دیکھ کر میں گھبرا گیا!''

دیکھنے کے قابل ہو گیا

جب سیموئیل بستر سے اٹھا اور ہسپتال کی طرف چلنا شروع کیا، وہ بہت خوش ہوا کہ وہ ہسپتال کے پارک میں گول گول گھوم سکتا تھا۔ عمانوایل کیلئے مشکل تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کے والدین کے ساتھ رابطے میں رہتا۔ اب وہ جانتے تھے کہ سیموئیل دیکھ سکتا ہے اور وہ جانتے تھے کہ سولمون نے کیا سیکھا ہے، والدین چاہتے تھے کہ دونوں بھائی واپس گھر آ جائیں۔ عمانوایل کا ہمیشہ سے ہی یہی مقصد تھا کہ جب بچے بہتر ہو جائیں تو ان کو اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانا چاہئے۔ لیکن سیموئیل اس بات پر رضامند نہ تھا۔ سیموئیل کہتا ہے کہ '' میرے آپریشن کے بعد میری ماں مجھے دیکھنے آئی لیکن میں اس کو نہیں پہچان سکا۔ کیونکہ مجھے جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہوتی تھی تو عمانوایل میری دیکھ بھال کیلئے ہوتا تھا۔ وہ مجھے سکون دیتا تھا جب میں افسردہ ہوتا تھا۔ اس نے مجھے پیار دیا''

تمام بچوں کیلئے سکول

'' سیموئیل اور میں بہت اچھے دوست ہیں اور ہم حساب کی مشکل مشقوں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ نابینا اور دیکھنے والے دونوں طرح کے بچے ہمارے سکول میں آتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہم لوگوں میں کوئی بھی فرق ہے۔ میرے لئے! یہ بات یقینی ہے کہ نابینا بچوں کو بھی سکول ضرور جانا چاہئے۔ گنی بساؤ میں جو سکول ہے وہاں پر بہت مشکل سے ہی کسی معذور بچے کو داخل کیا جاتا ہے جو کہ بہت غلط بات ہے۔ تمام سکولوں کو ہمارے سکول کی طرح ہونا چاہئے کہ تمام بچے سکول جا سکیں۔ اگر آپ سکول نہیں جائیں گے تو آپ کیلئے نوکری حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔''

(جرمینڈو، 15 سال)

بہت سارے دوست

سیموئیل کہتا ہے کہ '' میں 4 سال سے عمانوایل کے سکول میں ہوں۔ میں بریل اور روزمرہ کے الفاظ کے ساتھ کام کرتا ہوں۔ دیکھنے والے اور نابینا دونوں طرح کے بچے میرے سکول میں پڑھتے ہیں۔ جو بچے دیکھ سکتے ہیں وہ اکثر ہماری مدد کرتے ہیں جب استاد کوئی بھی چیز بورڈ پر لکھتا ہے۔''

ایک دوسرے کی مدد کرنا

سیموئیل کہتا ہے کہ '' میں اکثر اریٹز کو عمانوایل کے سنٹر لے کر آتا ہوں۔ جب کبھی وہ سنٹر کے باہر جاتا ہے تو وہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر عمانوایل کے سنٹر واپس آتا ہے۔''

فٹ بال کا شور

بچے پلاسٹک کے بیگ اور خالی بوتلوں سے بنے فٹ بال سے کھیلتے ہیں تاکہ نابینا بچے آواز سن کر پہچان سکیں کہ فٹ بال کہاں ہے۔ سیموئیل کی خواہش ہے کہ وہ فٹ بال کا پلیئر بنے۔

تصویر بنانا اچھا لگتا ہے

سیموئیل بتاتا ہے کہ '' مجھے تصویر بنانا اچھا لگتا ہے، لیکن مجھ کوئی بھی تصویر بنانے کیلئے کاغذ کو اپنی آنکھوں کے بالکل پاس لانا پڑتا ہے۔''

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: KIM NAYLOR

ایڈیلیا بالکل موت کے قریب تھی

عمانوایل ایڈیلیا کی کہانی بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ ’’میں وہ وقت نہیں بھول سکتا کہ جب میں نے پہلی بار چھوٹی سی نئی نئی پیدا ہوئی ایڈیلیا کو اپنی بانہوں میں لیا تھا۔ وہ بہت ہی کمزور تھی اور گندگی میں لپٹی ہوئی تھی، مکھیاں اور کیڑے اس کو کاٹ رہے تھے۔ اس کو جنگل میں مرنے کیلئے چھوڑ دیا گیا تھا، صرف اس لئے کہ وہ نابینا تھی۔ مجھے بہت غصہ آیا۔ ایڈیلیا اب **9** سال کی ہے اور میں اس سے بہت پیار کرتا ہوں۔

جب ایڈیلیا پیدا ہوئی اور اس کے والد کو پتہ چلا کہ وہ دیکھ نہیں سکتی ہے، اس نے کہا کہ یہ میری بیٹی نہیں ہے اور گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ ایڈیلیا کی ماں کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس نے ایڈیلیا کو جنگل میں اکیلا چھوڑ دیا۔ ایڈیلیا بغیر کپڑوں کے پڑی تھی اور اس کو سانپ، بارش اور سورج کی گرمی کا بھی خطرہ تھا۔ ’’جہاں پر ایڈیلیا پڑی تھا وہاں سے چند چرواہوں کا گزر ہوا اور انہوں نے اس کے چھوٹے سے جسم کو دیکھا۔ ایڈیلیا کافی دیر سے چیخ رہی تھی، اس میں تھوڑی سی بھی جان نہ تھی۔ ان چرواہوں کو یقین تھا کہ یہ چھوٹی سی بچی مر چکی ہوگی، لیکن جب اس نے ذرا سی حرکت کی تو انہوں نے احتیاط کے ساتھ اس کو پکڑا اور نزدیکی کیتھولک مشن اسٹیشن پر لے گئے۔‘‘

پولیس نے کوئی مدد نہ کی

’’اسٹیشن سے کسی نے میرے ساتھ رابطہ کیا اور ہم ایڈیلیا کو وہاں سے لے گئے۔ ہم نے اس کو کھانا اور پانی دیا اور اس کا خیال رکھا اور اس کو پھر ہسپتال لے گئے کہ اس کو ٹھیک دوائی دی جا سکے۔ اس کو دوبارہ زندگی ملنا بھی ایک معجزہ تھا۔ ہم اس بات کو یقینی بنا رہے ہیں کہ جو لوگ اس طرح کے جرائم کرتے ہیں ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہونی چاہئے۔ اس لئے میں پولیس اسٹیشن گیا اور ان کو بتایا جو کچھ ایڈیلیا کے ساتھ ہوا اور میں چاہتا تھا کہ اس کے والدین کو گرفتار کیا جائے۔ لیکن ایسا کچھ بھی نہ ہوسکا۔ ان کا قانونی نظام ٹھیک نہیں چل رہا تھا، اور زیادہ تر پولیس معذور بچوں پر ہونے والے ظلم کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔

ہر جگہ تلاش کیا

’’میں خود اس کے والدین کو تلاش کرنا شروع کیا۔ میں میلوں تک گاؤں کے چھوٹے راستوں پر چلتا گیا اور جہاں جگہ ملتی میں سو جاتا۔ آخر کار میں نے ایڈیلیا کی ماں کو ڈھونڈ لیا، جو کہ بہت جوان لگتی تھی۔ اس سے پہلے ہم کوئی موقع دیکھ کر کسی نتیجے پر پہنچتے، وہ کہیں غائب ہوگئی۔ میں نے اس کو معاف کیا اور مجھے لگا کہ یہ سب کر کے میں غلطی کی ہے۔ لیکن اس بات نے ہمارے کام کی اہمیت کو اجاگر کیا اور سب کو اس بات کا احساس دلایا کہ نابینا بچے اور دوسری طرح کے مختلف معذور بچوں کے حقوق بھی عام بچوں کی طرح ہی ہیں۔ سب سے اہم جو بات تھی کہ ایڈیلیا زندہ تھی، اور ہم اس کی اچھی زندگی کیلئے اس کی مدد کر رہے ہیں۔‘‘

ایڈیلیا کی الماری

ایڈیلیا کہتی ہے کہ ’’عمانوایل نے مجھے میرے بہت سارے کپڑے لے کر دیئے ہیں۔ لیکن میری بڑی بہن اینگونڈی میرے کپڑوں اور کمرے کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ یہ میرا پسندیدہ لباس ہے۔

جب میں سکول جاتی ہوں تو ایسی نظر آتی ہوں۔

عمانویل کسی کو بھی نظر انداز نہیں کرتا ہے

عمانویل کہتا ہے کہ ’’ہم اس وقت تک کسی بھی بچے کو واپس گھر نہیں بھیجتے جب تک ہم کو یقین نہ ہو جائے کہ اس کا پوری طرح خیال رکھا جائے گا۔‘‘

پسندیدہ چیزیں

ایڈیلیا کہتی ہے کہ ’’میری پسندیدہ چیزیں گملا، کھلونے اور برتن ہیں جو مجھے پچھلے سال کرسمس پر ملے تھے۔‘‘

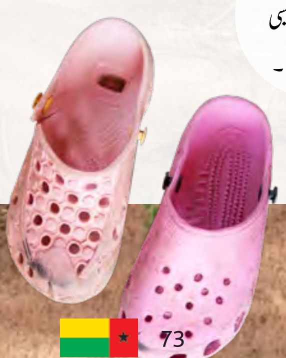

یہ میرے پسندیدہ جوتے ہیں اور یہ بہت آرام دہ ہیں۔

ایڈیلیا کا دن عمانوایل کے ساتھ

عمانوایل کے سنٹر میں بہت سے بچے جب اپنا سکول اور تربیت مکمل کر لیتے ہیں تو واپس اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ لیکن ایڈیلیا جیسے بہت سے بچوں کیلئے یہ سنٹر ہی ان کا گھر ہے۔ ایڈیلیا ہنستے ہوئے کہتی ہے کہ ''میں یہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتی ہوں اور یہ میرا گھر ہے۔''

05:00 بجے صبح بخیر!

ہم چار لوگ ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں اور بڑی بہن اینگوئنڈی ہمارے ساتھ ہوتی ہے۔ ہم سب نابینا ہیں۔ پہلے میں اپنا بستر ترتیب دیتی ہوں پھر دانت صاف کرتی ہوں۔ میں اپنی سکول کی وردی پہنتی ہوں اور اینگوئنڈی میرے بالوں میں برش کرتی ہے۔

06:30 عمانویل کے سکول کی طرف

ایڈیلیا کہتی ہے کہ ''اینگوئنڈی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ ہماری ضرورت کی تمام چیزیں ہمارے سکول کے بستہ میں ہیں اور ہمیں بس تک چھوڑتی ہے جس کو گری گری کہتے ہیں۔ بس میں ہم سب مل کر گاتے ہیں۔''

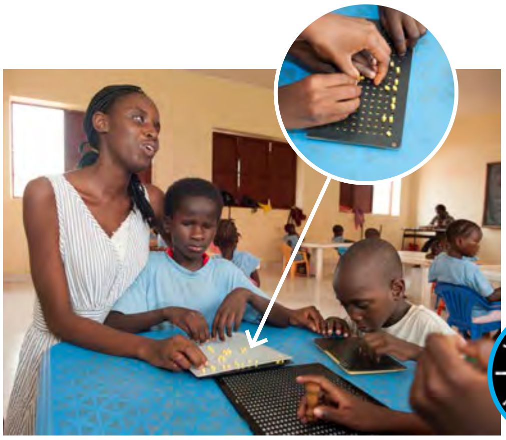

08:00 سکول شروع ہوتا ہے

ایڈیلیا کی جماعت میں دونوں طرح کے بچے جو دیکھ سکتے ہیں اور جو نابینا ہیں پڑھتے ہیں۔ ایڈیلیا کہتی ہے کہ '' مجھے پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے اور میں عمانوایل کے سکول میں ہی استانی بننا چاہتی ہوں۔''

10:00 بجے ناشتے کیلئے چھٹی

میں اپنا ناشتہ ڈبل روٹی اور جوس کے ساتھ کرتی ہوں۔ ڈبل روٹی کی خوشبو میری پسندیدہ خوشبو ہے! چھٹی کے وقت ہم کھیلتے ہیں۔ یہ سکول کی سب سے اچھی بات ہے!'' ایڈیلیا کی ہم جماعت کیڈی اس سے اتفاق کرتی ہے: ہم نابینا اور دوسرے دیکھنے والے بچے مل کر گاتے ہیں اور کھیلتے ہیں کیونکہ ہم سب دوست ہیں۔''

12:00 سکول سے چھٹی

ایڈیلیا کہتی ہے کہ ''جب سکول سے چھٹی ہوتی ہے تو ہم گری گری بس میں واپس گھر آتے ہیں۔''

آم بہت پسند ہیں

''کل جب عمانوایل پاپا سفر سے واپس آئے تو اپنے ساتھ آم بھی لے کر آئے۔ مجھے آموں کا ذائقہ بہت پسند ہے!''

عمانوایل کی تنظیم AGRICE کیا کرتی ہے

* گاؤں میں جا کر نابینا بچوں اور مختلف قسم کے معذور بچوں کو بچا کر عمانوایل کے سنٹر میں لے کر آتے ہیں۔
* بچوں کو بچانے کے دوران، وہ گاؤں کے لوگوں کو بتاتے ہیں کہ مختلف قسم کے معذور بچوں کے حقوق بھی ایک جیسے ہی ہیں۔ اس کے ساتھ وہ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ کس طرح آنکھوں کی بیماریوں سے بچا جا سکتا ہے اور ان کو اس کی دوائی بھی دیتے ہیں۔
* سنٹر میں موجود بصارت سے محروم بچوں کو تحفظ، گھر، کھانا، کپڑے دیئے جاتے ہیں۔ سنٹر میں بچے مستقبل میں اپنی زندگی کو سنوارنے کیلئے ہنر بھی سیکھتے ہیں اور پھر جب وہ اپنے گھر واپس جاتے ہیں تو ان کی بھی مدد کرتے ہیں۔
* سنٹر میں بچوں کو ادویات اور آنکھوں کی بیماری سے بچاؤ کے طریقے بھی بتائے جاتے ہیں۔
* AGRICE اس وقت دو سکول چلا رہی ہے، جو کہ ملک میں پہلے سکول ہیں جہاں پر نابینا بچوں کو داخل کیا جاتا ہے لیکن وہاں پر سب بچے پڑھ سکتے ہیں۔
* AGRICE بچوں کو واپس گھر بھیجنے میں مدد دیتی ہے۔ وہ بچوں کے گھر والوں، ہمسایوں اور گاؤں کے اساتذہ کو اس بات کیلئے تیار کرتے ہیں کہ جب بچے گھر واپس آئیں تو ان کا استقبال اچھے طریقے سے کیا جائے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر وہ بچے کو کسی اور گھر میں بھیج دیتے ہیں جہاں اس کا خیال رکھا جائے۔
* AGRICE بچوں کی سکول فیس اور وردی کے لئے بھی ان کی مدد کرتی ہے جب وہ عمانوایل کے سنٹر سے چلے جاتے ہیں۔
* AGRICE پورے علاقہ میں اس بات کی آگاہی دیتی ہے کہ معذور بچوں کے حقوق بھی عام بچوں کی طرح ہی ہیں۔

© TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: KIM NAYLOR

13:30 کھیلنے کا وقت

ایڈیلیا بتاتی ہے کہ ”کھانے کے بعد میں اپنی دوستوں کے ساتھ کھیلتی ہوں۔ ہمیں بچے بہت اچھے لگتے ہیں کیونکہ ہم اکٹھے رہتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ دوسرے کس طرح نظر آتے ہیں کیونکہ میں ان کے چہروں کو چھو کر محسوس کرتی ہوں۔ ہم فٹ بال کھیلتے ہیں، رقص اور گانا بھی گاتے ہیں۔ پھر ہم جھپکی مارتے ہیں۔“ یہاں نانی کے چہرے کو چھو کر محسوس کر رہی ہے کہ وہ کیسی نظر آتی ہے۔

13:00 برتن دھونا اور کھانا کھانا

”جب ہم واپس گھر آتے ہیں، ہم کپڑے تبدیل کرتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔ پھر میں برتن دھوتی ہوں جب میری باری ہوتی ہے۔“ عمانوایل کے سنٹر میں بچے برتن دھونا، کھانا بنانا، صفائی کرنا اور اپنے بستر کو بنانے کا طریقہ سیکھتے ہیں تا کہ وہ جب بھی اکیلے رہیں تو ان کو کوئی پریشانی نہ ہو اور اس طرح جب وہ واپس اپنے گھر والوں کے پاس جاتے ہیں تو ان کی بھی مدد کر سکتے ہیں۔

20:00 شام کی اسمبلی۔ ڈوجمبئی

ایڈیلیا کہتی ہے کہ ”ہر شام ہم ڈوجمبئی، رقص اور گانا گاتے ہیں۔ اس کے بعد اینگونتڈی ہمیں اکثر بائبل میں سے کہانی سناتی ہے۔“

18:00 رات کا کھانا

ایڈیلیا کہتی ہے کہ ”ہمیں ہمیشہ مزیدار کھانا ملتا ہے! میرا پسندیدہ کھانا کھجور کے تیل میں بنی مچھلی ہے۔“

17:15 نہانے کا وقت

پلوٹو مجھے کاٹتا ہے

ایڈیلیا بتاتی ہے کہ ”ہمارے یہاں پر ایک کتا بھی ہے، جس کا نام پلوٹو ہے۔ ایک دفعہ اس نے مجھے کاٹ لیا تھا۔ وہ میرے بسکٹ لینا چاہتا تھا! لیکن مجھے اس کو تھپکی دینا اچھا لگتا ہے۔“

21:00 ایڈیلیا شب بخیر!

ایڈیلیا کہتی ہے کہ ”اینگونتڈی ہمارے سونے سے پہلے کمرے میں آ کر ہم کو شب بخیر کہتی ہے۔“

PAGES
76–82

بچوں کے حقوق کی ہیرو 7
ریچل للوئڈ

جمعہ کی ایک شام ریچل کے فون کی گھنٹی بجی جب وہ گھر جانے کیلئے تیار تھی۔ پولیس نے ایک ایسی لڑکی کو پکڑا ہے جس سے گلیوں میں زبردستی جنسی کام کروایا جاتا تھا۔ جو کسی سے بھی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ریچل شائد اس معاملے میں کچھ مدد کر سکے۔

ریچل اپنے سنٹر میں ایسے لوگوں کا انتظار کر رہی ہے جو بچے مشکل میں ہوتے ہیں ان کو پولیس اس کے پاس لے کر آتی ہے۔ کچھ دیر بعد، ایک سٹاف ممبر ایک بچی جس نے چوٹی باندھی ہوتی ہے اس کے ساتھ اندر آتا ہے۔ ایک لڑکی ڈینیل جو کہ بہت غصہ میں تھی۔ ریچل نے اس کو بتایا کہ وہ GEMS کی طرف سے آئی ہے یہ ایک ایسی تنظیم ہے جو لڑکیاں امریکہ میں اس جنسی کاروبار کا شکار ہوتی ہیں ان کی مدد کرتی ہے۔ ”میں یہاں صرف اس لئے آئی ہوں کہ میں دیکھ سکوں کہ تمہاری کس طرح مدد کی جا سکتی ہے۔ میں کسی پولیس اور بچوں کی ویلفیئر کی طرف سے نہیں آئی۔ تم مجھے جو کچھ بھی بتاؤ گی میں اس کو راز ہی رکھوں گی۔ میں نے GEMS اس لئے شروع کی تھی کہ میں زندگی کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں اور میں چاہتی ہوں کہ جو لڑکیاں اس مشکل میں ہیں ان کے لئے ایک محفوظ جگہ بنا سکوں۔“

زندگی میں واپسی

بہت سی لڑکیاں یہ جان کر حیرت زدہ ہو جاتی ہیں کہ ریچل بھی اسی کاروبار کا حصہ رہی تھی اور زندگی میں لڑکیوں کو ادھر لایا جاتا ہے۔

”کیا میں پوچھ سکتی ہوں کے تمہاری عمر کیا ہے“؟

لڑکی نے جواب دیا کہ ”11 سال“ ریچل حیران رہ گئی۔ وہ بہت سی لڑکیوں سے مل چکی تھی جو کہ 12، 13 یا 14 سال کی تھیں جو کہ اس جنسی کاروبار کا شکار تھیں لیکن اتنی چھوٹی عمر کی کسی لڑکی سے نہیں ملی تھی جس کی عمر 11 سال ہو۔ ڈینیل نے اس کو بتایا کہ اس کو میکسیکن کھانا اور ہیری پورٹر کی کتابیں پسند ہیں اور وہ نظمیں لکھتی ہے اور اس کا ایک 29 سال کا لڑکا دوست بھی ہے۔ جس آدمی کو ڈینیل اپنا دوست کہتی ہے حقیقت میں وہ اس کا دلال ہے جو اس سے زبردستی جنسی کام کرواتا ہے۔

ریچل مندرجہ ذیل عالمی اہداف کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے:

ہدف 3: اچھی صحت اور پرورش۔ ہدف 4: معیاری تعلیم۔ ہدف 5: لڑکوں اور لڑکیوں کے مساوی حقوق۔
ہدف 8: صاف ستھرا کام۔ ہدف 16: جنسی کاروبار، تشدد، استحصال اور سمگلنگ کو روکنا۔

ریچل کو کیوں نامزد کیا گیا؟

ریچل للوئڈ کو امریکہ میں ہونے والے بچوں سے جنسی کاروبار کروانے کے خلاف مہم چلانے اور جدوجہد کرنے کی وجہ سے نامزد کیا گیا ہے۔

مسائل

ہر سال امریکہ میں تقریباً ہزاروں بچوں کو جن میں زیادہ تر لڑکیاں جن کی عمر 12 سال تک ہے ان سے زبردستی جنسی کام کروایا جاتا ہے۔ ان میں سے بہت سے بچے ایسے ہیں جو غربت میں زندگی گزارتے ہیں اور ان کے رنگ سفید نہیں ہوتے۔ ان میں سے کچھ بچے برا سلوک ہونے کی وجہ سے بھاگ کر امریکہ آتے ہیں اور یہاں مہاجر بن کر رہتے ہیں۔

کام

ریچل اور اس کی تنظیم (GEMS جس کا مطلب لڑکیوں کی تعلیم اور ان کی رہنمائی کیلئے کام کرنا) ہر سال تقریباً 400 لڑکیوں اور عورتوں کو محفوظ رہائش، تعلیم اور نوکری حاصل کرنے میں ان کی رہنمائی اور ان کو قانونی مشاورت، پیار اور مدد فراہم کرتی ہے۔ جو لڑکیاں اس جنسی کاروبار سے بچ جاتی ہیں ان کو تربیت دی جاتی ہے کہ وہ رہنما بن کر دوسروں کی مدد کر سکیں۔ تقریباً 1500 کے قریب عورتیں جو شروع میں بچائی گئیں تھی اب مدد کر رہی ہیں، اور تقریباً 1300 عورتیں جو کہ سماجی کارکن اور پولیس آفیسر بن کر اس جنسی کاروبار میں شامل بچوں اور لڑکیوں کے حقوق کیلئے کام کر رہی ہیں۔

نظریات اور نتائج

ریچل نے جو مہم 1998 سے شروع کی تھی اس کی وجہ سے تقریباً ہزاروں لڑکیوں کی زندگیاں بدل چکی ہیں، ان میں بچنے والی عورتیں آگے رہنمائی کر رہی ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں امریکن ان متاثرہ عورتوں کے حقوق کی آگاہی کی مہم میں شامل ہو کر اس تعصب پسندی کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ ریچل کی وجہ سے ہی بچوں کے لئے قانون اور نظام وجود میں آیا، نیویارک سیف ہاربر میں ان استحصال زدہ بچوں کے قانون میں پہلی دفعہ امریکہ نے تسلیم کیا کہ جن بچوں سے زبردستی جنسی کام کروایا جاتا ہے ان کو تحفظ ملنا چاہئے بجائے اس کے کہ ان کو سزا دی جائے۔

ریچل تقریباً 20 سالوں سے ان لڑکیوں اور عورتوں کیلئے جدوجہد کررہی جن سے امریکہ میں زبردستی جنسی کام کروایا جاتا ہے۔آج، بہت سی بچنے والی لڑکیاں خود رہنما بن کر دوسروں کی مدد کررہی ہیں ۔ اس تصویر میں بچنے والی لڑکیاں ریچل اور GEMS کے دوسرے ممبر کے ساتھ ہیں۔

مختلف نام
ان کہانیوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے اصل نام ریچل نے نہیں لکھے اور نہ ہی ان کی عمر بتائی ہے۔ یہ اس لئے کہ کوئی بھی ان کو پہچان نہ سکے۔

بہت سی لڑکیاں جن کو بچانے کیلئے ریچل جدوجہد کرتی ہے اور جو اس جنسی کاروبار کا شکار ہیں ان کی زیادہ تر عمر 13 اور 14 سال ہے ۔ GEMS ان لڑکیوں اور عورتوں کو پیار اور مدد کے ذریعے ایک اچھی زندگی گزارنے کے قابل بناتی ہے۔

کس طرح کے بچوں کو خریدا اور بیچا جاتا ہے۔

امریکہ میں ہر طرح کے بچے کو اس جنسی کاروبار کے لئے پکڑ لیا جاتا ہے، لیکن ان میں زیادہ تعداد کالے بچوں کی ہے جو غربت میں زندگی گزارتے ہیں، جیسا کہ:

* افریقن، امریکن اور لاطینی بچے۔
* ایسے بچے جو گھر بار چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں یا جن کے پاس رہنے کیلئے جگہ نہیں ہوتی۔
* ایسے بچے جن کو خیال رکھنے کیلئے چھوڑا جاتا ہے۔
* ایسے بچے جو تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔
* ایسے بچے جو شراب اور منشیات کا شکار ہوتے ہیں۔
* ایسے بچے جو معذور ہوتے ہیں۔
* ایسے بچے جو ہم جنس پرست ہوتے ہیں۔
* ایسے بچے جو امریکہ میں مہاجر بن کر رہتے ہیں اور ان کو انگلش بولنا نہیں آتی۔

ریچل اور GEMS نے ہزاروں لڑکیوں کی مدد کر کے ان کو اچھی زندگی گزارنے کا موقع دیا ہے، لیکن یہاں ہر وقت کوئی نہ کوئی اس کا شکار ہوتی رہتی ہے۔ریچل سوچتے ہوئے اپنے آپ سے کہتی ہے کہ حالانکہ بہت کچھ بدل چکا ہے۔کچھ سال پہلے کی بات ہے کہ ڈیٹیل جیل میں ہی اپنے آپ کو ختم نہ کرلیتی ۔ اب وہ دوسروں کی مدد کرتی ہے ، GEMS کی مدد سے وہ اس سے بچ گئی اور اب وہ دوسروں کو مستقبل میں مدد دیتی ہے ۔ ریچل اپنی کہانی یاد کرتی ہے۔

ریچل کا بچپن

ریچل انگلینڈ میں بڑی ہوئی۔ریچل کا سوتیلا باپ شراب پی کر اس کو چھیڑتا تھا۔ایک شام اس نے ریچل کو مارا اور بالوں سے گھسیٹتا ہوا سیڑھیوں سے اوپر لے گیا۔اس کے بعد ریچل اس سے دور رہتی تھی جب وہ شراب پیتا تھا۔لیکن وہ اس کی ماں کو مارتا تھا۔پھر وہ چیخ کر کہتی تھی کہ بس کرنہ مار۔لیکن کوئی بھی سننے والا نہیں تھا۔اس کے ساتھ ماں نے بھی شراب پینا شروع کردی۔ریچل اب اس گھر میں نہیں رہنا چاہتی تھی ۔ وہ سارا دن گلی میں اپنے دوستوں کے ساتھ رہتی تھی اور جب وہ 12 سال کی ہوئی تو اس نے بھی شراب پینا شروع کردی۔ جب رابرٹ نے گھر والوں کو چھوڑا تو اس کی ماں نے دن رات شراب پینا شروع کردی ۔ وہ اکثر دھمکی دیتی کہ وہ اپنے آپ کو ختم کرلے گی۔ریچل اس کو سمجھانے کی کوشش کرتی ۔لیکن آخرکار، وہ زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔اس نے شراب کی ایک بوتل جو اس کی ماں سنک کے نیچے چھپا کر رکھتی تھی اس نے اس میں ساری دوائیاں جو اس کو گھر میں ملیں اس بوتل میں ملا دیں۔ریچل کو ہسپتال لے جایا گیا جہاں وہ بچ گئی۔ایک سماجی کارکن چاہتی تھی کہ وہ اس کو اپنے ساتھ گھر لے جائے، لیکن ریچل نے انکار کردیا۔ ماں خود اپنا خیال نہیں رکھ سکتی تھی۔آخرکار ریچل کو گھر واپس آنا پڑا۔

ریچل 9 سالہ اپنی سکول کی وردی پہنے ہوئے۔

ریچل ماڈلنگ کرتے ہوئے۔

© TEXT: CARMILLA FLOYD PHOTOS: JOSEPH RODRIGUES & GEMS

سکول چھوڑنا

ریچل نے سکول چھوڑ کر ایک فیکٹری میں نوکری کر لی۔ 14 سال کی عمر میں وہ بہت چھوٹی تھی، لیکن اس نے اپنی عمر کے متعلق جھوٹ بولا تھا۔ شام کے وقت وہ بار میں جاتی تھی جہاں وہ شراب پیتی اور منشیات کا استعمال کرتی تھی۔ ریچل چیزوں کی بہتری کے خواب دیکھتی تھی، جیسے کہ وہ ایک وکیل یا صحافی بننا چاہتی تھی۔ اس کو ایک بچوں کے میگزین میں ماڈلنگ کرنے کا موقع مل گیا۔

ریچل کی بچوں کو سنبھالنے کی نوکری نے اسے بہتر محسوس کروایا۔ اب وہ کہتی ہے کہ ''جو زندگی میں واپس آئے مجھے پیار کرتے ہیں۔''

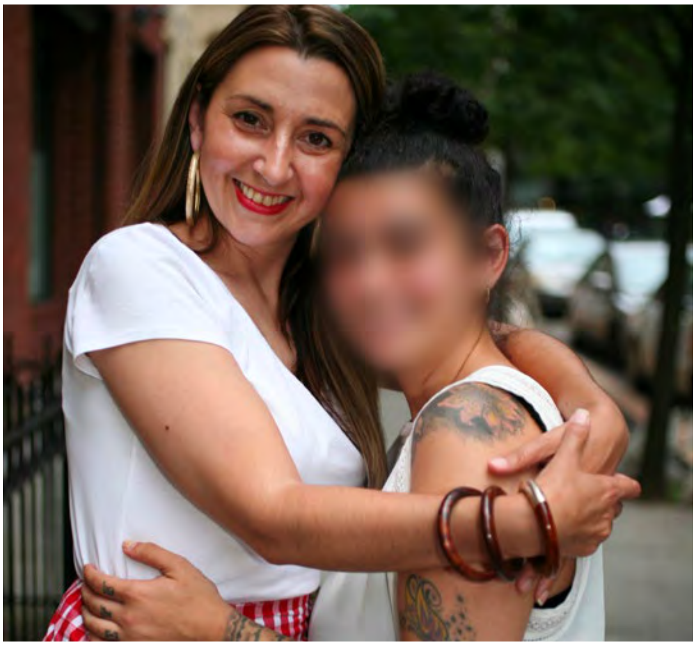

ریچل جب سے امریکہ میں آئی ہے اس وقت سے جنسی کاروبار کے ذریعے بچوں کے استحصال کا کام بدل چکا ہے۔ بہت سی لڑکیاں اب گلیوں میں فروخت نہیں ہوتی بلکہ ان کو انٹرنیٹ کے ذریعے بیچا جاتا ہے۔

ماڈلنگ کا کام کرنے والے آدمی نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ عریاں تصاویر بنوائے، حالانکہ 14 سال کی لڑکی کی ایسی تصاویر لینا جرم تھا۔ جب ریچل 17 سال کی ہوئی، وہ یہاں اور زیادہ دیر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ وہ جرمنی کی طرف بھاگ کر ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں پر بار اور جنسی کلب تھے۔ ایک لال رنگ کا لائٹوں والا بورڈ جس پر لکھا تھا کہ لڑکیاں، لڑکیاں، لڑکیاں۔ ریچل نیچے اندھیرے کمرے کی طرف چلی گئی۔ اس کلب میں ریچل کی نوکری یہ تھی کہ وہ رقص کرے اور لوگوں کی گود میں بیٹھے، نشے میں لوگ اس کے کپڑے کھینچتے تھے۔ شام کو وہ بہت سارا وقت نہانے میں گزارتی تھی، اپنی جلد کو ایسے رگڑتی تھی کہ جیسے اس کی تہہ ہی اتر جائے۔ ریچل جرمنی میں ایک آدمی جے پی سے ملی اور اس کو اس سے پیار ہوگیا۔ جے پی پہلی ملاقات میں ہی اس کو اچھا لگا، وہ ریچل سے سارے پیسے لے لیتا تھا جو وہ کماتی تھی اور اس سے منشیات خریدتا تھا۔ یہ اس وقت تک چلتا رہا جب اس نے ریچل کو مارنے کی کوشش کی لیکن ریچل نے ایک چرچ میں چھپ کر اپنی جان بچائی۔ ریچل جرمنی میں ایک خاندان کی ملازمہ بن گئی۔ کافی دیر بعد، سردی میں ہر رات وہ گھبرا اٹھ جاتی اور اس کو پسینہ آجاتا۔ لیکن وہ گھر والے اس کو پیار سے رکھتے تھے جس سے وہ اپنے آپ کو بہتر محسوس کرتی تھی۔ ریچل نے فیصلہ کیا کہ وہ دوسروں کی بھی مدد کرے گی اس لئے اس نے چرچ میں دلچسپی لینا شروع کردی۔ ایک دن اس کو کہا گیا کہ اگر وہ امریکہ کام کیلئے جانا چاہتی ہے تو جاسکتی ہے، ان عورتوں کی مدد کرنے کیلئے جو گلیوں میں جنسی کام کرتی ہیں۔ ریچل نے اسی وقت حامی بھرلی۔

ریچل کچھ واپس کرنا چاہتی تھی

دن کے وقت وہ یتیم خانوں اور جیل میں جاتی اور رات کے وقت وہ گلیوں میں چلتی جہاں پر عورتیں جنسی کام کرتی تھیں۔ ''ہائے میں ریچل ہوں۔۔ کیا میں آپ کے ساتھ چاکلیٹ کافی پی سکتی ہوں؟'' وہ لڑکی ریچل کی بات پر ہنسی، برطانوی انداز میں امریکن بولی کہ اس گلی کو راستہ کہا جاتا ہے اور جو لڑکیاں اس جنسی کام میں زندگی گزار رہی ہوتی ہیں۔ جو آدمی ان کو آگے بیچتا ہے اس کو دلال کہتے ہیں اور گاہک کو جان کہتے ہیں۔ 13 اور 14 سال کی عمر سے ہی یہ غربت میں ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کو گھر سے کوئی مدد ملتی ہے۔ کچھ گھر سے بھاگ کر فوسٹر کے گھر آجاتی ہیں اور کچھ کو گھر سے نکال دیا جاتا

محفوظ گھر کی ضرورت

امریکہ میں اس وقت تقریباً 70,000 بے گھر افراد ایسے ہیں جو گلیوں میں اور یتیم خانوں میں رہ رہے ہیں۔ ان میں سے تقریباً 30,000 بچے ہیں۔ ان میں سے بہت سارے بچے اور خاندان ایسے ہیں جن کے پاس رہنے کیلئے گھر بھی نہیں ہے۔ بہت سے والدین کام کرتے ہیں، لیکن وہ اتنا کم کماتے ہیں کہ وہ شہر میں رہنے کا کرایہ نہیں دے سکتے ہیں۔ بہت سی لڑکیوں کو ایسی جگہ چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں سے ان کا ملنا مشکل ہوتا ہے، ایسی زندگی جہاں سے ان کے پاس کہیں اور جانے کا راستہ نہیں ہوتا ہے۔ 16 سال کی لڑکیاں GEMS کے محفوظ گھر میں رہتی ہیں۔ چھوٹی لڑکیاں فوسٹر کے گھر میں رہتی ہیں جہاں پر اداروں نے ان کے لئے انتظام کیا ہوتا ہے۔ ریچل اور اس کی تنظیم GEMS لڑکیوں اور اپنے ممبر کو تربیت دیتی ہے تاکہ ممبر لڑکیوں کی ضروریات کو سمجھ سکیں اور ان کو آگے بڑھنے کا موقع مل سکے۔

پسندیدہ کمبل

جنجر کہتی ہے کہ ''مجھے یہ کمبل بہت پسند ہے کیونکہ جب میں پہلی بار اس محفوظ گھر میں آئی تھی یہ مجھے اس وقت ملا تھا۔ پھر ایک دفعہ میں یہاں سے بھاگ گئی تھی لیکن میں واپس آ گئی۔ انہوں نے مجھے کوئی اور کمبل دینے کو کہا، لیکن مجھے میرا ہی کمبل واپس چاہئے تھا! اس سے مجھے تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔''

ریچل کیلئے لفظ'GEM' کا انگلش میں ایک اور مطلب بھی ہے۔تمام مشکلات میں گھری لڑکیاں جو گلیوں میں رہتی ہیں وہ خوبصورت ہیرے ہی ہیں ۔ ان کو صرف تھوڑی سی مدد چاہئے کہ وہ چمک کر اپنی اصل قیمت پہچان سکیں۔

بہت سے فنکار جیسے کہ بیونسے بھی ریچل کے اس کام میں اس کی مدد کرتی ہے۔

ریچل بہت حیران ہوئی جب اس نے دیکھا کہ ایسی لڑکیاں بھی اس گلی میں موجود تھیں جن کی عمر صرف 12 سال تھی ۔ اس کو بہت غصہ آیا جب اس نے دیکھا کہ پولیس ان کو گرفتار کر کے جیل لے کر جارہی ہے۔ ریچل نے کہا کہ ''تم ابھی چھوٹے ہو !''تم کو مدد چاہیے سزا نہیں''۔

GEMS کا قیام

جب ریچل کو اس بات کا احساس ہوا کہ ان چھوٹی بچیوں کی مدد کیلئے کوئی بھی کچھ نہیں کر رہا ہے تو اس نے اپنی نوکری سے استعفیٰ دے دیا۔اس نے اپنے گھر کے کچن کی میز سے اپنی ایک تنظیم کا آغاز کیا، اس وقت اس کے پاس صرف 30 ڈالر تھے اور کمپیوٹر بھی کسی سے ادھار لیا تھا۔اس نے اپنی تنظیم کا نام GEMS رکھا۔ شروع میں ریچل نے اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں اپنے ہمسایوں میں لوگوں کو پیار اور عزت دی۔''لڑکی میرے صوفے پر سو جاتی تھی ، میرے ہی کپڑے استعمال کرتی تھی اور میرے فریج کی صفائی کرتی تھی !'' اکثر دلال دروازے کو توڑ کر لڑکی کو بھگانے کی کوشش کرتا تھا۔ جیسے جیسے GEMS نے ترقی کرنا شروع کیا، ریچل نے درمیان سے جگہ خالی کی اور وہاں پر ایک صوفہ رکھا اور دیواروں کو بھی پینٹ کیا۔وہ ایک ایسی جگہ بنانا چاہتی تھی کہ جہاں پر ہر کوئی اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرے، جہاں پر ہر چیز کیلئے جگہ ہو، مشاورت کیلئے ، کورسز کیلئے ، یوگا اور کسی بھی قسم کی پارٹی کیلئے۔ وہ خاص کر ان لڑکیوں کے لئے محفوظ گھر بنانا چاہتی تھی جن کو ان کے دلال خطرناک حالت میں اکیلا چھوڑ جاتے تھے۔

بچنے والے رہنما بن گئے۔

ریچل نے جن لڑکیوں کی مدد کر کے شروع میں بچایا تھا وہ راہنما بن گئی جس سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوئے۔GEMS اور بچنے والی لڑکیاں مل کر مختلف جگہوں پر جا کر تبدیلی کا مطالبہ کرتے ۔ریچل کہتی ہے کہ " ہم قانون ساز، سیاستدان ، صدر، آرٹسٹس اور فلم ایکٹرز سے ملتے ہیں ۔ اور لڑکیاں اپنی کہانیاں لوگوں کو بتاتی جو غور سے سنتے تھے اور ان کی سوچ بدلی" ریچل خود وائٹ ہاؤس اور اقوام متحدہ میں تقاریر کرتی ہے۔

ریچل اور جیمز کس طرح کام کرتے ہیں

ریچل اور جیمز ان لڑکیوں اور عورتوں کی مدد کرتی ہیں جن کی عمر 12 سے 24 سال تک ہے ، جو امریکہ میں گھریلو اغوا اور جنسی استحصال سے بچ گئیں ہیں۔اس کے ذریعے:

* راہنما کی تربیت
* مشاورت ، مشقیں ،تخلیقی مشاغل، کھیل اور صحت جس طرح یوگا اور تھراپی۔
* نصیحت کے ذریعے تعلیم اور مدد۔
* لڑکیوں کیلئے محفوظ گھر۔
* آزادی سے رہنے کی ترغیب۔
* محفوظ کام۔
* قانونی مشاورت اور جیل میں اس کے متعلق خدمات دینا۔
* بچوں کی جنسی فروخت کے حوالے سے کیمپ لگانا اور لڑکیوں کے حقوق،انصاف،بچوں کے دوستانہ قانون اور بہتر نظام۔

شوقینا نے اپنی زندگی کوسنبھالا

شوقینا اس وقت **15** سال کی تھی جب وہ بے ہوشی کی حالت میں ملی ۔ وہ ہسپتال میں اٹھی ۔ایک نرس نے اسے آئینہ پکڑایا،شوقینا نے اپنا ٹوٹا ہوا چہرہ دیکھا۔ جو آخری بات شوقینا کو یاد تھی کہ وہ ایک کار میں بیٹھی تھی جو ایک اندھیری گلی سے جا رہی تھی ۔

جب شوقینا چھوٹی تھی ، وہ نہیں سمجھتی تھی کہ اس کی ماں اس کو ہر وقت کیوں مارتی اور غصہ ہوتی رہتی ہے ۔کوئی بھی شوقینا کو نہیں بتاتا تھا کہ اس کی ماں ذہنی مریضہ ہے ۔ ہائی سکول میں شوقینا بہترین سیکھنے والوں میں سے ایک تھی ۔ وہ اپنی ماں کیلئے فخر اور خوشی کا سبب بننا چاہتی تھی ،لیکن اس کی ماں کو ہمیشہ اس میں بری چیزیں ہی نظر آتی تھیں ۔ جب وہ اس پر چیختی اور اس کو مارتی تھی تو وہ خود ایک بچے کی طرح رونا شروع ہوجاتی تھی اور چاہتی تھی کہ کوئی اس کو سکون دے ۔ اکثر شوقینا سوچتی تھی کہ وہ یہاں اب زیادہ دیر نہیں رہ سکے گی ۔لیکن پھر اس کو خیال آتا تھا کہ اس کی ماں کا خیال کون رکھے گا؟

تتلیاں

شوقینا نے ایک دوکان پر کام شروع کر دیا۔سکول سے فارغ ہو کر وہ سیدھا گھر جانے کے بجائے جیسا کہ وہ پہلے کرتی تھی ، وہ شام کو کام کے بعد گھر جاتی تھی ۔ایک شام ایک لڑکے نے اس کو آواز دی: ’’ہائے کیوٹی!‘‘ شوقینا جلدی سے اس سے آگے بڑھ گئی ۔لیکن جلد ہی وہ اس کے پیچھے دوبارہ آگیا ۔’’سنو ! کیا ہم صرف بات نہیں کر سکتے ؟‘‘ وہ اس کو ہر شام بلاتا تھا جب تک کہ شوقینا رک نہ جاتی ۔ وہ کہتا کہ ’’تم خوبصورت ہو!‘‘ تمہاری عمر کتنی ہے؟ میں **17** سال کا ہوں ۔’’شوقینا نے جواب دیا میں **15** سال کی ہوں،‘‘ جبکہ وہ حقیقت میں **14** سال کی تھی ۔انہوں نے ایک دوسرے کو اپنے فون نمبرز دیئے اور وہ خوش ہوتے ہوئے اپنے گھر آ گئی ۔آج تک کسی نے بھی اس کو خوبصورت نہیں کہا تھا۔ وہ بعض اوقات کہتا کہ ’’ کیا تم سکول سے آج چھٹی نہیں کر سکتی ہو؟ میں تم کو بہت یاد کر رہا ہوں ‘‘ اس سے پہلے کبھی کسی نے شوقینا کو یاد نہیں کیا تھا ۔ اس نے جماعت کو چھوڑنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے اساتذہ اس سے مایوس ہونا شروع ہو گئے ۔

اس پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا

ایک شام ، وہ لڑکا اس کے ساتھ جنسی عمل کرنا چاہتا تھا،لیکن شوقینا نے انکار کر دیا۔ وہ روز اس پر بات کرتے تھے اور آخر کار شوقینا مان گئی ۔لیکن اس کے بعد، اس لڑکے نے شوقینا سے بات کرنا چھوڑ دیا اور اس کو نظر انداز کر دیتا تھا۔شوقینا کو اب سمجھ لگی کہ اس نے اپنی عمر کے متعلق جھوٹ بولا تھا وہ **17** سال کا نہیں تھا ، بلکہ **29** سال کا تھا ۔ اس نے کہا "میں ایک دلال ہوں ،’’ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو تم کو میرے لئے کام کرنا پڑے گا۔‘‘ چیزیں جلدی سے بدل رہی تھیں ، کیونکہ اس دلال کا شروع سے یہ پروگرام تھا جب اس نے پہلی بار شوقینا کو دیکھا تھا۔اس نے شوقینا کو اونچی ایڑی والی جوتی اور چست چھوٹے کپڑے دیئے ۔ اس نے شوقینا کو بتایا کہ یہ ایسی نوکری ہے جس میں اس کو آدمیوں کے ساتھ پیسوں کیلئے جانا پڑے گا ۔ اس نے کہا کہ ’’اگر تم مجھ سے پیار کرتی ہو تم کو میرے لئے سب کچھ کرنا پڑے گا‘‘ ۔شروع شروع میں وہ دلال مختلف آدمیوں کے ساتھ اس کی ملاقات رکھتا تھا۔ لیکن اس کے بعد شوقینا کو گلیوں میں دوسری لڑکیوں کے ساتھ کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ وہ اس کو کام کا راستہ کہتے تھے ۔ جب کوئی کار رکتی تھی ، کچھ گاہک اس سے پوچھتے تھے کہ عمر کیا ہے ۔ وہ کہتی تھی کہ **18** سال جو اس کے دلال نے اس کو بتایا تھا۔ کچھ کہتے تھے ’’نہیں ،تم **13** سال کی لگتی ہو۔‘‘ لیکن پھر بھی وہ اس کو خرید لیتے تھے۔

جلد رہائی

ایک رات ، پولیس نے شوقینا کو گرفتار کر لیا۔ نیویارک میں جسم فروشی غیر قانونی تھا۔ **15** سال سے کم عمر سے یہ کام کروانا ایک جرم تھا۔ یہ واضح طور پر زبردستی کے زمرے میں آتا تھا۔لیکن شوقینا جیسی لڑکیوں پر یہ قانون نہیں لگتا تھا۔ اس کو جولین سنٹر بھیج دیا گیا جو کہ بچوں کی جیل ہے۔

اس لڑکے نے کہا کہ میری عمر **17** سال ہے

اور میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں

حقیقت میں وہ **29** سال کا تھا اپنی عمر دوگنا بڑا

وہ شوقینا کو زبردستی جسم فروشی کیلئے مجبور کرتا تھا

جب شوقینا نے اپنی گریجوایشن کے دن سکول میں تقریر کی، تو اس نے اپنی زندگی کے **10** اصول اپنی ہم جماعتوں کے ساتھ شیئر کئے۔

* ہمیشہ اپنی عزت کرو!
* کبھی کسی کو کمتر مت سمجھو۔
* جب اس کو اپنی زندگی کا حصہ بنالو گے، جو بھی سفر کیا اس کو ہمیشہ یاد رکھو۔
* اپنے ارد گرد لوگوں کو پہنچانیں۔
* جب آپ غلطی پر ہوں تو ماننے میں ذرا بھی خوف محسوس نہ کریں۔
* اپنا ہر دن ایسے گزاریں کہ جیسے یہ آپ کی زندگی کا آخری دن ہے۔
* اپنے سے بڑوں کی عزت کرو۔
* کبھی بھی مدد حاصل کرنے کیلئے نہ ڈرو۔
* جب بھی نیچے گرو تم کو پتا ہونا چاہئے کہ کیسے اٹھنا ہے۔
* ہمیشہ یاد رکھو کہ تم سے بہتر کوئی نہیں ہے۔

شوقینا کا بہترین دوست اس کا پوڈل چیری ہے!

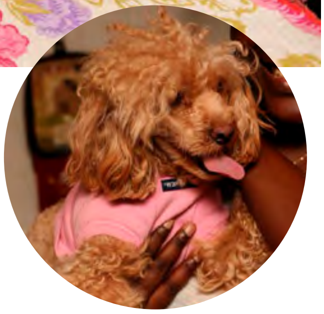

بے گھر

شوقینا کی ماں اسکو واپس گھر لے آئی اور شوقینا نے دوبارہ سکول جانا شروع کر دیا۔ لیکن جلد ہی اس کی ماں دوبارہ غصہ کرنا شروع ہو گئی۔ ''بازاری لڑکی! تمہارا خاتمہ صرف گلیوں میں ہی ہوگا!'' شوقینا محسوس کرتی تھی کہ جیسے وہ اندر سے ٹوٹ چکی ہے۔ جس کو شائد وہ ٹھیک نہیں کر سکتی تھی۔ ایک شام وہ گھر دیر سے پہنچی تو اس کی ماں نے اس کو گھر سے نکال دیا۔ وہ چیخ کر بولی" کبھی دوبارہ واپس نہیں آنا، اور زور سے دروازہ بند کر دیا۔ شوقینا کو جینے کا صرف ایک ہی راستہ نظر آرہا تھا، کہ ایک دلال مل جائے، شوقینا کے نئے دلال کے پاس بہت سی لڑکیاں تھیں وہ ان سے زبردستی منشیات اور جسم فروشی کا کام کرواتا تھا۔ وہ سب کو بند رکھتا تھا صرف اسی وقت ان کو باہر جانے کی اجازت ہوتی تھی جب انہوں نے کام کے لئے جانا ہوتا تھا۔ ایک شام بارش کے دوران دلال نے شوقینا کو گلی میں بھیج دیا۔ کچھ دن بعد، اس نے بری حالت میں خون میں لت پت ہسپتال میں آنکھ کھولی۔ جو آخری بات اس کو یاد تھی کہ ایک کار اس کے پاس آ کر رکی اور وہ اس میں بیٹھ گئی تھی۔ اس کے بعد ہر طرف اندھیرا ہو گیا تھا۔

کچھ مہینوں کے بعد **GEMS** کی طرف سے ہیلے نام کی عورت شوقینا سے ملنے آئی۔ شوقینا کو ابھی **6** مہینے اور یہاں رہنا تھا، لیکن ہیلے نے کہا کہ وہ اس کو جلد ہی یہاں سے آزادی دلا دے گی۔ اس نے **GEMS** کی مدد کو قبول کر لیا۔ شوقینا کو ریچل کو جاننا چاہتی تھی اور اس کی بات چیت کو ہمیشہ سنتی تھی۔ ہفتے میں ایک شام ریچل تمام لڑکیوں سے ملتی تھی، وہ ایک دوسرے کو اپنی کہانیاں سناتی، روتی، ہنستی اور ایک دوسرے کی مدد کرتی تھیں۔ ریچل ان کو کہتی کہ ''آپ لوگ اس دلدل کا شکار تھے، لیکن آپ لوگوں نے جدوجہد کر کے اپنے آپ کو بچایا ہے، اچھی زندگی مبارک ہو۔'' شوقینا کو اس بات کا یقین کرنا بہت مشکل لگا کہ ریچل بہت مضبوط اور کام کی پابند تھی حالانکہ وہ بھی ان حالات سے گزر چکی تھی۔ اس نے اسے اور امید دلائی۔

شوقینا نے ہر قسم کے اداکار اور فلم ایکٹرز کے سامنے تقاریر کی ہیں اور ان کو متاثر کیا کہ وہ اس جسم فروشی کے کام کے خلاف مہم میں ساتھ دیں۔ یہاں پر وہ ریچل کے ساتھ ہے۔

گریجوایشن مکمل کی

شوقینا واپس **GEMS** میں چلی گئی، جس نے اس کی رہائش اور سکول جانے میں مدد کی۔ **3** سال بعد وہ سٹیج پر سفید گاؤن اور ٹوپی کے ساتھ سٹیج پر کھڑی تھی۔ پھر پرنسپل نے کہا: اور اب۔۔۔ جماعت کی سب سے سینئر گریجوایش کرنے والی شوقینا کا نام لیا! اپنی تقریر میں شوقینا نے اپنے آپ کو کنول کے پھول کے ساتھ تشبیہ دی۔ ''کیونکہ کنول کا پھول مٹی اور گندگی میں بڑا ہوتا ہے لیکن جب وہ کھل کر سطح کے اوپر آتا ہے تو ایک نا بھولنے والی خوبصورتی ہوتی ہے۔'' شوقینا اب یونیورسٹی میں ہے اور **GEMS** کے لئے کام کر رہی ہے۔ وہ یتیم خانے، سکول، گروپ ہومز اور جولین کے سنٹر میں جاتی ہے اور وہاں پر لڑکیوں کو اپنی زندگی کی کہانی سناتی ہے اور بچوں کے ساتھ جو جنسی سلوک ہوتا ہے اور ان کو **GEMS** کے بارے میں بتاتی ہے۔ شوقینا کہتی ہے کہ "میں دوسروں کی مدد کرنا چاہتی ہوں، کیونکہ میں نہیں جانتی کہ میں نے آج کہاں ہونا تھا اگر ریچل اور **GEMS** میرا ساتھ نہ دیتے۔ ''اب میری باری ہے۔ میں دوسری لڑکیوں کے لئے ثبوت ہوں اس بات کا کہ ہم اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتی ہیں''۔

© TEXT: CARMILLA FLOYD PHOTOS: JOSEPH RODRIGUES & GEMS

جوان لوگوں کیلئے محفوظ پناہ گھر

جب ریچل نے امریکہ کے غیر قانونی قوانین کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا، اس نے ان لڑکیوں کو بھی کہا کہ میرا ساتھ دیں جو ان قوانین سے متاثر ہوئی تھیں۔

GEMS کی طرف سے لڑکیاں بچوں کے دوستانہ قوانین کیلئے ریچل کے ساتھ۔

نکی، جو کہ اپنی تقریر لکھ رہی ہے، ایک بڑا بدنما داغ اس کی ٹانگ پر ہے، جب دلال نے چھری کے ساتھ اس پر وار کیا تھا۔ وہ جب 13 سال کی تھی تو بہت دفعہ جیل میں بالغوں کے ساتھ رہی ہے۔ کل ریچل، نکی اور کچھ دوسری لڑکیاں البانی کیلئے سفر کریں گی، جو کہ امریکہ کا سیاسی طور پر دارالخلافہ ہے۔ جہاں پر قانون بنائے جاتے ہیں اور پاس کئے جاتے ہیں۔ پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ (CSEC) سے بچنے والے بچوں نے اپنی آواز ان تک پہنچائی ہے جو فیصلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ GEMS اور تمام لڑکیاں یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ جیسا کہ امریکن بچوں کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے ویسے ہی جن بچوں کو دوسرے ممالک سے لا کر یہاں ان سے جسم فروشی کا کام کروایا جاتا ہے ان کو بھی تحفظ ملنا چاہئے۔ ہم سب چاہتے ہیں کہ ان بچوں کو سزا دینے کے بجائے مدد فراہم کی جائے جس کی ان کو ضرورت ہے۔ ایک دفعہ جب لڑکیاں اپنی تقاریر مکمل کر لیتی ہیں، وہاں پر بالکل خاموشی ہو جاتی ہے۔ بہت سے لوگ رونا شروع ہو گئے۔ شوقینا نے اس بات پر اختتام کیا کہ بچوں کی بھلائی کیلئے اس قانون کو بدلنا چاہئے۔ ایک بوڑھے آدمی نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا: ''آپ سب تعریف کے لائق ہو۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس بل کو پاس کروانے میں جو بھی مدد کر سکا ضرور کروں گا۔'' امریکہ میں اس قانون کو پاس ہونے میں تقریباً 4.5 سال لگ گئے 2010 میں ہوا۔ اس کو کہتے ہیں بچوں کیلئے محفوظ بندرگاہ۔ اور یہ پورے امریکہ میں اپنی نوعیت کی پہلی بندرگاہ تھی۔

ان آدمیوں کی شکر گزار ہوں جو میری زندگی میں آئے

ریچل کہتی ہے کہ ''یہ بہت ضروری ہے کہ بچوں کے جنسی استحصال اور ان کے حقوق کے حوالے سے ہونے والی مہم میں لڑکے اور آدمی ضرور شامل ہوں۔'' ہم نے اس کیلئے ایک مردوں کی مہم ''مردوں کا جتھا'' شروع کی ہے جو کہ سب کو دعوت دیتی ہے کہ ہمارے ساتھ کھڑے ہوں۔''

''جب میں بڑی ہو رہی تھی تو میں ہر وقت لڑکوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ مجھے لڑکیوں پر بالکل بھی بھروسہ نہیں تھا۔ پھر میں بڑھنا شروع ہو گئی اور لڑکے مرد بن گئے، جو کہ صرف میرے ساتھ جنسی عمل کرنا چاہتے تھے۔ پھر ایک ایسی زندگی کی شروعات ہوئی کہ جس میں ایک آدمی نے مجھے کئی آدمیوں کے ہاتھوں بیچا۔ جب میں اس زندگی سے باہر نکلی، مجھے یہ محسوس ہوا کہ اب آئندہ میں کبھی کسی آدمی کا اعتبار نہیں کروں گی۔ میں یہ سوچتی تھی کہ یہ سب ایک جیسے ہوتے ہیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں کچھ ایسے مردوں سے بھی ملی جو کہ بالکل بھائیوں اور دوستوں کی طرح تھے۔ پھر میں نے مردوں کو انسانوں کی طرح دیکھنا شروع کیا، سب ایک دوسرے سے مختلف اور مختلف تجربات رکھتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ان کے دماغ میں صرف گندی سوچ اور جنسی عمل کا خیال ہو۔ اس میں بہت وقت لگا لیکن میں اپنی زندگی میں آنے والے چند مردوں کی شکر گزار ہوں اور میں عورتوں کے ساتھ اپنی دوستی پر بھی شکر ادا کرتی ہوں۔'' (فرح)

PAGES
83–89

بچوں کے حقوق کا ہیرو 8

آشوک دیال چند

آشوک دیال چند جو **45** سال سے لڑکیوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کر رہا ہے کہتا ہے کہ ''ایک لڑکی کو ماں کے پیٹ میں ہی استحصال کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے، انڈیا میں بہت سے والدین ایسے ہیں جو بچے کو پیٹ میں مار دیتے ہیں اگر ان کو پتا چل جائے کہ پیدا ہونے والی لڑکی ہے۔ حالانکہ یہ ایک غیر قانونی کام ہے اور سب سے بدترین کام یہ ہے کہ لڑکیوں کی زبردستی کم عمر میں شادی کروادی جاتی ہے۔ میرا کام ہے کہ میں اس کام کو روکوں۔''

آشوک کہتا ہے کہ میں ایک بہت خوبصورت گھر میں پیدا ہوا اور شہر کے سب سے اچھے سکول سے تعلیم حاصل کی۔ میں اپنی ماں کے نقش قدم پر چلنا چاہتا تھا اور مجھے انڈیا کا سب سے اچھا میڈیکل کورس کرنے کا موقع ملا۔ میں آنکھوں کا ڈاکٹر بننا چاہتا تھا اور بڑے شہر کے ہسپتال میں کام کر کے بہت سا پیسہ کمانا چاہتا تھا۔ جب وہ اپنے کام کا عملی تجربہ کر رہا تھا تو آشوک کو اپنی ٹیم کے ساتھ پہاڑی گاؤں پر جانے کا موقع ملا۔ وہ ان لوگوں کا آپریشن ادھر ہی کرتے تھے جو بہت غریب تھے اور جن کے پاس ایسی کوئی سہولت نہیں تھی کہ ہسپتال تک جاسکیں۔ ''میں ایک شاہانہ زندگی میں بڑا ہوا ہوں اور میں اس سے پہلے کبھی انڈیا کے ایسے گاؤں میں نہیں گیا تھا۔ میں یہ اس لئے نہیں کر رہا تھا کہ میں ایک اچھا آدمی بننا چاہتا تھا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ جلد سے جلد میں اپنی شاہانہ زندگی ان لوگوں کیلئے وقف کردوں۔ مجھے احساس تھا کہ میں نے اس تھوڑے سے عرصہ میں کافی تجربہ حاصل کیا ہے، جیسا کہ ہم ایک ہفتہ میں **200** آپریشن کرتے تھے۔''

غربت کا شکار

آشوک ایسے لوگوں میں گھرا ہوا تھا جو کہ انتہائی غربت، بھوک، بیماری میں رہ رہے تھے اور جن کے پاس کسی بھی قسم کی کوئی تعلیم نہیں تھی۔

آشوک مندرجہ ذیل عالمی اہداف کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے:

ہدف **4**: لڑکیوں کیلئے بھی معیاری تعلیم۔ ہدف **5**: مساوی حقوق، کم عمر کی شادی اور خطرناک روایات کا خاتمہ۔ اس کی مدد سے ہم بہت سے اور ہدف مکمل کر سکتے ہیں جیسا کہ: ہدف **1**: غربت میں کمی۔ ہدف **2**: بھوک میں کمی۔ ہدف **10**: عدم مساوات میں کمی۔

آشوک کو کیوں نامزد کیا گیا؟

آشوک دیال چند کو انڈیا میں لڑکیوں کی کم عمر میں شادی اور لڑکیوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے نامزد کیا گیا۔

مسائل

ہر روز انڈیا میں **15600** لڑکیوں کی شادی کم عمر میں ہی کردی جاتی ہے۔ لڑکیوں سے زبردستی سکول چھڑوا کر ان کو اپنے شوہروں کا غلام بنا دیا جاتا ہے۔ کم عمر ہونے کی وجہ سے وہ بچے کو جنم دینے کے قابل نہیں ہوتی ہیں اس لئے ان کے جلد حاملہ ہونے سے ان کی جان کو بھی خطرہ ہوسکتا ہے۔

کام

لڑکیوں کی زندگی کو بچانے کیلئے اور ان کی کم عمر میں شادی کو روکنے کیلئے آشوک اور اس کی تنظیم **IHMP** نے لڑکیوں کے کلب بنائے ہیں تاکہ وہ علم اور خوداعتمادی کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے اپنے والدین کو اس بات پر قائل کریں کہ ان کو کم عمر میں شادی کرنے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ ان کو سکول کی تعلیم مکمل کرنے کی اجازت دی جائے۔ آشوک کے بنائے ہوئے لڑکوں کے کلب سے اب تک **5000** لڑکے اور جوان مرد بچپن کی شادی، لڑکیوں کے حقوق اور برابری کے حقوق کے متعلق سیکھ چکے ہیں۔

نظریات اور نتائج

1975 سے لے اب تک تقریباً **500** گاؤں سے **50000** لڑکیاں اپنے حقوق کے متعلق سیکھ کر ہنر مند زندگی کی تعلیم حاصل کر چکی ہیں۔ ان گاؤں میں لڑکیوں کی شادی کی عمر **14** سال سے بڑھا کر **17** سال مقرر کر دی گئی ہے اور کوئی بھی شادی شدہ لڑکی پہلا بچہ **18** سال کی عمر میں پیدا کر سکتی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اب زچگی کے دوران ماں اور بچہ دونوں کے مرنے کا موقع بہت ہی کم ہوگا۔ آشوک کا مقصد ہے کہ تمام لڑکیوں کو آزادی حاصل ہو اور معاشرہ صنفی امتیاز اور عدم مساوات سے آزاد ہو۔

یہ وہ موٹر سائیکل ہے جس پر آشوک 45 سال پہلے مختلف گاؤں میں جا کر لوگوں سے بات کرتا تھا کہ ان کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ان 78 گاؤں میں وہ اکیلا ڈاکٹر تھا۔

ایک دن آشوک نے ایک تبت کی مہاجر لڑکی کے آنکھوں کا معائنہ کیا۔اس نے دیکھا کہ اس لڑکی کو آنکھوں کی ایسی بیماری ہے اگر اس کو وقت پر ٹھیک علاج مل جائے تو وہ ٹھیک ہوسکتی ہے نہیں تو وہ ساری زندگی کیلئے اندھی ہوجائے گی۔آشوک نے اس کو ہسپتال میں ایک بیڈ لے دیا۔آشوک کا افسر اس پر غصہ ہوا اور کہا کہ اس لڑکی کو یہاں سے اٹھاؤ یہ بیڈ ان لوگوں کیلئے ہیں جن کا آپریشن ہونا ہے۔میں نے جب کچھ عرصہ بعد اس لڑکی کو بازار میں دیکھا ؛جو اپنی ماں کے سہارے سے چل رہی تھی۔ میرے لئے قیامت تھی یہ جان کر کہ وہ اندھی ہوچکی تھی۔ میں واپس گیا اور اپنے منیجر پر چیخنا شروع ہوگیا: تم نے ایک چھوٹی بچی کو اندھا کر دیا ہے! میں تمہارے اس گھٹیا ہسپتال میں اور ایک منٹ بھی نہیں رک سکتا۔'' میں دوبارہ کبھی واپس نہیں گیا۔ میں جانتا تھا کہ میں کسی بھی اچھے ہسپتال میں آنکھوں کا ڈاکٹر بن کر زیادہ پیسے نہیں کما سکتا ہوں۔ اس چھوٹی لڑکی نے میری زندگی کو ہمیشہ کیلئے بدل کر رکھ دیا۔''

عورتیں مر رہی ہیں

آشوک نے فیصلہ کیا کہ وہ ان لوگوں کو طبی سہولیات دے گا جو انتہائی غربت میں رہ رہے ہیں۔'' میں لوگوں سے بات کرنے کیلئے موٹر سائیکل پر ان کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ ان کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ مجھے روز ہی جانا پڑتا تھا کیونکہ ان 78 گاؤں میں صرف میں ایک ہی ڈاکٹر تھا۔''

انڈیا میں لڑکیوں کیلئے خطرناک زندگی

* 240,000 لڑکیاں امتیازی سلوک، کم کھانے کی سہولت، طبی سہولت کا نہ ہونا اور لڑکوں سے کم توجہ کی وجہ سے 5 سال کی عمر میں ہی مرجاتی ہیں۔
* تقریباً 37 لاکھ لڑکیاں ایسی ہیں جو سکول نہیں جاسکتی ہیں۔ 20 کروڑ عورتیں ان پڑھ ہیں۔
* 1990 سے 2018 تک تقریباً 1 کروڑ 10 لاکھ سے لے کر 1 کروڑ 60 لاکھ عورتوں کا استقاط حمل کیا گیا ہے۔

آشوک کو جلد ہی اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ ان گاؤں والوں کے لئے سب سے بڑا مسئلہ پیدائش کے دوران حاملہ عورت کا مر جانا ہے۔''ہسپتال کی طرف جانے والی سڑک کی حالت بہت خراب تھی اور وہاں جانے کیلئے بیل گاڑی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ میرے پہلے ہفتے کے دوران دو جوان حاملہ لڑکیاں مرگئی تھیں کیونکہ وہ بروقت ہسپتال نہیں پہنچ سکتی تھی۔ہم نے جانا کہ جوان حاملہ عورتوں کو زیادہ مسائل کا سامنا اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ ان کی شادی بہت کم عمر میں کردی جاتی ہے۔گاؤں میں 10 میں سے 8 لڑکیوں کی شادی 18 سال کی عمر ہونے سے پہلے ہی کردی جاتی ہے،ان میں بہت سی ایسی ہیں جن کی عمر صرف 14 سال ہوتی ہے۔ لڑکیاں جلد ہی حاملہ ہو جاتی ہیں حالانکہ ان کا جسم اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ بچہ پیدا کرسکیں کیونکہ وہ خود ابھی بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ میں نے اس میں بہت سختی سے کام لیا کہ اگر ان کی جان بچانی ہے تو ان کی کم عمر میں شادی کو روکا جائے، اور اس لئے بھی کہ لڑکیاں اپنا بچپن کھو دیتی ہیں اور ان کے حقوق کی پامالی کی جاتی ہے

لڑکیوں کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہے۔

آشوک کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ شادی سے پہلے بھی لڑکیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے۔'' زندگی کے شروع میں ہی، لڑکیوں کی نسبت لڑکوں کا زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔ بیٹوں کو بنیادی ضروریات جیسے ماں کا دودھ، کھانا، ادویات اور صحت کی سہولتیں بیٹیوں سے زیادہ دی جاتی تھیں۔ اکثر لڑکیاں بہتر نشوونما نہیں کر پاتی تھیں اور اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کو ڈاکٹر کے پاس بھی دیر سے ہی لے کر جایا جاتا تھا۔'' اس دوران لڑکے سکول جاتے اور اپنے دوستوں کے ساتھ وقت گزارتے تھے، آشوک دیکھتا تھا کہ گاؤں میں لڑکیاں گھروں میں ہی رہتی ہیں اور گھر کا سارا کام کرتی ہیں۔ 1985 آشوک اور اس کے 7 ساتھیوں نے مل کر ایک تنظیم کا آغاز کیا جس کا نام (Institute of Health Management Pachod) رکھا۔اس کا مقصد تھا کہ زچگی کے دوران ماں اور بچے کی صحت اور بچپن کی شادی کے خلاف جدوجہد کرنا تھا اور لڑکیوں کے حقوق کا تحفظ کرنا تھا۔آشوک بتاتا ہے کہ'' اس سے زیادہ لڑکیوں کا استحصال کیا ہوسکتا تھا کہ ان کی کم عمر میں شادی کر دی جائے زبردستی اس کے سکول جانے پر پابندی لگا دی جائے اور اس کی شادی کر کے شوہر کا غلام بنا دیا جائے اور اس کے بچے پیدا کرے اور سارے گھر کا کام بھی کرتی رہے۔اس لڑکی سے اس کا گھر، اس کے دوست، اس کی آزادی اور اس کے خواب چھین لئے جائیں۔ میں حیران ہوتا تھا کہ سب لوگ اپنی بیٹیوں سے کیا چاہتے ہیں۔لڑکیوں کی کم عمری کی شادی حقیقت میں انڈیا کے قانون کے خلاف ہے۔''

ایک کروڑ 20 لاکھ کم عمر دلہنیں

* ہر سال 1 کروڑ 20 لاکھ لڑکیوں کی زبردستی شادی ان کی عمر 18 سال تک ہونے سے پہلے ہی کردی جاتی ہے۔اس کا مطلب ایک منٹ میں 23 لڑکیوں کی شادی ہوتی ہے۔
* ہر 5 میں سے 1 لڑکی کی شادی 18 سال سے پہلے کردی جاتی ہے۔
* ہر روز 15,600 لڑکیوں کی شادی کم عمر میں کردی جاتی ہے حالانکہ کم عمری کی شادی قانوناً جرم ہے۔
* اقوام متحدہ کے حقوق کے کنونشن کے مطابق کم عمری کی شادی غیر قانونی ہے، لیکن پھر بھی 93 ممالک ایسے ہیں جو کہ لڑکیوں کی شادی 18 سال ہونے سے پہلے ہی کردیتے ہیں۔
* اقوام متحدہ کے 2030 کے عالمی اہداف میں سے ایک ہدف یہ بھی ہے کہ کم عمری کی شادی پر پابندی لگائی جائے۔

ہم آشوک کے کلب کے ممبر ہیں!

اجے 17 سال

انجلی 14 سال

آکوش 17 سال

انجلی 14 سال

آکوش 16 سال

Anyum, 14

آکوش 17 سال

آنند 17 سال

جن لڑکیوں نے ہنر کا کورس مکمل کرلیا ہے وہ پھر بھی کلب میں آتی ہیں ان کو بڑی کامیابی ملی ہے کہ کم عمر کی شادی پر پابندی لگ گئی ہے اور اب وہ اپنی پڑھائی کو مکمل کرسکتی ہیں اورانہوں نے اپنے والدین کو یہ بات سمجھائی ہے کہ کم عمر کی شادی کو روکنا چاہیئے۔

ہزاروں گاؤں کے لوگوں سے بات چیت کرنے کے بعد، آشوک کو اس بات کا پتا چلا کہ بہت سے والدین اپنی بیٹیوں کی جلدی شادی نہیں کرنا چاہتے ہیں، لیکن پرانی روایات، لوگوں کا دباؤ اور غربت کی وجہ سے اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

لڑکیوں کیلیے ہنرمند زندگی کی تعلیم

آشوک نے گاؤں والوں کے ساتھ مل صرف لڑکیوں کیلیے ایک کلب بنایا، جہاں وہ ایک دوسرے کی مدد کرسکیں اور اہم باتیں سیکھ سکیں۔ انہوں نے مل کر ہنرمند زندگی پر ایک کتاب لکھی جو لڑکیوں کیلیے ان کی زندگی میں مددگار ثابت ہو سکے۔ اس کتاب کے لئے جو مضمون چنا گیا وہ گاؤں والوں کی سوچ پر ہی تھا کہ وہ کس طرح اپنی بیٹیوں کو سکھا سکتے ہیں۔ اس میں لڑکیوں کے حقوق کے متعلق ہر بات تھی، ماہواری اور صحت کے حوالے سے کوئی بھی مسئلہ ہو تو کس طرح کام کرنا چاہیئے۔ ہمیں بڑے دھیان اور سوچ سمجھ کے ساتھ ایسے اقدامات اٹھانا ہوں گے کہ لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے اور ہنر سیکھنے کی اجازت مل سکے اور ایسی محفوظ جگہ کا انتخاب کیا جائے کہ جہاں لڑکیاں اکٹھی ہوسکیں اور کچھ سیکھ سکیں۔ گاؤں کے کچھ لوگوں نے ہی ہمیں کہا کہ گاؤں کے ہال، مندر یا پھر چھٹی کے بعد سکول کو ہی محفوظ جگہ بنا لیں۔ اس وقت تک گاؤں کے لوگوں کو دائیوں پر ہی بہت اعتماد تھا جو کہ انڈیا کہ ہر گاؤں میں ہوتی تھیں، میرے خیال سے ان لڑکیوں کیلیے وہی بہتر استاد تھیں۔ اس لئے ہم نے پہلے ان کو ہنرمند زندگی کے متعلق تربیت دی۔'' ہر کلب میں 25 غیر شادی شدہ لڑکیوں کو لیا گیا جن کی عمریں 11 سے 19 سال تک تھیں اور ان کو ہفتے میں دو دفعہ تربیت دی جاتی تھی۔

لڑکیوں کا اعتماد بڑھنا شروع ہوگیا کیونکہ جیسے جیسے لڑکیوں نے علم حاصل کیا اور ان کو دوسروں سے بات کرنے سے اور انہیں اپنی جگہ بنانے کا موقع ملا جو صرف ان کے لئے تھی اور یہاں پر ان کے خیالات کو اہمیت دی جاتی تھی۔ وہ لڑکیوں کے حقوق کے متعلق جو کچھ بھی سیکھتی تھیں وہ اپنے والدین اور ہمسایوں کو بتاتی تھیں۔''

لڑکیوں کے کلب کی طرف جاتے ہوئے

50000 لڑکیاں آشوک کے ساتھ مل کر اس کی تنظیم کیلیے کام کررہی ہیں۔ ان میں سے آدھی لڑکیاں غیر شادی شدہ ہیں اور ان کا تعلق 500 گاؤں سے ہے جنہوں نے اپنی ہنرمند زندگی کی تعلیم پوری کی ہے اور اب وہ اس لڑکیوں کے کلب کا حصہ ہیں۔

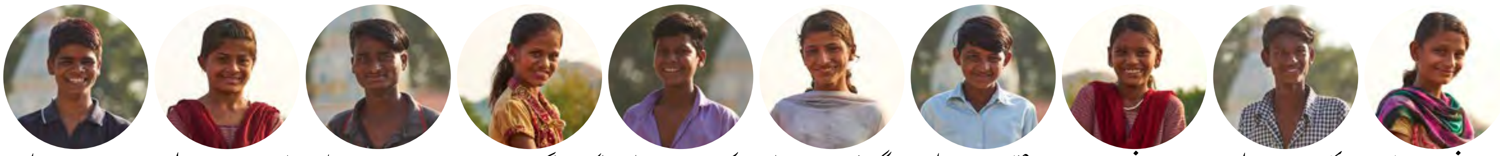

اشونی 14 سال | بھمرو 17 سال | اشونی 13 | چیتن 16 سال | بھاگیہ شری 14 سال | کورن 15 سال | گنگا ساگر 12 سال | رامدے 16 سال | کاویری 13 سال | روی 16 سال

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

بیشالی اور آرتی کا بڑا بھائی آشوک کے کلب کا ممبر ہے وہ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتا ہے اس سے اب اس کی بہنوں کو کھیلنے اور سکول کا کام کرنے کا وقت مل جاتا ہے۔

بہادر لڑکیاں

آشوک اور اس کی تنظیم **IHMP** نے ایک کے بعد ایک گاؤں میں لڑکیوں کے کلب بنانا شروع کر دیئے اور کچھ عرصہ کے بعد چیزیں بدلنا شروع ہوگئیں جیسا کہ کم عمری میں شادی کی روایت گاؤں میں ختم ہوگئی۔ آشوک کہتا ہے کہ ''جن لڑکیوں نے ہنر مند زندگی کا کورس مکمل کر لیا تھا انہوں نے لڑکیوں کے کلب میں جانا جاری رکھا اور وہ اس قابل ہوگئی کہ کم عمری کی شادی کو روک کر اپنے سکول کی تعلیم کو پورا کر سکیں۔ لڑکیوں نے علم اور ہمت حاصل کی۔ انہوں نے سیکھا کہ کیسے کسی کے ساتھ موضوع پر بات کی جا سکتی ہے اور اس سے ان کو یہ مدد بھی ملی کہ وہ اپنے والدین کو مطمئن کر سکیں کہ کم عمری میں شادی کو روکا جائے۔ حالانکہ یہ کام بالکل ٹھیک چل رہا تھا، لیکن آشوک کو یہ بات ستاتی تھی کہ کام اتنی تیزی سے نہیں ہو رہا جیسا ہونا چاہیئے۔ بہت لڑکیاں ابھی ایسی تھیں جن کی زبردستی شادی کروائی جا رہی تھی اور بہت سی لڑکیاں کم عمری میں زچگی کی وجہ سے مر رہی تھیں۔ ''ہم نے پھر نئے شادی شدہ جوڑوں کے ساتھ مل کر کام شروع کر دیا جس میں لڑکی کی عمر **18** سال سے کم تھی۔ ہم اس لڑکی کو، اس کے شوہر کو اور تمام گاؤں والوں کو ان تمام خطرات کے بارے میں جو اس کو حاملہ ہونے میں پیدا ہو سکتے تھے اور ہم کوشش کرتے تھے کہ وہ اس بات پر رضامند ہو جائیں کہ پہلے بچے کی پیدائش کو جتنی دیر روک سکتے ہیں روکیں۔

لڑکوں کے متعلق

اکثر کم عمر کے لڑکے ہم پر پتھر پھینکتے اور چیخ کر بولتے تھے: ''کہ تم لڑکیوں کو تعلیم دے کر ہمارے سر پر بیٹھانا چاہتے ہو! اگر تم دوبارہ ہمارے گاؤں آئے تو ہم تم کو پتھر ماریں گے!'' آشوک نے محسوس کیا کہ لڑکوں کو اس لئے غصہ ہے کہ ان کے لئے کچھ ایسا کیوں نہیں ہو رہا ہے کیونکہ ان کیلئے ایسا کچھ نہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ یقیناً لڑکوں کو بھی یہ بات سمجھنی چاہیئے اور ان کو بھی ہمارا ساتھ دینا چاہیئے اگر ہم کم عمری کی شادی کو روکنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ آخر کار وہ مرد ہی ہیں جو کم عمر کی لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں اور جو لڑکیوں اور عورتوں کو مارتے بھی ہیں۔'' آشوک اور اس کی تنظیم **IHMP** نے لڑکوں کے کلب کا بھی آغاز کر دیا۔ لڑکے مہینے میں ایک دفعہ اکٹھے ہوتے اور لڑکیوں کے حقوق، کم عمری میں شادی اور صنفی امتیاز کے متعلق سیکھتے۔

بڑی ترقی

آشوک کے کام سے **50,000** لڑکیوں کو بہتر زندگی ملی ہے۔ ان میں سے آدھی لڑکیاں جن کا تعلق **500** گاؤں سے ہیں جنہوں نے ہنر مند زندگی کی تعلیم مکمل کی ہے۔ جنہوں نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسی کلب کو اپنایا۔ لڑکوں کے کلب کی وجہ سے تقریباً **5000** کے قریب غیر شادی شدہ لڑکے بھی اس کے متعلق سیکھ چکے ہیں۔ جن گاؤں میں **IHMP** نے کام کیا ہے وہاں اب شادی کے بعد پہلا بچہ پیدا کرنے کی عمر اب **18** سال تک مقرر کی گئی ہے۔ اب چند ہی ایسی مائیں بچہ پیدا کرتے ہوئے مرتی ہیں۔ آشوک کہتا ہے کہ ''جب ہم نے کام شروع کیا تھا تب ایک لڑکی کی اوسطاً عمر **14** سال ہوتی تھی جب اس کی شادی کر دی جاتی تھی۔ اب یہ حد **17** سال تک کر دی گئی ہے جو کہ پہلے سے بہتر ہے لیکن ہم اس وقت تک مطمئن نہیں ہوں گے جب تک شادی کی عمر **18** سال تک نہ ہو جائے۔''

کومل **13** سال

شکیلیس **16** سال

منیشا **12** سال

ساگر **16** سال

مرجیکا **13** سال

ساحل **16** سال

Sandeep, 17

پلوی **14** سال

روپالی **12** سال

ساگر اپنی بہنوں کے ساتھ پانی لانے میں اور گھر کے کاموں میں مدد کرتا ہے ،جس کی وجہ سے اس کی بہنوں بیشالی 13 سال، اور آراتی 12 سال کو اپنا سکول کا کام کرنے اور اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلنے کیلئے وقت مل جاتا ہے۔

لڑکوں کو لڑکیوں کی عزت کرنی چاہئے!

آشوک کے کلب تک پہنچنے والے لڑکوں میں سے ساگر (15 سال) ہے وہ سب کو یہ پیغام دیتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کے حقوق برابر ہیں۔

لڑکوں کے کلب میں مہینے میں دو دفعہ سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اس پر بات کریں کہ لڑکیاں لڑکوں کے مقابلے میں زیادہ مشکل زندگی گزار رہی ہیں۔'' کلب میں ہم یہ سیکھتے ہیں کہ 18 سال سے پہلے لڑکی کی شادی کرنا غیر قانونی ہے، لیکن بہت سے خاندان والے پھر ایسا کرتے ہیں۔ اگر ایک لڑکی کی شادی کم عمری میں کر دی جائے تو، اس کو سکول چھوڑنا پڑتا ہے اور اپنے شوہر کی خدمت کرنا پڑتی ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اگر آپ اپنے خوابوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو پہلے سکول لازمی جانا پڑے گا۔ ایک چھوٹی لڑکی اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ بچوں کو سنبھال سکے۔ اس طرح پیدائش کے دوران ہی لڑکی اور بچے کی موت کا خطرہ ہوتا ہے۔''

ایک اصلی مرد

''عموماً ہمارے معاشرے میں ایسا سمجھا جاتا ہے کہ اصلی اور مضبوط مرد وہی ہے جو اپنی بیوی کو مارتا ہے۔ وہ عورت کا افسر ہے اور اس عورت کو بس اس کا حکم ماننا ہے وہ جب بھی جو کچھ کہے۔ آشوک کے لڑکوں کے کلب میں ہم نے سیکھا کہ ایک اصلی مرد وہی ہے جو کہ لڑکیوں اور عورتوں کی عزت کرتا ہے ، اور ان کا خیال رکھتا ہے اور لڑکیوں کے حقوق بھی برابر سمجھتا ہے۔ ایک اچھا آدمی اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتا ہے اور زندگی میں دونوں کو یکساں مواقع فراہم کرتا ہے بنیادی طور پر وہ خود ایک اچھا انسان ہوتا ہے۔ میں جب بڑا ہو جاؤں گا تو میں بھی اسی طرح ایک اچھا انسان بنوں گا لیکن میں ابھی سے ہی ویسا بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں اپنے گھر میں پانی بھر کر لاتا ہوں اور کپڑے بھی دھوتا ہوں۔ میں ان کی مدد کرنا چاہتا ہوں! تا کہ میری ماں اور بہنوں کو سب کام نہ کرنا پڑے۔''

آشوک ایک مثالی شخصیت ہے!

ساگر کہتا ہے کہ'' آشوک ایک ایسا آدمی ہے بالکل ایک اچھے انسان کی طرح لڑکیوں اور عورتوں کو عزت دیتا ہے۔ وہ ہمارے لئے ایک مثالی شخصیت ہے اور میں ان کی طرح بننا چاہتا ہوں۔''

لڑکوں کے کلب کی میٹنگ

لڑکے مہینے میں ایک دفعہ اکٹھے ہوتے ہیں اور لڑکیوں کے حقوق، کم عمری میں شادی اور صنفی مساوات کے متعلق سیکھتے ہیں۔

آشوک اور اس کی تنظیم IHMP کیسے کام کرتے ہیں

* غیر شادی شدہ لڑکیوں کے لئے کلب بنائے جاتے ہیں، جہاں پر وہ اپنے حقوق کے متعلق اور ہنر مند زندگی کی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔
* غیر شادی شدہ لڑکوں کے لئے کلب بنائے جاتے ہیں، جہاں پر ان کو کم عمری کی شادی ، لڑکیوں کے حقوق اور صنفی مساوات کی تعلیم دی جاتی ہے۔
* نئے شادی شدہ جوڑوں کو تعلیم دی جاتی ہے، جہاں پر لڑکیوں کی عمر 18 سال سے کم ہوتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ لڑکیوں کے حقوق کیا ہیں اور پہلے بچے کی پیدائش میں جتنی دیر کر سکتے ہیں اتنا ہی اچھا ہے۔
* والدین، پولیس، گاؤں کے لوگوں اور سماجی کارکنوں کو لڑکیوں کے حقوق اور صنفی مساوات کے متعلق تعلیم دی جاتی ہے۔

ساگر کی بنائی ہوئی ایک ترتیب جس میں بتایا گیا ہے کہ لڑکے کس طرح لڑکیوں کے حقوق کا استحصال کرتے ہیں۔

* مرد لڑکیوں اور عورتوں سے زبردستی گھر کے کام کرواتے ہیں۔
* لڑکے لڑکیوں کو سکول جاتے ہوئے راستے میں چھیڑتے ہیں، اور ان پر آوازیں کستے ہیں اور ان کو اپنے فون پر زبردستی گندی فلمیں دکھاتے ہیں۔
* مرد اپنی بیٹیوں اور بہنوں کی زبردستی کم عمر میں شادی کروا دیتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ ان کو سکول چھوڑنا پڑتا ہے۔
* پہلے لڑکیوں کو اپنے والد کی طرف سے ڈرایا جاتا ہے پھر ان کے شوہر بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔
* لڑکے لڑکیوں کے ساتھ زبردستی اور جنسی تشدد بھی کرتے ہیں۔

سالیا کی کم عمری کی شادی کے خلاف بھوک ہڑتال

سالیا (15 سال) کہتی ہے کہ ''میری زندگی بالکل بدل گئی ہے آشوک کے لڑکیوں کے کلب کے بغیر یہ سب ممکن نہیں تھا ورنہ میری زبردستی شادی ہو چکی ہوتی اور مجھے سکول چھوڑنا پڑنا تھا اور اب تک تو میں نے ماں بھی بن چکی ہونا تھا۔ میری زندگی ختم ہو چکی ہونی تھی۔''

جب میں **13** سال کی تھی، میں چولہے کے پاس اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ کھانا بنانے میں مدد کر رہی تھی تو ہماری ایک دور کی رشتہ دار عورت آئی۔ میں اچانک سنا کہ وہ عورت کچھ کہہ رہی ہے: ''کہ میں اپنے بیٹے کیلئے تمہاری بیٹی کا رشتہ لینے آئی ہوں۔'' میں یہ سن کر حیران ہو گئی اور میں نے چیخنا اور رونا شروع کر دیا۔ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں سکول جانا چاہتی تھی، جو کہ مجھے بہت پسند تھا۔ میں جانتی تھی کہ اس کا بیٹا ایک بالغ مرد ہے اور یہ سب ایک غیر فطری سا لگتا تھا۔!''

میں نے لڑائی شروع کر دی

''میں آشوک کے لڑکیوں کے کلب میں سے ایک کلب کی ممبر تھی، اور میں نے کم عمری میں شادی کے نقصانات کے متعلق بہت کچھ سیکھ چکی تھی۔ ان سب سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ کم عمری کی شادی غیر قانونی تھا! میں بہت پریشان تھی اور مجھے غصہ بھی تھا۔ یہ بہت عجیب محسوس ہوتا تھا کہ میرے گھر والے میری جلدی شادی کروانے کیلئے بات کر رہے تھے۔ میں چیخ رہی تھی اور یہ سوچیں میرے دماغ میں گونج رہی تھیں۔ میں نے مدد کیلئے اپنی دوست روجینا اور صائمہ کو کہا۔ وہ بھی لڑکیوں کے کلب کا حصہ تھیں۔ ہم نے مل کر فیصلہ کیا کہ اس کے خلاف جدوجہد کریں گی۔ روجینا سکول کے بعد میرے ساتھ میرے گھر آئی اور اس نے میرے والدین کو بتایا جس لڑکی کی کم عمری میں زبردستی کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اس لڑکی کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے کہ اس نے اپنے آپ کو گاؤں کے کنوئیں میں دھکیل دیا ہو۔ میری ماں یہ سب سن کر بہت پریشان ہوئی اور اس نے میرے والد سے اس پر بات کی۔

بھوک ہڑتال

جب ہم میرے والدین کو لڑکیوں کی کم عمری میں شادی اور لڑکیوں کے حقوق کے متعلق بتا رہے تھے، میں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ میں نے کہا: میں اس وقت تک کوئی بھی چیز نہیں کھاؤں گی جب تک کہ آپ اپنا یہ شادی کا فیصلہ نہ بدل دیں۔ میں سکول جانا چاہتی ہوں! میں نے شادی سے انکار کر دیا تھا!' آخر کار میرے سب گھر والوں کو احساس ہوا کہ میں اس شادی کے حق میں نہیں ہوں تو انہوں نے اس شادی کو روک دیا۔ میں بہت خوش ہوئی کہ میں اب آزاد ہوں! لیکن وہ عورت اور اس کے گھر والے بہت غصے میں ہیں اور ابھی تک ہم سے نہیں بولتے ہیں۔

آشوک کے لڑکیوں کے کلب کی شکر گزار ہوں کہ اس کی وجہ سے مجھے مدد اور ہمت ملی کہ کم عمری کی شادی کے خلاف اپنے گھر والوں سے کسی خوف کے بغیر بات کر سکوں۔''

تین نسلیں

سالیا کی ماں اور اس کی نانی دونوں کی جب شادی ہوئی تو ان کی عمر **12** سال کی تھی۔ نانی ماں کہتی ہے کہ ''جب میں چھوٹی تھی اس وقت لڑکیاں سکول نہیں جاتی تھیں۔ میرے خیال میں یہ بہت اچھا ہے کہ سالیا کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی ہے، اور وہ اپنی سکول کی تعلیم مکمل کرے اور اپنے اچھے مستقبل کو سنوارے۔''

سالیا بلیک بورڈ پر پڑھا رہی ہے اور روجینا اور صائمہ نے اس کو پکڑا ہوا ہے۔ معروضی سیکھنا: کم عمری کی شادی کیا ہے؟ کم عمری کی شادی کے کیا نقصانات ہیں؟ لڑکی اور لڑکے کی شادی کی قانونی عمر کیا ہے؟

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

ہمارا لڑکیوں کا کلب

’’میں روجینا اور صائمہ کے ساتھ مل کر اب اپنا لڑکیوں کا کلب چلا رہی ہوں ہفتے میں دو دفعہ ہم اکٹھے ہوتے ہیں۔اس کلب میں 20 لڑکیاں ہیں اور ہم بدھ اور ہفتے والے دن ملتے ہیں، اور مجھے یہ سب بہت اچھا لگتا ہے! یہ بات چیت 2 گھنٹے جاری رہتی ہے۔ہم اکٹھے وقت گزارتے ہیں اور مزہ کرتے ہیں، لیکن سب سے اہم بات جو ہم کرتے ہیں وہ لڑکیوں کے حقوق کے متعلق ہے۔ یہاں پر لڑکیوں کے بہت سے حقوق کا استحصال کیا جاتا ہے۔ اکثر لڑکے کھیتوں میں اپنے والد کے ساتھ مدد کرتے ہیں لیکن زیادہ تر وہ کھیتوں میں جانے کے بجائے اپنے دوستوں کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے! لیکن اب بہت سے لوگ ان باتوں کو سننا شروع ہو گئے ہیں! ہم بچوں اور بڑوں کو گاؤں کی میٹنگ میں اکٹھا بلاتے اور ان کو لڑکیوں کے حقوق کے متعلق آگاہی دیتے ہیں۔ جب ہم نے پچھلی دفعہ ایک مظاہرہ شروع کیا تو ہم صرف 40 لڑکیاں تھیں لیکن چلتے چلتے بہت سے اور لوگ شامل ہو گئے اور یہ مظاہرہ ختم ہونے تک بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے! ہم نے کارڈ اٹھائے ہوئے تھے اور چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ کم عمری میں لڑکیوں کی شادی کو روکنا چاہئے، اور لڑکیوں کے حقوق کا احترام ہونا چاہئے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم جو کر رہے ہیں وہ ٹھیک ہے۔‘‘

مجھے فخر ہے کہ میں لڑکیوں کے حقوق کی رہنما ہوں۔

جب میں نے اور میری دوستوں نے ہنرمند زندگی کی تعلیم مکمل کر لی تو آشوک کی تنظیم کی دوسری لڑکیوں نے مجھے چنا کہ میں ان کے کلب کی رہنما بنوں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے اور میں بہت خوش ہوں!

بہتر زندگی کیلئے تعلیم

سالیا بتاتی ہے کہ ’’لڑکیوں کیلئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ تعلیم حاصل کریں! اگر ہم ایک چھوٹی لڑکی جس کے پاس تعلیم بھی نہیں ہے اور اس کی عمر بھی صرف 12 یا 13 سال ہے اس کی زبردستی اس عمر میں شادی کر دیں تو یہ ایک بالغ مرد کیلئے بہت آسان ہے کہ وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھے اور اس کے ساتھ جیسا مرضی سلوک کرے۔‘‘

خوش آمدید

سالیا کہتی ہے کہ ’’آج ہم لڑکیوں کی کم عمری میں شادی اور ان کے حقوق کے متعلق بات کریں گے، اور میں تمام لڑکیوں کو کلب میں خوش آمدید کہتی ہوں۔‘‘

عالمی اہداف کیلئے دنیا کا چکر

پوری دنیا کے ممالک نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ تین بہترین چیزیں 2030 سے پہلے حاصل کرنی ہیں: انتہائی غربت کا کاتمہ، عدم مساوات اور ناانصافی میں کمی اور ماحولیاتی تبدیلیوں کو روکنا ۔ان کو حاصل کرنے کے بعد تمام ممالک 17 ایسے اہداف رکھے ہیں جن سے پائیدار ترقی ممکن ہے۔تمام اہداف بہت اہم ہیں اور آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔

ان اہداف کو حاصل کرنے کیلئے ہر ملک کی حکومت کو اس بات کی ذمہ داری لینی پڑے گی اور پوری دنیا میں ان اہداف کو حاصل کرنے میں مدد کرنا ہوگی۔اس کے ساتھ ساتھ ہر ملک کے ہر فرد کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ ان اہداف کے حصول میں اپنا حصہ ڈالے !اس کا مطلب ہے کہ بچے اور بڑے تمام لوگ شامل ہوں ۔کیونکہ ایسے چھوٹے اقدام ہی سے بڑے بڑے کام ہوتے ہیں۔آپ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے ذریعے ان عالمی اہداف کے بارے میں جان سکتے ہیں۔گلوب کے میگزین میں آپ بچوں کے حقوق کے ہیروز اور بہت سے ایسے بچوں سے ملتے ہیں جو کہ دنیا کو بہتر بنانے کیلئے جدوجہد کررہے ہیں۔وہ بہت سے عالمی اہداف کو حاصل کرنے میں مدد کررہے ہیں جیسا کہ:

*ہدف 5:صنفی مساوات اور لڑکیوں کے حقوق

*ہدف 10:امتیازی سلوک میں کمی

*ہدف 16:انصاف اور امن پر قائم معاشرہ

دنیا کے گرد چکر مضبوطی کے ساتھ۔ہدف 3 (اچھی صحت اور پرورش) اور تمام بچوں کا حق ہے کہ ان کو کھیلنے اور آرام کرنے کا وقت ملے۔ کچرے سے پاک نسل کچرے کو روکنے اور ماحول کو تبدیل کرنے کیلئے جدوجہد کررہی ہے (ہدف 13)۔اور لیمپوپو جو کہ جنوبی افریقہ میں ہے (صفحہ نمبر 108 سے 132) جہاں پر ایسے ماحول میں بڑے ہو رہے ہیں جہاں جانوروں کی جان کو بھی خطرہ ہے۔ (ہدف 15)۔

بچے کے حقوق

عالمی اہداف بچے کے حقوق کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔اگر یہ اہداف حاصل کر لئے جاتے ہیں تو پوری دنیا میں بچوں کے حالات میں بہتری آسکتی ہے۔اگر یہ حاصل نہیں ہوتے تو اس کا مطلب ہے کہ بچوں کے ساتھ برا سلوک ہوتا ہے اور ان کے حقوق کا احترام بھی نہیں کیا جائے گا۔ایسا کبھی نہیں ہونا چاہیئے !یہاں کچھ ایسی مثالیں دی گئی ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کس طرح یہ اہداف آپ کے ساتھ اور دوسرے بچوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

غربت میں کوئی بچہ نشوونما نہیں پاسکتا ہے۔کسی بچے کے ساتھ غیر مساوی سلوک نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ایک غریب بچے کے گھر والوں کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ وہ اپنے بچوں کو ایک جیسے مواقع فراہم کرسکیں جیسا کہ دوسروں بچوں کو ملتے ہیں۔

بھوک میں کمی

کسی بھی بچے کو بھوک یا غذائی قلت کا سامنا نہ کرنا پڑے تمام بچوں کے لئے اچھی اور متوازن غذا دستیاب ہونی چاہیئے۔

اچھی صحت اور پرورش

تمام بچوں کو اچھی صحت کے مواقع ملنے چاہئیں، اچھی صحت اور طبی سہولیات کے ساتھ دوائیاں بھی بروقت ملنی چاہیئں۔ شراب اور منشیات کا استعمال کم ہونا چاہیئے اور اس کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی آلودگی اور حادثات میں بھی کمی آنی چاہیئے۔

معیاری تعلیم

تمام بچوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہیئے اور تمام بچوں کو پڑھنے، لکھنے اور سیکھنے کے یکساں مواقع ملنے چاہئیں ۔ پانچویں اور آٹھویں تک تعلیم مفت ہونی چاہیئے۔ سکول میں کسی بھی بچے کے ساتھ امتیازی سلوک نہ رکھا جائے۔

صنفی مساوات

لڑکے اور لڑکیوں کے حقوق برابر ہونے چاہیئے اور ہر سطح پر برابر کے مواقع ملنے چاہئیں ۔کسی بھی لڑکی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہونا چاہیئے ۔کم عمری میں شادی اور لڑکیوں پر تشدد، جیسا کہ جنسی تشدد کو روکنا چاہیئے۔

صاف پانی اور نکاسی

تمام بچوں تک صاف پانی کی رسائی ہواوران کو بیت الخلا کی سہولت کے ساتھ اپنی صفائی کا بھی خیال ہو۔ بہت سے ممالک میں لڑکیوں کیلئے الگ باتھ روم ہیں تا کہ وہ محفوظ رہ سکیں۔

سستی اور صاف توانائی

تمام بچوں کیلئے سست اور صاف توانائی دستیاب ہونی چاہئے، جس سے ان کی زندگی میں آسانی پیدا ہواور اس سے ماحول پر بھی کوئی برے اثرات مرتب نہ ہوں۔

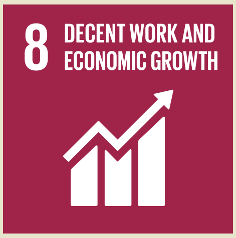

مناسب کام اور معاشی ترقی

کسی بھی بچے سے مشقت نہ کروائی جائے اور لوگوں کی اسمگلنگ کو روکا جائے اور بچوں کو فوجی نہ بنایا جائے۔ والدین کے لئے کام کے اچھے مواقع ہونے چاہئیں کہ وہ اپنے بچوں کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کر سکیں۔

پائیدار صنعت، جدت اور بنیادی ڈھانچہ

صنعت، سڑکیں اور دوسرے بنیادی ڈھانچوں کی تعمیر اس طرح ہونی چاہئے کہ ان کی وجہ سے بچوں کو کوئی خطرہ یا نقصان نہ ہو۔تمام بچوں کی معلومات اور مواصلات تک رسائی ممکن ہونی چاہئے تا کہ وہ اپنی زندگی کو بہتر بنا سکیں۔

عدم مساوات میں کمی

تمام بچوں کو یکساں مواقع ملنے چاہئے خواہ وہ کسی بھی جنس، قبیلے، مذہب، معذوری یا گھر سے زبردستی نکالے جانے والے بچے ہوں۔

پائیدار شہر اور معاشرہ

تمام بچوں کے رہنے کی جگہ کھیل کے میدان کے پاس یا پارک کے پاس ہونی چاہئے جہاں پر آمدورفت کی سہولت بھی آسانی سے میسر ہو۔ بڑے شہروں کی تعمیر ایسے طریقے سے ہونی چاہئے کہ ہماری ثقافت اور روایات کو بچایا جا سکے۔

ذمہ دار کھپت اور پیداوار

بچوں کو مثال کے ذریعے یہ بات سکھانی چاہیے کہ وہ کس طرح ایک پائیدار اور دوستانہ ماحول میں رہ سکتے ہیں، مثلاً مستحکم پیداوار چیزوں کو دوبارہ سے بنا کر استعمال میں لانا۔

موسمی تبدیلیاں

بچوں کو علم ہونا چاہئے کہ کس طرح موسمی تبدیلیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے، اور وہ اس قابل ہوں کہ وہ بالغ افراد اور فیصلہ کرنے والوں کو کہہ سکیں کہ وہ بھی ان کا ساتھ دیں۔

پانی کے نیچے زندگی (آبی حیات کا تحفظ)

بچوں کو یہ بات سکھانی چاہئے کہ کس طرح کچرا پھینکنے سے سمندر، دریاؤں اور جھیلوں میں رہنے والے آبی حیات متاثر ہوتے ہیں۔

زمین پر زندگی

بچوں کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ کس طرح اپنے جنگلات، زمین، پہاڑوں اور جانوروں کی حفاظت کرنی ہے اور ہمیں سمجھنا چاہئے کہ ہمیں اپنے قدرتی وسائل کو ضائع نہیں ہونے دینا۔

امن، انصاف اور مضبوط ادارے

کسی بھی بچے کے ساتھ تشدد اور استحصال نہیں ہونا چاہئے۔تمام بچوں کو حق ہے کہ وہ ایک پر امن معاشرے میں نشوونما کریں، جہاں پر ہر ایک ساتھ انصاف کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر ادارے، پولیس اور عدالتیں۔

اہداف کے لئے اشتراک

تمام ممالک کو مل کر کام کرنا چاہئے، ایک دوسرے سے سیکھ کر مدد کرنا کہ ہر ایک کیلئے دنیا رہنے کیلئے بہترین جگہ بن سکے۔

بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر

آج یکم اپریل 2019 ہے اور تقریباً 11 لاکھ بچے پوسٹر بنا کر اپنے حقوق کیلئے بولتے اور چیختے ہیں کہ ان کا احترام ہونا چاہئے اور جہاں پر وہ رہتے ہیں وہاں اور ان کے ملک میں اور پوری دنیا میں ان عالمی اہداف کا حصول ممکن ہونا چاہئے۔ وہ ایک لمبی انسانی زنجیر بنا کر اس کا آغاز کرتے ہیں اور پھر وہ 3 کلومیٹر تک چلتے یا دوڑتے ہیں۔

دن کے اختتام تک، پوری دنیا میں وہ سب مل کر تقریبا 33 لاکھ کلومیٹر تک بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی کہ جیسے پوری دنیا میں 84.9 گروپ کی صورت میں! یکم اپریل 2020، یہ وہ وقت ہوگا کہ جب دوبارہ بہتر مستقبل کیلئے پوری دنیا کا چکر لگایا جائے گا۔ کیا ہم اس دفعہ 100 دفعہ پوری دنیا کا چکر لگا سکیں گے؟

MARIE BIRKL

ڈھلوان پر بہتر دنیا کیلئے

اوڈسلنڈ سکول اوسٹرسنڈ، سویڈن کے طلباء ڈھلوان پر ایک بہتر دنیا کیلئے ایک لمبی زنجیر بناتے ہیں۔ آنڈرس جو کہ ڈھلوان پر چلنے کا گولڈ میڈلسٹ ہے ان کا ساتھ دیتا ہے۔ سویڈن میں تمام سکول بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر لگاتے ہیں اور اس میں سویڈن کے اولمپئن بھی حصہ لیتے ہیں۔ جو کہ عالمی اقدار اور عالمی اہداف کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

زبردستی کی شادی کے خلاف برابری
سٹیلا 11 سال، اوڈسلنڈ سکول سویڈن

لڑکے اور لڑکیوں کے برابری کے حقوق
لبان 11 سال، اوڈسلنڈ سکول سویڈن

صنفی برابری
وینڈیلا 11 سال، اوڈسلنڈ سکول سویڈن

صوفیہ کہتی ہے کہ ”میں سوچتی ہوں کہ یہ تمام لوگوں کو جتنا ممکن ہو سکے ان عالمی اہداف کے متعلق سکھنا چاہئے۔ یہ بہت اچھا ہے کہ ان اہداف کے ذریعے ہم بہت سے مسائل کو حل کر سکتے ہیں جیسا کہ مساوات، غربت اور ماحولیاتی تبدیلیوں میں بہت سا کام کرنے والا ہے تا کہ ہر کوئی ایک اچھی زندگی گزار سکے۔“

نکی کہتی ہے کہ ”یہ ہم بچے ہی ہیں جنھوں نے اس زمین کا خیال رکھنا ہے اور آنے والے سالوں میں بھی دیکھنا ہے۔ اس لئے ہمیں اچھا اور محفوظ بچپن چاہئے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ بچوں کو سکھایا جائے تا کہ وہ اپنے حقوق کے بارے میں جان سکیں۔ یہ سب کرنے سے مستقبل کی طرف ایک محفوظ قدم ہوگا۔ میں سمجھتی ہوں کہ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے ساتھ کام کرنا بہت اچھا ہے۔ یہ آپ کو دنیا کو ایک نئی نظر سے دیکھنے کا موقع دیتا ہے اور میرے خیال میں یہ ایک اہم طریقہ ہے کہ ہم اپنے معاشرے کو بہتر بنا سکیں۔“

صوفیہ کہتی ہے کہ ”لاکھوں بچوں کے ساتھ بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر لگانا بہت اچھا تھا۔ سب کے ساتھ مل کر یہ کام کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم دنیا کے مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔“ ”میرے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ یہاں پر بہت سارے بچے ہیں، جو کہ پورے سیارے کا مستقبل ہیں، جو کہ ماحول کا خیال رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ مستقبل میں ہماری سوچ ماحول اور موسمی تبدیلیوں کے حوالے سے بہت آگے پہنچ جائے گی۔

KIM NAYLOR

موسمی تبدیلیوں کا خیال رکھنا
سنیتربیج سکول سویڈن، صوفیہ (12 سال)، نکی (12 سال) نے سکول کی دوستوں کے ساتھ بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر لگانے میں حصہ لیا۔

ROUND THE GLOBE RUN FOR A BETTER WORLD

آئیں مل کر اقوام متحدہ کے

صبح بخیر! ہم آپ کو بتانے جا رہے ہیں کہ بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر کیا ہے۔ایک اچھی دنیا میں، بچے بالکل آزاد ہوتے ہیں اور کوئی بھی معاشرے یا سکول میں ان کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے۔آیئے اس بات کو یقینی بنائیں کہ ہم پائیدار ترقی کے اہداف کو حاصل کر کے لڑکے اور لڑکیوں کو برابری کا موقع دے سکتے ہیں! بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کی سفیر یورن (15 سال) میسیا سکینڈری سکول موزیمبیک میں بچوں کے ہجوم کو چیخ کر بتا رہی ہے۔بچوں کے حقوق کے سفیر اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ وہ سکول میں بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر پر تقاریر کریں اور پھر اس دوڑ کا آغاز کریں۔

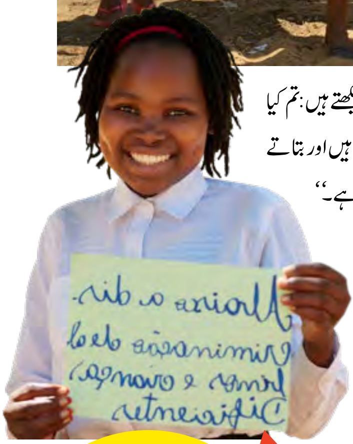

انجیلا کہتی ہے کہ ’’جولوگ ہمیں علاقہ میں بھاگتے اور چیختے ہوئے دیکھتے ہیں: تم کیا کر رہے ہو؟ یہ سب کس کے متعلق ہے؟ پھر ہم اپنے بورڈ دکھاتے ہیں اور بتاتے ہیں۔ یہ بہت اچھا ہے! وہ ہمیں ہمت دیتے ہیں اور یہ بہت اچھا لگتا ہے۔‘‘

’’البانی اور معذور بچوں کے خلاف امتیازی سلوک کو ختم ہونا چاہئے۔‘‘
انجیلا 14 سال

مختلف قسم کے معذور بچوں کیلئے دوڑنا

’’آج ہم میسیا میں دوڑ کر سب کو یہ دکھا رہے ہیں کہ ہم اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے ہدف کو حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کی سفیر ہونے کی حیثیت سے میں نے ایسا ہی ہدف بتایا ہے جو کہ اقوام متحدہ کے مطابق ہی ہے۔میرے خیال میں یہ اہداف بہت اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ دنیا کے بچاؤ کیلئے ہیں۔اگر مجھے کسی ہدف کو چننے کا موقع ملے جو کہ بہت ضروری ہے، وہ نمبر 10 ہوگا۔جس میں کہا گیا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے اور ایک جیسے حقوق حاصل ہوں، معذور بچے بھی اس میں شامل ہوں۔ ہمارے سکول میں ایک بچہ ویل چیئر پر آتا ہے اور اس کو اپنی جماعت کے اندر جانے میں بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس کیلئے اس کو سکول جلدی آنا پڑتا ہے کیونکہ اس کو اپنی جماعت میں جانے کیلئے کافی وقت لگتا ہے یا اس کو کسی ہم جماعت کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ اس کو جماعت تک پہنچا دے۔لیکن ہر کوئی اتنا مہربان نہیں ہوتا ہے۔اس کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو کہ مجھے ہیں۔لیکن اس کو سکول جانے کیلئے بہت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ یہ بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے!’’ہمیں سب سکولوں اور پورے معاشرے کو یہ بتانا چاہیئے تاکہ جو معذور بچے ہیں ان کے حقوق کا احترام کیا جائے۔ میرے خیال میں جو معذور بچے سکول آتے ہیں ان کے لئے بس کا انتظام کرنا چاہیئے، جن کو اپنے آپ سکول تک پہنچے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کی سفیر ہونے کی حیثیت سے میں اس میں تبدیلی لا سکتی ہوں کہ لوگ کس طرح ان معذور بچوں کو دیکھتے ہیں۔‘‘ انجیلا 14 سال، بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کی سفیر، میسیا سکینڈری سکول

میں ایک تبدیلی ساز ہوں!

’’میرے لئے، دنیا کے گرد چکر کا مقصد معاشرے کو یہ دکھانا ہے کہ ہم بچے اس بات کا مطالبہ کر سکیں کہ ہمارے رہنے کیلئے ایک پرامن معاشرہ ہو اور جہاں پر بچوں کا کوئی بھی ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ لڑکیوں کے خلاف جنسی استحصال کا خاتمہ ہونا چاہئے، اور ہم جوان لوگ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جب ہم اس میں شامل ہوں گے تو ہم کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کریں گے۔ہم بچوں کے حقوق کے سفیر اپنے سکول میں دوستوں کو بچوں اور لڑکیوں اور صنفی مساوات کے حقوق کے متعلق سکھاتے ہیں۔یہ اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے اہداف میں سے ایک ہے اور یہ ہمارے لئے بہت اہم ہے کیونکہ یہاں پر لڑکے اور لڑکیوں کے حقوق برابر نہیں ہیں۔کیونکہ بہتر مستقبل کیلئے دنیا کا چکر ایسا پروگرام ہے جس میں معاشرے کو اقوام متحدہ کے اہداف کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔اور یہ بہت ہی اہم ہے! تمام اہداف کے بارے میں آج بتایا جائے گا اور اگر ہم ان کے لئے کچھ نہیں کریں گے تو ہماری دنیا نہیں بچے گی۔ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیئے کہ ان اہداف کو حاصل کیا جا سکے۔ہم بچوں کو زیادہ سنجیدگی کے ساتھ ان اہداف کے متعلق سوچنا چاہیئے کیونکہ ہمارا مستقبل ان کے ساتھ جڑا ہے۔ہم بچوں کے حقوق کے سفیر ہر ہفتے اور اتوار کو ملتے ہیں۔ہم گھروں میں جا کر لوگوں سے بچوں اور لڑکیوں کے حقوق کے متعلق بات کرتے ہیں۔بچوں کے حقوق کی سفیر ہونے کی حیثیت سے میں چیزوں کو حقیقت میں بدلنے کے لئے اپنا کردار ادا کر رہی ہوں۔ میرا خواب ہے کہ میں ایک سماجی کارکن بن کر بچوں کی حفاظت کر سکوں۔‘‘ ایلین 13 سال، بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کی سفیر، میسیا سکینڈری سکول

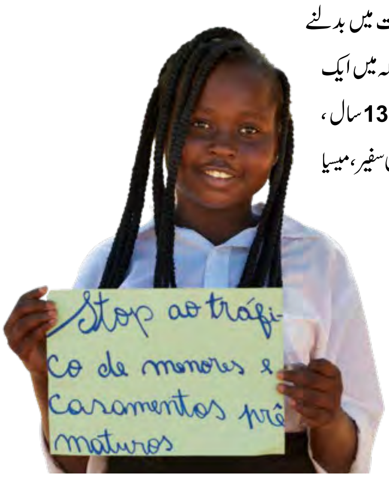

’’کم عمر میں بچوں کی شادی اور اسمگلنگ کو ختم ہونا چاہئے۔‘‘
ایلین 13 سال

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

امن اور انصاف

بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر کے دوران ڈی آر کونگو کے بہت سے سکول کے بچوں نے جو پوسٹر اٹھائے ہوئے تھے ان پر لکھا تھا کہ امن اور انصاف قائم ہونا چاہئے۔ لیکن آپ ایک تصویر میں دیکھ سکتے ہیں، یہاں پر ایک اور پیغام لکھا ہے: بچوں کے عالمی انعام کا پروگرام اور امتیازی سلوک میں کمی۔ یہ بہت حیران کن بات ہے کہ ایک ایسے ملک میں جہاں پر 1998 سے مسلح افواج لڑ رہی ہیں اور اس دوران بہت سے بچے مارے جا چکے اور بہت سے بچوں کو زبردستی فوجی بنایا گیا ہے وہاں پر بچے امن اور انصاف کی بات کرتے ہیں۔

OBEDIAS SHAWAMI PRINCE

''میں جو سوچتا ہوں وہ کہتا ہوں''

برچ میموریل جونیئر سکینڈری سکول، مکینی، سیرا لیون میں جب اساتو 15 سال نے اپنی گردن کے گرد ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا ''بچوں کو لازمی طور پر یہ سکھانا چاہئے کہ کس طرح پائیدار ماحول میں رہا جاتا ہے۔'' میں یہاں پر بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد کی چکر کی مہم کو منانے اور بتانے آئی ہوں جو میں سوچتی ہوں۔ ہمارے سکول اور معاشرے میں بچوں کے حقوق کا استحصال کیا جاتا ہے۔ سکول میں ابھی تک بچوں کو سزا دی جاتی ہے اور اساتذہ کا رویہ بچوں کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ ہمارے رہنما اور ہمارے بڑے ابھی تک کم عمری میں بچوں کی شادی کروا دیتے ہیں۔ اگر میں ان عالمی اہداف کے ساتھ جڑی رہتی ہوں، ہماری تعلیم کا معیار ضرور بہتر ہوگا۔ بچوں کو مفت طبی سہولیات نہیں ملتی جس کی وجہ سے شرح اموات میں بہت اضافہ ہے۔ ہم اپنے ملک میں کسی قسم کی ترقی پر توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے ملک میں ماحول کی بات کریں تو، ہمارے ملک میں جنگلات کی کٹائی کی جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ پورے ملک میں چل رہا ہے اور ملک میں کوئی بھی نیا پودا نہیں لگایا جا رہا ہے۔ اگر ہم نے جلدی اس کے لئے کچھ نہ کیا تو ہمیں سیلاب، زمینی کٹاؤ اور ماحولیاتی تبدیلی کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

صنفی برابری

''میرا والد کسان ہے اور ہم بہت غریب ہیں۔ میں جب سکول سے گھر واپس آتی ہوں، میں اپنی ماں کی مدد کرتی ہوں۔ بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر کے دوران ہم اپنے گاؤں میں چلتے ہیں۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ بہت سے بچے بہتر پاکستان اور بہتر دنیا کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں۔''

سمیہ 10 سال، اوکاڑہ پاکستان۔

بہتر پاکستان کیلئے دائرہ

چاہ تمولی، پاکستان میں برک سکول کے بچے، جن کا تعلق بھٹہ مالکان کے قرض تلے دبے ہوئے خاندان والوں سے ہے، اور ان کا کام سکول کے بعد ان کے لئے اینٹیں بنانا ہوتا ہے۔ پہلے وہ پوسٹر بناتے ہیں اور اس پر جو تبدیلی پاکستان میں چاہتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ پھر وہ بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر ہاتھوں میں ہاتھ دے کر ایک دائرہ بنا کر شروع کرتے ہیں۔

ALI HAIDER

عالمی اہداف کو حاصل کریں!

صنفی مساوات کیلئے دوڑ

’’میں نے صبح اپنا تعارف کروایا کیونکہ میں اپنے حقوق کے متعلق بتا نا چاہتا ہوں ۔ میں سب سے زیادہ اس بات پر دھیان دینا چاہتا ہوں کے لڑکے اور لڑکیوں کے حقوق برابر ہونے چاہیئں ۔اقوام متحدہ کے 2030 اہداف میں سے ایک اہم ہدف یہ بھی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیۓ ۔لیکن یہاں پر لڑکوں اور لڑکیوں کو مختلف سمجھا جاتا ہے۔ بیٹیوں کو زیادہ تر سکول جانے کی اجازت نہیں ہوتی ہے کیونکہ ان کو گھر میں کام کرنا پڑتا ہے اور اسی گھر میں بیٹے سکول جاتے ہیں ۔ یہ بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہے ۔ اور اکثر اساتذہ لڑکیوں کا جنسی استحصال کرتے ہیں کہ ان کے کلاس میں اچھے نمبر آئیں گے ۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہونا چاہیۓ ۔ یہ لڑکیوں کی دماغی حالت کو ہمیشہ کیلئے تباہ کر دیتی ہے ۔ایک لڑکا ہونے کے ناطے مجھے شرم آتی ہے! لڑکے اور لڑکیوں کے حقوق برابر ہیں اور ان کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرنا چاہیۓ ۔ آج ہم بہتر مستقبل کیلئے دنیا کے گرد چکر کے ذریعے یہ سب اپنے معاشرے کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم کس طرح موزیمبیک اور پوری دنیا کو بہتر بنا سکتے ہیں ۔ میرا اپنا خواب ہے کہ میں انجیئر بنوں ۔‘‘ یورن 15 سال، بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کا سفیر، میسیا سیکنڈری سکول

لڑکیوں کی عزت نہیں کی جاتی

’’ آج میں بہتر دنیا کیلئے دوڑ رہا ہوں اور بچوں کے حقوق کی خاطر ان کا احترام ہونا چاہیۓ ۔ کچھ باتوں میں بچوں کا احترام کیا جاتا ہے، لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا ۔ میں ایک 13 سال کی غریب لڑکی کو جانتا ہوں ، جو کہ ہمسایوں کے گھر میں گرے ہوئے مالٹے اٹھا کر لاتی تھی ۔ ایک دن اس ہمسائے نے اس لڑکی کو کہا کہ اگلی دفعہ جب وہ اس کے گھر آئے تو جو میں کہوں گا وہ کرنا پڑے گا ۔ ورنہ آئندہ سے تم یہاں سے مالٹے لے کر نہیں جا سکتی ہو۔ پہلے اس نے انکار کر دیا، لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کے بغیر وہ پھر بھوکی رہ جائے گی، اس نے وہی کیا جو اس ہمسائے نے کہا۔ گھر میں، اس آدمی نے لڑکی کے ساتھ جنسی زیادتی کی جس کی وجہ سے وہ حاملہ ہوگئی ۔ یہ بہت ہی وحشیانہ اور انتہائی خطرناک استحصال ہے لڑکیوں کے حقوق کا!‘‘ یہاں پر لڑکیوں کے حقوق کا اس طرح احترام نہیں کیا جاتا جیسا کہ ہمارے حقوق کا کیا جاتا ہے۔ گھر میں ان کو سارا کام کرنا پڑتا ہے، جبکہ لڑکے اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلتے اور اچھا وقت گزارتے ہیں ۔ کچھ خاندان والے لڑکیوں سے زبردستی زیادہ کام کرواتے ہیں کہ ان سکول جانے اور اپنا سکول کا کام کرنے کے لئے بالکل بھی وقت نہ ملے ۔ میرے گھر میں، میں اور میری بہن مل کر گھر کا کام کرتے ہیں ۔ میں صفائی، کپڑے دھونا اور اس طرح کے دوسرے کام بھی کرتا ہوں ۔ جس طرح میں گھر کے کاموں میں مدد کرتا ہوں میں سوچتا ہوں کہ اسی طرح سب کو کرنا چاہیۓ ۔ میں بچوں کے حقوق کا سفیر ہوں اور میرے پاس موقع ہے کہ میں دوسروں کو بھی یہ سب بتا سکوں ۔ میرے لئے یہ بہت اہم ہے کہ میں دوسرے لڑکوں کو بھی اس کے متعلق بتاؤں، تاکہ وہ اپنی بیٹیوں اور بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں جب وہ جوان ہو جائیں ۔ جب میں بڑا ہو جاؤں گا، میں ایک پولیس والا بننا چاہوں گا کیونکہ میرے خیال سے میں پھر بچوں کو بچانے کے قابل ہوں گا۔‘‘ ڈیلٹسن 10 سال ، بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کا سفیر، میسیا سیکنڈری سکول

’’سکول اور معاشرے میں تشدد کی روک تھام‘‘
ڈلس 13 سال

’’بچوں کے مستقبل کی حفاظت میں مدد‘‘
فیلیاؤ 13 سال

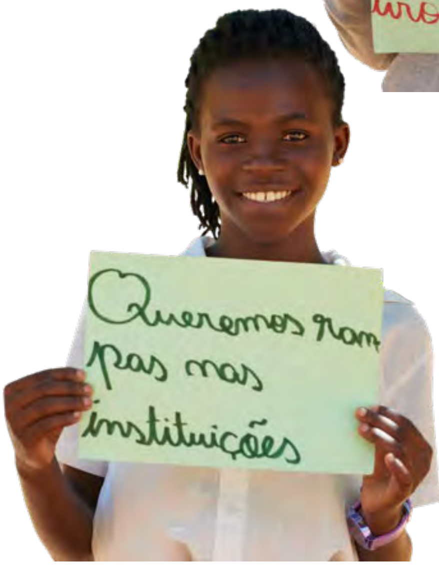

’’معذور بچوں کیلئے سکول میں ریمپ بنانا‘‘
انسرا 14 سال

’’لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان برابری کے حقوق‘‘
چیلٹن 13 سال

کچرے سے پاک نسل

زمین پر، جھیلوں میں اور سمندروں میں کہیں بھی ہر وقت کچرا مل سکتا ہے۔ لیکن آپ اور دوسرے بچے اور جوان لوگ پوری دنیا سے اس میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔ کچرے سے پاک نسل کے ذریعے آپ بچے کے حقوق کیلئے کھڑے ہو سکتے ہیں کہ اس کو صاف ستھرا صحت مند ماحول ملے اور موسمی تبدیلیوں کے خلاف جدوجہد بھی کر سکتے ہیں۔

تاریخ میں بہت سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ کچرا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ ان میں سے بہت سا نامیاتی مادہ، کھانا اور کچن میں بچا ہوا جو کہ دوبارہ استعمال کے قابل بنا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ مسائل تب بڑھنا شروع ہوتے ہیں جب شہر بڑھنے شروع ہوتے ہیں اور ہمیں پلاسٹک کا استعمال کرنا پڑتا ہے جو کہ بہت نقصان دہ ہے۔ اس کے ذریعے چیزوں کو دیر تک سنبھالنا آسان ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایسے ہی مواد سے تیار ہوتا ہے جو بچا ہوا ہو اور اس کا دوبارہ ختم ہونا بھی ناممکن ہوتا ہے۔

پلاسٹک ختم نہیں ہوتا

پلاسٹک کو ختم ہونے میں سو نہیں بلکہ ہزاروں سال لگ جاتے ہیں۔ یہ بہت دور تک ہواؤں، دریاؤں اور بارش کے پانی میں چلتا ہے۔ ہمارے سمندر میں ہر سال تقریباً 80 لاکھ ٹن پلاسٹک جمع ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ پلاسٹک کے چھوٹے سے ذرات بھی نقصان دہ ہیں۔ پلاسٹک کے چھوٹے ذرات چھوٹے جانور کھا لیتے ہیں۔ جب یہ ذرات بڑے جانور کھاتے ہیں تو آخر کار اس کی وجہ سے مچھلیاں ختم ہو جاتی ہیں جو ہم کھانے میں کھاتے ہیں۔

کچرے سے پیسے ملتے ہیں

یہ بہت مشکل ہے کہ اندازہ لگایا جائے کہ پوری دنیا کے کچرے کی کیا قیمت ہوگی۔ بہت سے ممالک نے کچرا اکٹھا کرنے کیلئے بہت سے وسائل پر کام کیا ہے، لیکن اگر شروع سے ہی اس پر قابو پا لیا جائے تو بہت آسان ہے اور خرچ بھی کم آئے گا۔ ایسا کچرا جو دوبارہ استعمال میں لایا جا سکتا ہے یا اس کو جلایا جا سکتا ہے اس کے لئے علیحدہ ڈسٹ بن ہونا چاہیئے۔ جہاں پر ماحول کو کم سے کم نقصان پہنچے۔ لیکن بہت سے لوگ لاپرواہ ہیں اور وہ جہاں مرضی کچرا پھینک دیتے ہیں۔ ایسا کچرا جو دوبارہ استعمال میں لایا جا سکتا ہے اس کو ڈسٹ بن میں پھینکے یا جلا دیں اور بہت سا کچرا زمین پر ہی اکٹھا ہوتا ہے۔ یہ زمینی وسائل کا کچرا ہے ان میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو کئی سالوں تک دوبارہ استعمال کی جا سکتی ہیں۔ جب بنا سوچے سمجھے کچرے کو پھینکا جاتا ہے، یہ انسان اور جانور دونوں کیلئے نقصان کا باعث ہے۔ مثال کے طور پر انجکشن کی سرنجوں سے بیماری پھیلتی ہے اور بہت سارا کچرا اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ اس کو کبھی بھی باہر نہیں پھینکنا چاہیئے۔

دولت کا مطلب کہ زیادہ کچرا

خاص طور پر شہروں میں امیر ممالک زیادہ کچرا پیدا کرتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ کہ اگر اتنا کچرا غریب ممالک میں ہوتا تو نقصان زیادہ ہونا تھا کیونکہ ان کے پاس کوئی جدید نظام نہیں ہے کہ وہ کچرے کو دوبارہ استعمال میں لا سکیں یا اس کو حفاظت سے ضائع کر سکیں۔ اس کے نتیجے میں وہ لوگ کچرے کو گلیوں میں پھینکتے ہیں اور گندگی کے ڈھیر پر۔ کچرے کی بہت بڑی تعداد کو آگ لگا دی جاتی ہے اور اس کا اختتام جھیلوں اور سمندروں میں ہوتا ہے۔ دوسری طرف امیر ممالک اس قابل ہوتے ہیں کہ وہی کچرے کو اچھے طریقے سے ضائع کر سکیں۔ اس لئے وہاں پر کچرا زیادہ تر گلیوں میں نظر نہیں آتا ہے۔ اکثر بہت زیادہ خطرناک کچرا، جیسا کہ برقی اور کیمیکلز کا کچرا غریب ممالک کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔

کچرا ایسا مواد ہے جس کا اختتام زمین پر جھیلوں اور دریاؤں میں ہوتا ہے اور اس کو ادھر نہیں ہونا چاہیئے، جیسا کہ شیشے کی بوتلیں، پلاسٹک کے تھیلے، سگریٹ اور مٹھائی کے لفافے وغیرہ۔

تبدیلی کیلئے کام کرنا

یہ ہر ایک کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس بات کی یقین دہائی کروائیں کہ لوگوں کیلئے اور خاص طور پر بچوں کے رہنے کیلئے ایک صاف ستھرا اور صحت مند ماحول ہونا چاہیئے۔ تمام ممالک کو مل کر اس مسئلے کا حل کرنا چاہیئے اور موسمی تبدیلیوں کے خلاف جدوجہد بھی کرنی چاہیئے۔ کچرے کو با حفاظت ضائع کرنا اور اس کو دوبارہ استعمال کے قابل بنانا اور کچرے کو نہ پھیلانا۔ اقوام متحدہ کے عالمی اہداف جو کہ 2030 تک حاصل کرنے ہیں اور موسمی تبدیلیوں کے مسائل کو بھی حل کرنا ہے۔

پوری دنیا میں اس وقت تقریباً 4500 کھرب سگریٹ کے ٹکڑے ہر سال زمین پر گرتے ہیں! اگر آپ ان ٹکڑوں کو زمین پر لائین میں جوڑیں تو یہ تقریباً 9 کروڑ کلومیٹر لمبی لائن بنتی ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے آپ چاند پر 117 دفعہ چکر لگالیں۔ ان سگریٹ کے ٹکڑوں کو بالکل ختم ہونے میں تقریباً تین سال کا عرصہ لگتا ہے کہ یہ آپ کو نظر نہ آئیں۔ لیکن ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی بہت نقصان کرسکتا ہے۔

تمام ممالک کو اس کا آسان حل نکالنا چاہیے کہ سب کچھ ٹھیک ہوسکے۔ مثال کے طور پر زیادہ سے زیادہ ڈسٹ بن رکھے جائیں جن کے اوپر ڈھکن بھی ہوں، اس سے کچرا باہر نہیں نکلے گا اور اس کا دوبارہ استعمال بھی اچھا ہوگا۔

بہت سے ممالک نے پلاسٹک کے تھیلوں پر پابندی لگا دی ہے یا ان کی قیمت بہت بڑھا دی ہے۔ افریقہ کا شہر روانڈا دنیا کا پہلا ملک ہے جس نے پلاسٹک کے تھیلے پر پابندی لگائی۔

کچرے سے پاک نسل

ایسی فیکٹریاں جو پلاسٹک کے تھیلے بناتی ہیں ان کو چاہیے کہ ایسا تھیلے بنائیں جو زیادہ کچرے کا باعث نہ بن سکیں۔

ناروے میں ایک وہیل مچھلی اپنے پیٹ میں پلاسٹک کے 30 تھیلے رکھ سکتی ہے۔ اگر ایسا ہی چلتا رہا تو 2050 تک تقریباً 99 فیصد سمندری حیات پلاسٹک کھائیں گے۔

کچرے کے متعلق اچھی اور بری باتیں

جو سب سے بہترین بات یہ ہے کہ پہلی جگہ پر کوئی بھی کچرا نہ پھینکا جائے اور ہم بہت کم چیزوں کو بند کردیں؟

* ایسا کچرا جو دوبارہ استعمال کے قابل بنایا جا سکے اس کا استعمال زیادہ کیا جائے۔ اس سے ہمارے لئے چیزیں دوبارہ استعمال کے قابل ہوسکتی ہیں اور اسے زمینی وسائل کو بچانے میں بھی مدد ملے گی۔
* اگر ایسا ممکن نہیں، تو کچرے کو گندگی کے ڈھیر پر پھینکا جائے لیکن ہمیں یہ کام بہت احتیاط کے ساتھ کرنا چاہیے تاکہ اس سے ہوا، زمین اور پانی آلودہ نہ ہوں۔
* سب سے بری بات یہ ہے کہ یہ کچرا جھیلوں، دریاؤں اور سمندروں میں ختم ہوتا ہے جو بہت نقصان کا باعث بنتا ہے۔

15 مئی 2020 کو کچرے سے پاک دن پر بچے ہر جگہ بتاتے ہیں کہ ہم کچرے سے پاک نسل کا حصہ ہیں۔ کیا کرنا چاہئے:

* کچرے کو اکٹھا کرنا چاہئے تاکہ چیزیں بہتر نظر آئیں۔

*جہاں آپ رہتے ہیں وہاں سب کو یہ معلومات دیں کہ بچوں کو صاف ستھرا اور صحت مند ماحول دینا ان کا حق ہے اور موسمی تبدیلیوں سے کیسے نمٹا جائے۔

* کچرے کا وزن کرنا اور اس کی پوری رپورٹ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام تک پہنچانا۔

*اس بات کا یقین کریں کہ جو کچرا اکٹھا ہوا ہے وہ دوبارہ استعمال کے قابل ہو سکتا ہے اور اس کو کسی محفوظ جگہ پر رکھا گیا ہے۔

پوری دنیا میں

انڈیا

’’یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی قدرتی چیزوں کی حفاظت کریں۔‘‘
کونسگ 14 سال، سرسوتی ودیا دان سکول
دار جیلنگ، انڈیا

نیپال

کچرے سے پاک نسل ٹریسا اکیڈمی، کھٹمنڈو کی طرف سے آئے بچے

فلپائن

’’ہمیں زمین پر صاف پانی چاہئے۔ پانی کے بغیر یہاں پر کوئی زندگی نہیں ہے!‘‘
شینا، نیگروس سکول، دومگیٹی، فلپائن

سکاٹ لینڈ

پینچوری، ڈیو ینک سکول، سکاٹ لینڈ کے بچے حیران ہیں کہ اتنی چھوٹی سی جگہ سے اتنا زیادہ کچرا کیسے اکٹھا ہوا ہے۔

جنوبی افریقہ

پریمئر میسیسکول اور نجی سکول بلوم فاونٹین

یوگنڈا

سینیگال

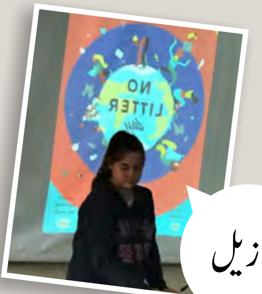

برازیل

کچرے سے پاک دن

برما/میانمر

پلا کی سکول

ڈی آر کونگو

"مجھے آج پتہ چلا کہ ہم بچوں کو حق حاصل ہے کہ ہم صاف ستھرے اور صحت مند ماحول میں رہیں۔ ہم صاف ستھرے ہیں اور اپنے والدین کو بتاتے ہیں کہ وہ اپنے علاقے کو ایسے صاف رکھنے میں ہماری مدد کریں جیسا کہ ہم نے آج کیا ہے۔" ممبری **13** سال، سینٹ سائنس سکول گوما، ڈی آر کونگو

برکینا فیسو

پرائمری پروی سلمری سکول

نائیجیریا

ویسٹرن ہال سکول میں وزن کرتے ہوئے

سیریالیون

پاکستان

جنیوا

جنیوا میں کچرے سے پاک دن پر طلباء موسمی مسائل کے متعلق معلومات دیتے ہوئے۔

نوٹ!

احتیاط کریں کہ کچرا آپ کو بیمار نہ کرے! دستانے پہنیں اور ماسک کا استعمال کریں اور اگر آپ کو کوئی خطرناک چیز ملتی ہے تو کسی بڑے سے مدد لیں۔

گھانا

ٹوگو

سویڈن

ہمیں زمین جیسے اور سیارے ملیں گے؟

تمام لوگوں کو خوراک اور پانی، سر پر چھت، اور بعض اوقات زندہ رہنے کیلئے دھوپ کی ضرورت ہے۔ ہم سب زمینی وسائل کو استعمال کرتے ہیں، لیکن کچھ لوگ اس کا استعمال دوسروں کی نسبت زیادہ کرتے ہیں۔ عالمی سطح پر ہم کھاتے، سفر کرتے اور استعمال کرتے ہیں ہمارے پاس 1.7 زمینیں ہیں!

ہر انسان سیارے پر اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ کس طرح رہتا ہے۔ مثال کے طور پر کہ ہم کیا کھاتے ہیں، کونسی چیزیں خریدتے ہیں اور کس طرح سفر کرتے ہیں۔ ایک ملک اور ایک انسان کا ماحول پر کتنا اثر پڑتا ہے۔ جیسا کہ یہ ممالک کویت، امریکہ اور سویڈن کے ماحولیاتی اثرات باقی دنیا سے بہت زیادہ ہیں۔

پیروں کے نشان کا کیا مطلب ہے؟

ماحولیات کے اثرات کا مطلب کہ ہر انسان جب زمین پر چلتا ہے تو اپنے پیروں کے نشان زمین پر چھوڑتا ہے جتنے زیادہ وسائل کا ہم استعمال کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہم ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ آپ کے پیروں کا نشان جتنے حصے میں لگتا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ کیا استعمال کر رہے ہیں۔ کھانے سے لے کر دوسری چیزیں اور اس کے ساتھ ساتھ کہ آپ کو کتنی جگہ چاہئے کہ آپ اپنے کوڑے کو سنبھال سکتے ہیں۔

ایک سیارے پر کتنے وسائل اور زمینیں ہیں، اس طرح آپ حساب لگا سکتے ہیں کہ اگر ایک آدمی آپ کی طرح رہتا ہے تو تمام انسانوں کیلئے کتنے سیارے چاہئے ہوں گے۔

ہاتھوں کے بڑے نشان

آپ اگر ماحول کیلئے اچھے اقدام کر رہے ہیں، جیسا کہ چیزوں کو دوبارہ استعمال میں لانا اور پانی کو بچانا، اس سے ماحول پر اچھے اثرات ہوں گے۔ ان سے مدد ملے گی کہ آپ جو چیزیں خریدتے ہیں اور توانائی جو استعمال ہوتی ہے اس کو اس طرح بنایا جائے کہ اس کے اثرات ماحول پر کم سے کم اثر انداز ہوں۔ مثال کے طور پر اگر آپ جس کار پر سفر کر رہے ہیں وہ پٹرول کے بجائے اگر برقی توانائی پر چلے۔ اگر ہم اپنے علاقوں میں کھانے والی فصلیں اگائیں تو بہتر ہے بجائے اس کے ہمیں دوسرے ممالک سے آمدورفت کیلئے ذریعے منگوانا پڑیں۔

زیادہ کچرا پیدا کریں

پچھلے 20 سالوں کے مقابلے میں، امیر ممالک میں ایک انسان سے پیدا ہونے والا کچرے کو بہت دفعہ ضرب دی جائے تو وہ بہت زیادہ ہو گیا ہے اور اس چیز کو بدلنا چاہئے۔ اس کچرے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتی ہے اور یہ گیس اس وقت نکلتی ہے جب ہم تیل، پٹرول اور لکڑیوں اور کچرے کو جلاتے ہیں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ گرین ہاؤس گیس ہے جو کہ ماحولیاتی تبدیلی میں اثر انداز ہوتی ہے، جس کی وجہ سے خشک سالی، سیلاب اور سمندروں میں تیزابیت پیدا کرتی ہے۔ مختلف ممالک کو مختلف قسم کے مسائل کا سامنا ہے۔ سویڈن میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کا بننا آدھے سے زیادہ پیروں کے نشان کی وجہ سے ہے۔ اس کا بہت زیادہ انحصار ہمارے کھانے اور استعمال کی چیزوں پر ہوتا ہے۔

امیروں کے بڑے پیروں کے نشان

امیر ممالک میں ماحولیاتی اثرات زیادہ ہوتے ہیں، اور غریب ممالک میں یہ اثرات کم ہوتے ہیں۔ اکثر ایک ہی ملک میں رہتے ہوئے لوگوں میں فرق ہوتا ہے۔ ایک بچے کے پاس بارش کے دوران کوئی وسائل نہیں ہوتا اس کے برعکس ایک امیر آدمی کے پاس اس کے اپنے جہاز، بہت سی کاریں، ایئر کنڈیشنڈ اور تالاب ہوتا ہے جو کہ ماحول پر بری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔

اب کیا ہوگا؟

امیر ممالک میں پیداوار اور کھپت میں کمی لا کر اس کو کم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس غریب لوگوں کو اپنی پیداوار بڑھا کر اپنی زندگی کو بہتر بنانا چاہئے، جیسا کہ توانائی، گرمی، کھانا اور صاف پانی۔ ہمارا مقصد ہونا چاہئے ان سب چیزوں کے حصول کیلئے ماحول دوست طریقہ اپنانا چاہئے جو بہت بہتر ہے اس سے جو بہت زیادہ خطرات پیدا کرتے ہیں جن کو امیر لوگ بہت عرصے سے استعمال کر رہے ہیں۔

اگر ہر ایک اس طرح رہنا شروع کر دے جس طرح ابھی باقی لوگ رہ رہے ہیں تو ہمیں 1.7 زمین چاہئے ہوگی۔ اور اگر جس طرح اب سب رہ رہے ہیں اس طرح پھر:

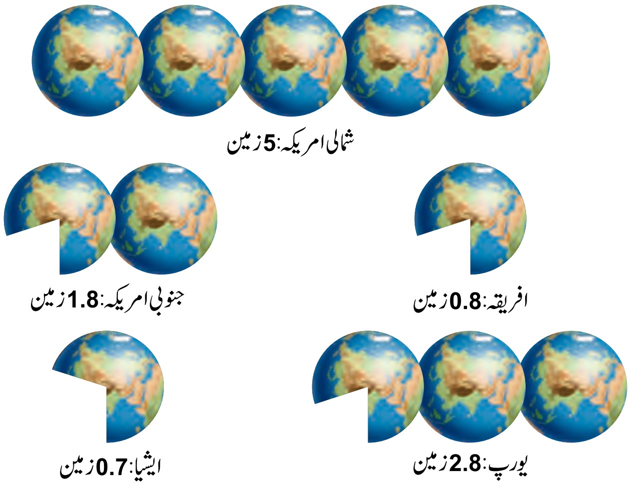

زمین پر کچرا نہ پھینکیں

غیر ضروری چیزوں کی خرید سے پرہیز کریں۔

دوبارہ بننے والی توانائی کا استعمال کریں۔

اور آپ کیا کر سکتے ہیں؟

MINAS PANAGIOTAKIS/TT

NAINA HELEN W. JÅMA/AFTONBLADET/TT

گریٹا کے ساتھ دنیا بھر کے بچوں کی موسمی تبدیلی کیلئے ہڑتال

گریٹا 16 سالہ ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ کہ بچے بھی بہت بڑی تبدیلی لا سکتے ہیں۔ستمبر 2018 میں وہ اکیلی لڑکی تھی جو اس ماحولیاتی تبدیلی کے خلاف پارلیمنٹ کے سامنے کھڑی ہوئی اور مطالبہ کیا کہ اس ماحولیاتی تبدیلی کے خلاف سب کو کچھ کرنا چاہیۓ جس کی وجہ سے لوگوں، جانوروں اور درختوں کو خطرہ ہے۔گریٹا کا یہ احتجاج جلد ہی سوشل میڈیا کے ذریعے پوری دنیا میں پھیل گیا۔دوسرے ممالک کے بچے بھی اس سے متاثر ہو کر جمعے کو ہڑتال شروع کردی۔اس کی یہ جنگ عالمی تحریک بن گئی جس کو "مستقبل کا جمعہ" کا نام دیا گیا۔ستمبر 2019 کو جمعے کے دن، پوری دنیا کے 160 ممالک نے گریٹا کے ساتھ مل کر ماحولیاتی تبدیلی کے خلاف ہڑتال میں حصہ لیا۔جن میں سے آپ بھی ایک ہیں؟

گریٹا 16 سالہ، اقوام متحدہ 2019 میں اپنی تقریر کرتے ہوئے کہتی ہے کہ "آپ ہمیں ناکام بنا رہے ہیں۔لیکن اب بالغ لوگ اس بات کو سمجھنا شروع ہو گئے ہیں کہ آپ دھوکہ کر رہے ہیں۔مستقبل کی تمام آنکھیں اب آپ لوگوں پر ہیں۔"

زمینی وسائل کب تک چل سکتے ہیں؟

انسانی زندگی زیادہ پانی، خوراک اور توانائی کا استعمال کرتی ہے جتنا کہ قدرت ایک سال میں بناتی ہے۔کچھ ممالک دوسروں کی نسبت اس کا استعمال زیادہ کرتے ہیں۔جس دن یہ تمام وسائل ختم ہو جائیں گے اس کو "اوورشوٹ ڈے" کہتے ہیں اور 2019 میں یہ 29 جولائی کو تھا!

اس تصویر میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کچھ ممالک نے اپنے تمام وسائل سال ختم ہونے سے پہلے ہی استعمال کر لئے ہیں، اور دوسرے ممالک نے ابھی تمام وسائل استعمال نہیں کیۓ۔یہ ماحولیاتی اثرات بہت کم ہیں اور ان کے وسائل زیادہ ہیں۔

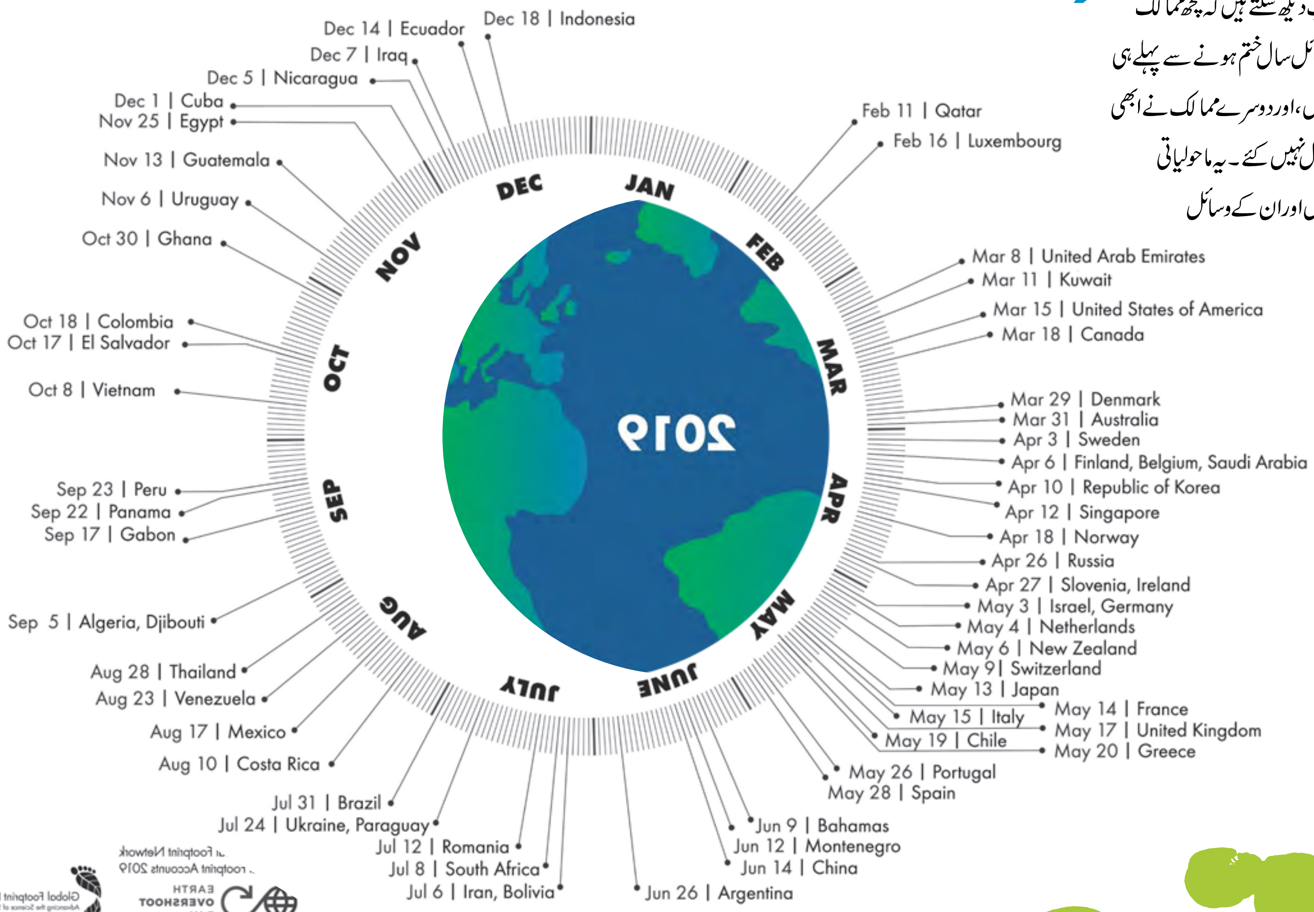

زمین گرم ہو رہی ہے۔۔۔

سورج کی شعاعیں زمیں پر گرتی ہیں اور زمین کو گرم کرتی ہیں جو کہ زمین کی سطح سے نکلتی ہیں۔ گرین ہاؤس گیس ان شعاعوں کو خلا تک جانے سے روکتی ہیں۔ جب گرین ہاؤس گیسز کی مقدار ماحول میں زیادہ بڑھتی ہے تو اپنے پیچھے زیادہ گرمی چھوڑتی ہے جس کی وجہ سے زمین کا درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔

کچھ اہم گرین گیسز یہ ہیں کاربن ڈائی آکسائیڈ (CO2) اور میتھین گیس (CH4)۔ زیادہ تر کارن ڈائی آکسائیڈ کار، کوئلے، تیل کی آگ اور ہوائی جہاز سے بنتی ہے۔ شمالی علاقہ کے ترقی یافتہ ممالک اس کو زیادہ بناتے ہیں۔ چائنہ بھی کاربن ڈآئی آکسائیڈ کی بڑی مقدار پیدا کرتا ہے۔ جیسے زمین گرم ہوتی ہے تو یہ تمام ممالک پر اثر انداز ہوتی ہے۔

موسمی تبدیلیوں کا بدلنا

زمین کے گرم ہونے سے ہماری آب و ہوا بھی تبدیل ہوتی ہے۔ آب و ہوا ایک ایسا موسم ہے جو بہت عرصہ رہتا ہے۔ مثال کے طور پر عموماً یہ کتنا گرم ہوتا ہے، کتنا عرصہ تک بارش ہوتی ہے اور کتنے عرصے تک گرمی اور خشک سالی رہتی ہے۔ زمین کے گرم ہونے کا مطلب ہے کہ خشک سالی موسم زیادہ عرصہ رہے گا، ہر سال بارش نہیں ہوتی ہے، اور اس کے برعکس کبھی ہو تو کچھ علاقوں میں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں۔ جہاں آپ رہتے ہیں وہاں بارش اور سیلاب سے نمٹنے کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں پر طوفان بھی زیادہ ہوتے ہیں اور بہت طاقتور بھی۔

سمندر کی سطح کا اوپر آنا

جیسے جیسے زمین کی گرمی بڑھتی ہے سمندر کی سطح بھی اوپر آتی ہے۔ عمومی طور پر جب پانی گرم ہوتا ہے تو وہ زیادہ جگہ گھیرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ برف کا پگھل کر سمندر میں گرنا بھی اس کا سبب بنتا ہے۔ گرین لینڈ اور انٹارکٹکا میں زیادہ تر برف ہے۔ جب سمندری سطح اوپر آتی ہے تو ایسے علاقوں میں بہت سی تبدیلی آتی ہے جو نیچے ہوتے ہیں اور جزیرے پر ہوتے ہیں۔ ایسے علاقوں میں لوگ زیادہ دیر نہیں رہ سکتے جہاں پر سمندر کا پانی ان کے کھیتوں اور گھروں میں آجائے۔

یہ کہنا بہت مشکل ہو گا کہ اس آب و ہوا کی تبدیلی سے زمین کے مختلف حصوں میں کیا تبدیلی آئے گی، لیکن ہم جانتے ہیں کہ زمین کے گرم ہونے سے آب و ہوا میں تبدیلی آئے گی۔ اگر زمین زیادہ گرم ہو جاتی ہے، تو کچھ ممالک میں رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، اور بری حالت میں یہ آب و ہوا کی تبدیلی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ کسی بھی جاندار کے لئے وہاں رہنا مشکل ہو جاتا ہے! اگر اس کے متعلق کچھ نہ کیا گیا تو زمین بہت زیادہ گرم ہو جائے گی!

حیاتیاتی ایندھن

حیاتیاتی ایندھن پرانے پودوں سے نکلتا ہے جن کو زمین میں ہزاروں، لاکھوں سال پہلے محفوظ کیا جاتا ہے۔ جب لوگ کوئلوں کو جلاتے تھے، لیکن اب تیل اور گیسز کا استعمال کرتے ہیں، ہم کچھ سالوں سے ہی اس سے نکلے ہیں اس سے پہلے لاکھوں سال پہلے پودوں سے کارن ڈائی آکسائیڈ جذب کی جاتی تھی! اسی وجہ سے حیاتیاتی ایندھن بہت بڑی وجہ ہے کہ ماحول میں بہت تیزی سے کارن ڈائی آکسائیڈ بڑھ رہی ہے۔

جنگلات کا غائب ہونا

جب یہاں بڑے جنگلات کو جلا دیا جائے گا، اس سے ماحول میں بہت زیادہ مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ پھیلے گی۔ یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ دوبارہ جذب کرے گی جب نئے جنگلات بڑھنا شروع ہو جائیں گے۔ یہ ایک قدرتی مرحلہ ہے جب سے زمین کی تاریخ چل رہی ہے۔ لیکن اگر اسی طرح درختوں کو کاٹ دیا جائے گا یا بری طرح جلا دیا جائے گا اور نئے درخت نہیں لگائے جائیں تو کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار ماحول میں زیادہ بڑھے گی کیونکہ نئے درختوں میں اس کو جذب نہیں کیا جا سکے گا!

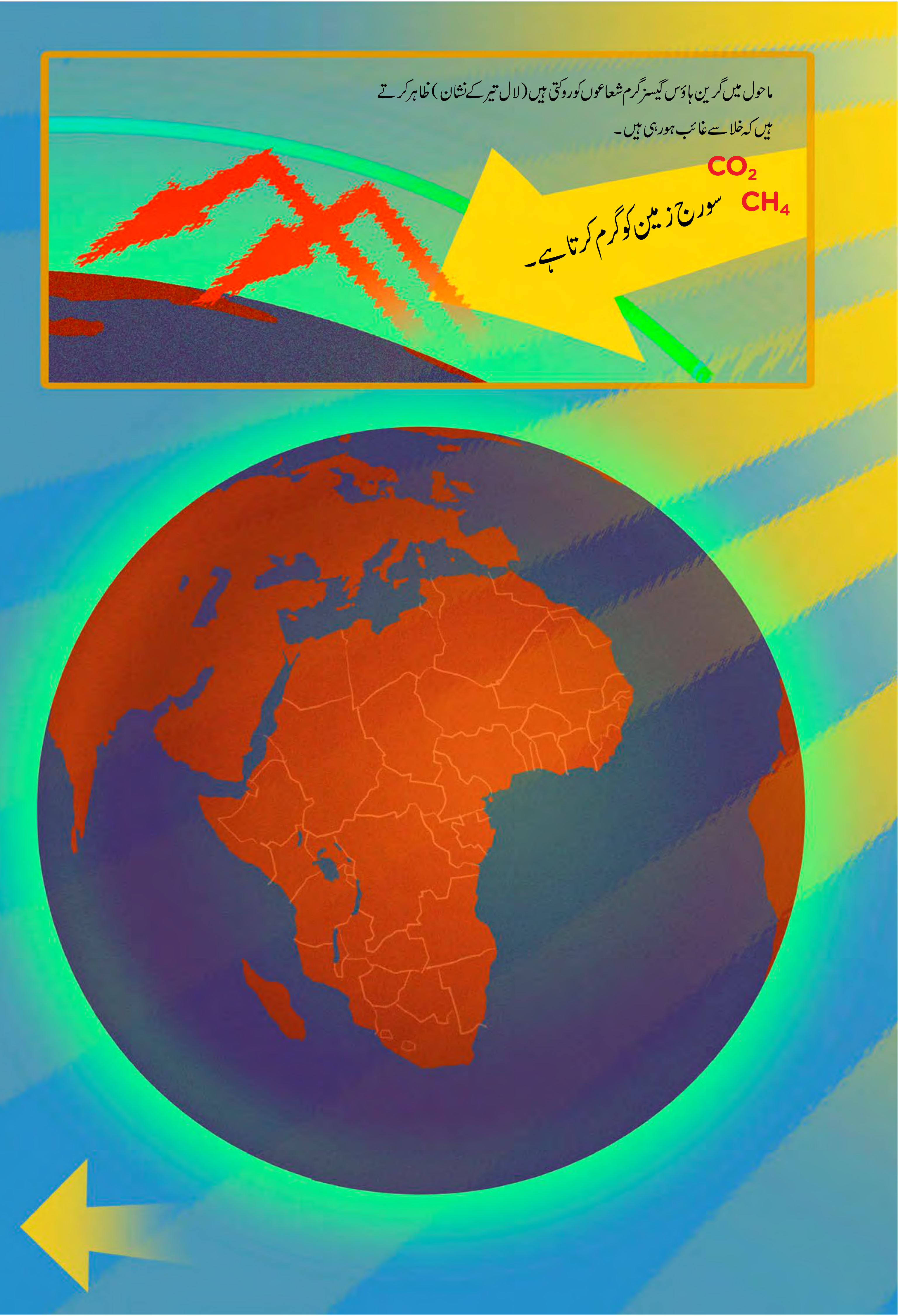

© ILLUSTRATION: JAN-ÅKE WINQVIST TEXT: JAN-ÅKE WINQVIST & CARMILLA FLOYD

اگر کوئی قدم نہ اٹھایا گیا تو کون اٹھائے گا۔

سخت موسم اور بڑھتا ہوا درجہ حرارت

خشک سالی، سیلاب اور قدرتی آفات زمین پر رہنے والے ہر انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں، لیکن غریب ممالک میں زیادتر بچوں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔

بیماری

ملیریا اور ڈینگی بخار، اور پانی سے پھیلنے والی بیماریاں ہیضہ اور اسہال زیادہ تیزی سے پوری دنیا میں پھیل رہی ہیں۔ بہت سے بچے اس سے بیمار ہو رہے ہیں اور مر رہے ہیں۔

بھوک

سال 2050 تک بھوک اور غیر مناسب خوراک کی وجہ سے تقریباً 2 سے 2.5 کروڑ تک متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔

جنگ اور تنازعات

غیر مساوات اور غربت کی وجہ سے تشدد اور جنگ کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ یہ بات بچوں کو اور خاص طور پر لڑکیوں کو زیادہ متاثر کرتی ہے۔

معاشی مسائل

غریب بچے بیماری اور بھوک کی وجہ سے اور بیمار ہو جاتے ہیں، اور اکثر بے گھر ہو جاتے ہیں۔ بچوں کو تعلیم کے حاصل کرنے کے بجائے ان سے زبردستی کام کروایا جاتا ہے۔ لڑکیوں سے پہلے سکول چھڑایا جاتا ہے۔

مہاجرین کے مسائل

بہت سے بچوں کو اپنے گھر چھوڑنے پڑتے ہیں جب گاؤں اور علاقوں میں رہنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ جنگ اور تنازعات کی وجہ سے گھر والوں اور بچوں کو زبردستی کہا جاتا ہے کہ اپنے گھر چھوڑ دیں۔ بچوں کی صحت اور تعلیم بری طرح متاثر ہوتی ہے، خاص طور پر ان کی دماغی حالت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

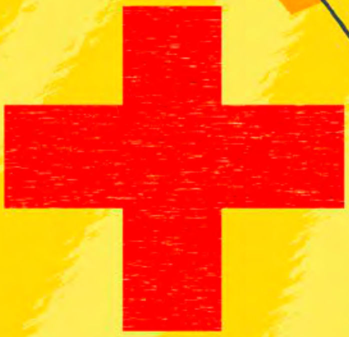

اگر ہم اب عمل کریں تو!

بھوک اور غربت کو کم کر سکتے ہیں

فصلوں کی بروقت کٹائی سے سیلاب اور خشک سالی کی تباہی سے بچا جا سکتا ہے۔ بچوں کے کھانے کیلئے بہت کچھ ہو گا اور وہ صحت مند رہیں گے۔

صفائی اور صاف پانی

بچے صحت مند اور سکول جانے کے قابل ہو سکیں اور کھیلیں کودیں اور بڑھیں۔ صاف پانی تک رسائی کے ذریعے خاص کر لڑکیوں کو کھیلنے اور پڑھنے کا وقت مل جاتا ہے، اب ان کو پانی لانے کیلئے دور تک کا سفر نہیں کرنا پڑتا۔

تحفظ اور حفاظت

زیادہ مساوات اور صنفی مساوات کے ذریعے لوگوں اور ممالک کے درمیان تشدد اور تنازعات میں کمی ہو گی اور زمین اور قدرتی وسائل میں بہتری آئے گی۔

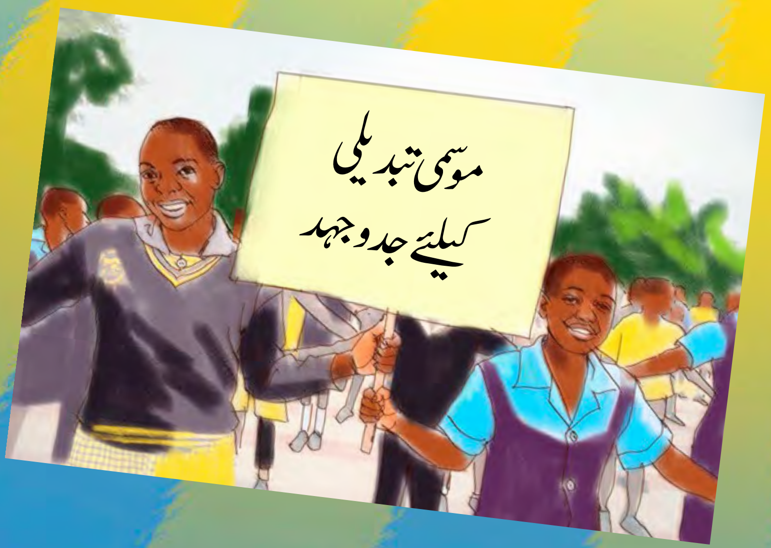

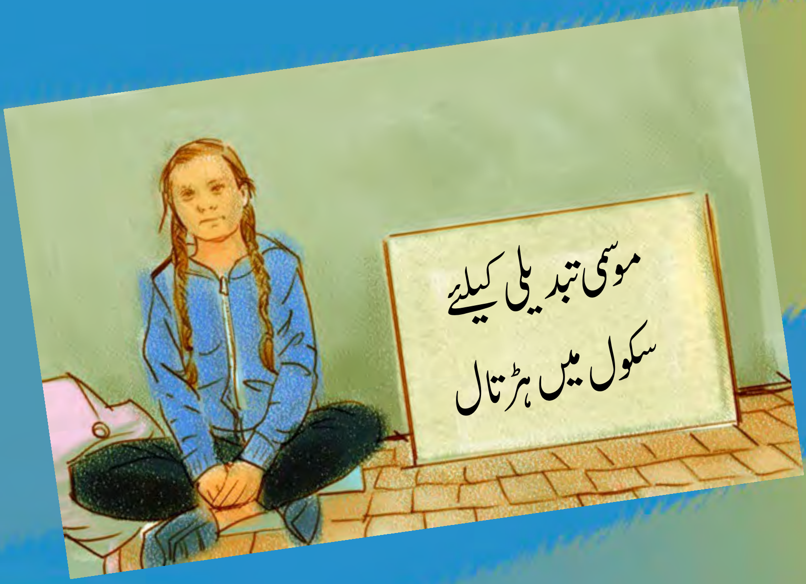

مستحکم زندگی

ہرایک کوشش کرنی چاہئے کہ وہ مستحکم زندگی گزارے۔لیکن یہ سب امیر مما لک کی طرف سے بڑھتا ہوا کچرا ہے جو کہ بہت عرصے سے اس ماحولیاتی تبدیلی پراثر انداز ہورہا ہے۔امیر مما لک کو چاہئے کہ وہ غریب مما لک کی مدد کریں جہاں پر بچے اس ماحولیاتی تبدیلی کی وجہ سے متاثر ہورہے ہیں۔

آب وہوا

ماحول کونقصان پہنچانے کی بڑی وجہ امیرلوگوں کا اپنی زندگی کوآرام دہ بنانے کیلئے ان وسائل کا استعمال ہے جس کی وجہ سے تباہ کن نتائج سامنے آتے ہیں۔ہمیں اب آب و ہوا کو بدلنے کیلئے آسان طریقے اپنانا ہوں گے جس کی وجہ سے ہرانسان زمین پر ایک اچھی زندگی گزار سکے۔امیر مما لک پر یہ بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ترقی کیلئے آگے بڑھیں اورتعاون کریں۔

بچے عمل کا مطالبہ کرتے ہیں

آج، پوری دنیا سے بچے اپنے حقوق اور آنے والی نسل کیلئے جدوجہد کررہے ہیں کہ جہاں پرلوگ ایک صحت مند ماحول میں رہ سکیں۔بچے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ بالغ اور فیصلہ کرنے والے سائنس کو سمجھیں اور ہرممکن کوشش کریں کہ کس طرح اس ماحولیاتی تبدیلی پرقابو پایا جاسکتا ہےاورایک پائیدار معاشرے کوتعمیر کیا جاسکتا ہے۔

ایڈم سکول، ڈی آر کونگو سے ایستھر 16 سال، نے ایک بورڈ پکڑا ہوا ہے ''عدم مساوات کا خاتمہ ہونا چاہئے'' اور ایک صحافی کو جواب دیتا ہے: ''بچوں کو گھروں اور سکول میں معیاری تعلیم ملنی چاہئے۔''

OBEIDAS SHAMWAMI PRINCE/WCPF

آپ کی آواز کو سنا جانا چاہئے!

کیا آپ اور آپ کے دوست پسند کریں گے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر علم اور عالمی مسائل کا تبادلہ خیال کریں؟ میڈیا کے ذریعے آپ کی آواز کو سنا جائے۔ آگاہی کے ذریعے ان پر دباؤ ڈالا جائے جو اس وقت بااختیار ہیں، اور انہیں بچوں کے متعلق سوچنے پر مجبور کیا جائے جب وہ کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔

ہر سال **10** لاکھ بچے عالمی ووٹ میں حصہ لیتے ہیں، پوری دنیا میں بچے اپنے طور پر خود ہی بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے دن پریس کانفرنس کا انعقاد کرتے ہیں۔ وہ بچوں کے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان امیدواروں کے بارے میں بتاتے ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے ہوتے ہیں اور بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام کے استقبالیہ بھی ہوتے ہیں، اور کون سے دو امیدوار بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کا اعزازی ایوارڈ لیتے ہیں۔ اس پریس کانفرنس میں صرف بچے ہی بولتے ہیں اور صحافی صرف ان کا ہی انٹرویو کرتے ہیں۔ کیا اس میں شامل ہونے کا مزہ آتا ہے؟

یہ جو آپ کو کرنا چاہئے:

اپنے ملک میں موجود بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام سے رابطہ کریں کہ آپ بچوں کی پریس کانفرنس کا انعقاد کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کے علاقہ میں بہت سے سکول ہیں؟ آپ مل کر ایک

پریس کانفرنس کا انعقاد کریں جس میں ہر سکول کا ایک نمائندہ شامل ہو۔

(معلومات برائے رابطہ صفحہ نمبر **31** پر)

اچھی جگہ

پریس کانفرنس کیلئے اگر ممکن ہو سکے تو اپنے علاقے کی سب سے اہم عمارت کا انتخاب کریں تا کہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کے بچوں کے حقوق کتنے اہم ہیں! اپنے سکول میں بھی اس کا انعقاد کرنا اچھا ہے۔ **2020** میں ہونے والی کانفرنس کی حتمی تاریخ اپریل کے آخر یا مئی کے شروع میں ہوگی جو کہ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی ویب سائٹ پر مل جائے گی۔

میڈیا کو دعوت دینا

میڈیا کے ساتھ رابطہ کرنے کیلئے کافی وقت ہے۔ آپ کو ان سے کچھ بات کرنی چاہئے۔ آپ اخبارات کے افسران اور صحافیوں کو کال کریں، ای میل اور ان کو پیغام بھیجیں۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے بالغ لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ بچوں کے حقوق کتنے اہم ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ آپ سب کو بتا سکیں۔

تیاری

آپ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں وہ سب لکھیں اور اس کی تیاری کریں اور آپ کے علاقہ میں اور ملک میں بچوں کی زندگی کس طرح کی ہے۔

پریس کانفرنس کا انعقاد کریں

1۔ کارکردگی سے آغاز کریں، اور یہ بات بھی سب بچوں کو پوری دنیا میں بتائیں کہ ہر جگہ ایک ہی وقت میں یہ کانفرنس منعقد ہو۔

2۔ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے متعلق حقائق بیان کریں اور مختصر ویڈیو کلپ بھی دکھائیں

3۔ بیان کریں کے بچوں کی زندگی کس طرح کی ہے اور آپ بچوں کے حقوق کے استحصال کے متعلق کیا جانتے ہیں جو آپ کے علاقہ یا ملک میں ہو رہے ہیں۔ آپ جو تبدیلی چاہتے ہیں اس کے متعلق بات کریں اور آپ کے مطالبات کیا ہیں۔

4۔ بچوں کے حقوق کے سفیروں کی زبردست کوششوں کا ذکر کریں اور عالمی ووٹ کے نتائج کا بھی اعلان کریں۔

5۔ بچوں کے حقوق کے کاغذات اور پریس ریلیز سب کو دیں۔

آپ یہ سب اس ویب سائٹ پر **worldschildrenprize.org/wcpc** دیکھ سکتے ہیں۔

* **2019** کی پریس کانفرنس کی حتمی تاریخ
* پریس ریلیز، بچوں کے حقوق کی شیٹ اور تحریری خاکہ
* کس طرح صحافیوں کو دعوت دی جائے اور سیاستدانوں سے کیسے سوالات کئے جائیں
* بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی فلم، عالمی ووٹ کا دن اور بچوں کے حقوق کے ہیروز
* اخباری تصاویر

سویڈن کی ملکہ سیلویا

نیلسن منڈیلا

ملالہ یوسف زئی

ڈیسمنڈ ٹوٹو

گریشیا مائیکل

ہم بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے سرپرست ہیں۔

ملالہ یوسف زئی اور مرحوم نیلسن منڈیلاہ کو بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کا سرپرست بنایا گیا ہے۔ صرف یہ دونوں امن کے نوبل انعام یافتہ ہیں اکثر میڈیا ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''بچوں کا نوبل انعام''، بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کے لئے ہے۔

کوئی بھی جس نے بچوں کے حقوق کیلئے کوئی کام کیا ہے اور بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کا اعزازی انعام حاصل کیا ہے وہ اس کا سرپرست ہوسکتا ہے۔ ملکہ سلویا بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی پہلی سرپرست تھی۔ ملالہ یوسف زئی اور مرحوم نیلسن منڈیلا اور ان کے ساتھ زانا گسماؤ، گریشیا مائیکل، ڈیسمنڈ ٹوٹو اور سویڈن کے وزیر اعظم بھی بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے سرپرست ہیں۔

اگر آپ کچھ غلط ہوتا ہوا دیکھیں تو سیٹی بجانے والے بنے

تمام بالغ افراد جو آپ کی مدد کرتے ہیں اور دوسرے بچے جو بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کا انتظام کرتے ہیں سب کو بچوں کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔ جب آپ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام پر کام کر رہے ہوں اور آپ دیکھیں کہ کسی ایک بچے کے ساتھ غلط سلوک ہو رہا ہے اور آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی غلط سلوک ہو رہا ہے تو آپ کو کچھ کہنا چاہیے۔ ایسے لوگ جو اس کی رپورٹ دیتے ہیں جو غلط ہو رہا ہوتا ہے ان کو سیٹی بجانے والا کہتے ہیں۔

آپ کو ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ آپ کسی بالغ سے پہلے بات کریں جس پر آپ کو مکمل اعتماد ہو خواہ آپ کے سکول میں ہو یا جہاں آپ رہتے ہیں۔ اگر ایسا ممکن نہیں ہے، تو پھر آپ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام سے رابطہ کریں۔ کچھ ایسی مثالیں ہیں جو کہ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے دوران نہیں ہونی چاہئیں اگر ایک بالغ، ایک استاد، ہیڈ ماسٹر یا کوئی اور انسان بچے کے ساتھ کرے:

* تشدد اور جنسی تشدد
* غنڈہ گردی، بچوں کے خلاف تقریر اور کسی اور طرح کا نفسیاتی تشدد
* بچے کی ذاتی زندگی کی خلاف ورزی (مثلاً کہ اگر کوئی آپ کی تصاویر لے کر آپ کی ذاتی معلومات کے ساتھ چھاپ دے حالانکہ آپ ایسا نہیں چاہتے یا آپ نے ان کو ایسا نہ کہا ہو)

اگر آپ جس کی رپورٹ کر رہے ہیں اس کا بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو آپ کو کسی بالغ کے ساتھ رابطہ کرنا چاہیے جس پر آپ کو اعتماد ہے۔ اگر آپ کو یا کسی اور کو جلدی مدد کی ضرورت ہے تو آپ کو پولیس سے رابطہ کرنا چاہیے

گلوب مفت ہے!

گلوب ایک مفت تربیتی رسالہ ہے جس کی مدد سے آپ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اگر آپ کسی کو پیسے کمانے کی غرض سے گلوب یا بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے متعلق کوئی چیز فروخت کرتے ہوئے دیکھیں تو اس کو روکیں کیونکہ یہ غلط ہے اور ہمیں بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کو آگاہ کریں یا کسی ایسے بالغ سے کہیں جس پر آپ کو اعتماد ہو اور وہ ہم سے رابطہ کرے۔

رپورٹ کس طرح کی جائے

جب بھی بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے متعلق کچھ غلط ہوتا دیکھیں تو سب سے محفوظ طریقہ رپورٹ کرنے کا یہ ہے کہ آپ اس ویب سائٹ
worldschildrenprize.org/whistle
سے سیٹی بجانے والا فارم حاصل کریں اس طرح آپ کی رپورٹ بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے ذمہ دار شخص کے پاس پہنچ جائے گی جو کہ رازداری کے ساتھ آپ کے مسئلے کا حل نکالے گا۔

شہزادی صوفیہ جو کہ بچوں کی جیوری کی ممبر ہے، پیکستن اور دوسرے موسیقار جو جنوبی افریقہ سے ہیں، جاز یارڈ اکیڈمی اور افریقن سن شائن اور لیلا اکیڈ مین سٹیج پر آخری گانا گاتے ہوئے۔ ''ایک دوست کا لفظ''

بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی تقریب

ہر سال بچوں کی جیوری بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام تقریب کا اہتمام گرپس ہولم کیسل میری فرِیڈ، سویڈن میں کرتی ہے۔ بچوں کے حقوق کے ہیروز کو اعزاز کے ساتھ پیسوں کی صورت میں انعام دیا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے بچوں کے حقوق کیلئے بہت کام کیا ہوتا ہے۔ شہزادی صوفیہ بچوں کی جیوری کے باقی ممبران کے ساتھ مل کر یہ انعامات تقسیم کرتی ہے۔

لاکھوں کی تعداد میں بچوں نے ووٹ دے کر انڈیا سے آشوک دیال چند کو بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کے ہیرو کے لئے چنا جو کہ اپنا انعام وصول کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ دیویا **16** سال کھڑی ہے جو کہ پڑھی لکھی ہے اور خود مختار ہے جس نے کم عمری کی شادی سے انکار کیا تھا۔

گائلینڈی میانڈو، ہیٹی سے بچوں کے حقوق کا اعزازی انعام وصول کرتے ہوئے۔ اس کے ساتھ گورلائن **15** سال ہے جو کہ ایک گھریلو غلام تھی اس کی اس نے مدد کی تھی۔

سپیس نہانزا، برونڈی بھی بچوں کے حقوق کا اعزازی انعام وصول کرتے ہوئے۔ اس کے ساتھ فلورین **17** سال ہے خطرناک زندگی گزارنے والے بچوں میں سے ایک ہے جس کی سپیس نے مدد کی کہ وہ تعلیم حاصل کر سکے۔

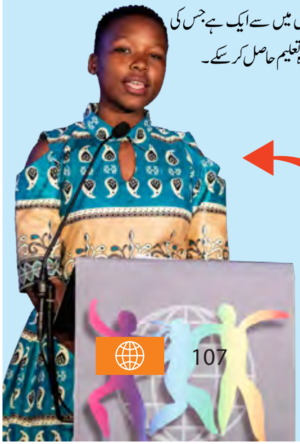

کم **14** سال زمبابوے، جو کہ بچوں کے انعام کے پروگرام اور بچوں کے حقوق کی سفیر بھی ہے اور بچوں کی جیوری کی ممبر بھی ہے۔ وہ اس تقریب کو لے کر چل رہی ہے۔

FOTO: KIM NAYLOR & CHRISTINE OLSSON/WCPF

امن کے پارک میں

دنیا میں سب سے لمبا

زرافہ زمین پر پایا جانے والا سب سے لمبا جانور ہے۔ یہ 4 سے 6 میٹر تک لمبا ہو سکتا ہے اور اس کی زیادہ زندگی کھڑے ہو کر ہی گزرتی ہے۔ زرافہ کھڑے کھڑے ہی کچھ دیر سو جاتا ہے۔ یہ کھڑے ہوئے ہی بچہ پیدا کرتا ہے۔ بالکل انسانی انگلیوں کے نشان کی طرح دو زرافوں کی مشابہت ایک جیسی ہوتی ہے۔ دوسرے جانور اکثر زرافہ کے ساتھ رہتے ہیں، ان کیلئے وہ پہلے سے جان لینے والا نظام ہے۔ ان کی لمبی گردن اور دور تک بہترین دیکھنے کے کام آتی ہے اس کو شیر یا کسی بھی خطرناک جانور کا دور سے پہلے ہی پتا چل جاتا ہے۔ جب زرافہ پہلے دوڑنا شروع کرتا ہے تو باقی اس کے پیچھے بھاگتے ہیں۔

خطرات کے درمیان

ایک اندازے کے مطابق **111,000** زرافے اس وقت افریقہ کے جزیرے میں ہیں۔ پچھلے **15** سالوں میں تقریباً ان کی تعداد میں **30** فیصد کمی آئی ہے، اور یہ **7** افریقن ممالک سے بالکل غائب ہو گئے ہیں۔ گریٹ لمپوپو ٹرانسفرنٹیئر پارک میں تقریباً **4500** زرافے ہیں، ان میں سے **446** گونریز ہو پارک زمبابوے میں ہیں اور **25** کے قریب لمپوپو پارک موزیمبیک میں ہیں۔

شکاری ان کے گوشت کیلئے ان کا شکار کرتے ہیں اور ان کی ہڈیاں اور بال چھپا دیتے ہیں۔ زرافے کو ان کے ہڈیوں کے گودے کیلئے مارا جاتا ہے کیونکہ کچھ افریقن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ایڈز کا علاج ممکن ہے۔ دوسرے ممالک میں زرافے کو ان کی دم کیلئے مار دیا جاتا ہے، اس کو یہ اپنی کامیابی کا نشان سمجھتے ہیں۔

عمل کرنا

بہت سی تنظیموں نے اس بات کی یقین دہانی کروائی ہے کہ وہ زرافہ کو بچانے کیلئے جدوجہد کریں گی۔ ان کا مقصد ہے کہ:

*معاشرے کو اس بات کی اہمیت دلائیں گے کہ زرافہ ماحول کیلئے کتنا اہم ہے۔ معاشرے کے لئے زرافہ کا زندہ ہونا بہت فائدہ مند ہے۔

*چھوٹے علاقوں میں فصلوں کی کاشت کاری سے زرافہ صحت مند رہے گا۔

*زرافہ کی کمی کی وجہ جنگلات کی کٹائی اور کھانا نہ ہونا ہے۔

پر امن اور تبدیلی ساز نسل منصوبہ ان **1** لاکھ بچوں کیلئے ہے جو کہ لمپوپو کے چھوٹے سے علاقہ میں رہ رہے ہیں لیکن یقیناً سب بچوں کو اس میں حصہ لینے کی دعوت ہے۔ یہاں ہم اس علاقہ کو گریٹ لمپوپو ٹرانسفرنٹیئر پارک کہتے ہیں جو کہ ان **18** پر امن پارکس میں سے ایک ہے جو بارڈر پر موجود ممالک جنوبی افریقہ کے ساتھ مل کر بنایا گیا تھا۔ جو بچے اس پر امن اور تبدیلی ساز نسل کے منصوبہ میں حصہ لے رہے ہیں وہ زمبابوے کے نیشنل پارک کے پاس سکول اور لمپوپو موزیمبیک میں جاتے ہیں۔ دونوں ہی گریٹ لمپوپو ٹرانسفرنٹیئر پارک میں ہیں۔ ان بچوں کے ساتھ مل کر جو سکول نہیں جاتے ہیں، تقریباً ہزاروں بچوں کو دونوں ممالک میں تربیت دے کر امن اور تبدیلی ساز نسل کے سفیر بنا کر اساتذہ اور بچوں کے انعام کے پروگرام اور امن اور تبدیلی ساز نسل کے ساتھ مل کر اپنے سکول میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اساتذہ، والدین کے نمائندے اور مقامی رہنماؤں کو بھی تربیت دی جاتی ہے خاص طور پر لڑکیوں کے حقوق، عالمی اہداف اور جنگلی حیات کے مسائل پر۔ گونریز ہو اور لمپوپو نیشنل پارک بہت خوبصورت علاقے ہیں، جہاں پر جنگلی حیات بہت زیادہ ہیں اس وجہ سے وہاں کے لوگ بہت خوش بھی ہیں۔ لیکن یہاں پر بچوں کے حقوق کا بہت استحصال ہوتا ہے، خاص طور پر لڑکیوں کے حقوق کا، اور بدقسمتی سے غیر قانونی شکار ہوتے ہیں۔ موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے بہت سے علاقوں میں خشک سالی ہو جاتی ہے۔ ان میں کچھ بچے اپنی زندگی کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

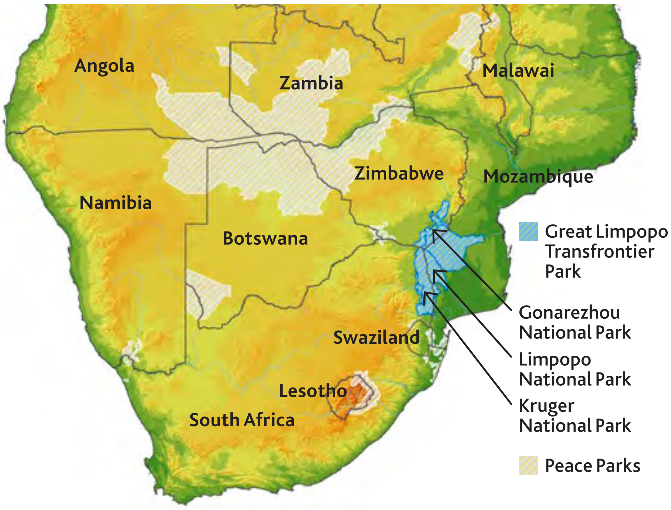

امن اور تبدیلی ساز نسل کی شراکت ان سے ہے

Funded by

The project is implemented in cooperation with

یہ منصوبہ ان کے تعاون سے عمل میں آتا ہے منسٹری آف، زمبابوے اور موزمبیک کے صوبائی اور ڈسٹرکٹ تعلیمی اداروں

www.worldschildrensprize.org
www.peaceparks.org

جانور خطرے سے دوچار ہیں

شکاری گدھوں کو زہر دیتے ہیں

23 طرح کے جانوروں میں سے گدھ اور 14 ایسے جانور ہیں جو کہ خطرات سے دوچار ہیں۔ گریٹ لیمپوپو ٹرانسفرنٹیئر پارک میں گدھ انتہائی خطرات سے دوچار ہے، یہاں پر 9 میں سے ایک گدھ ادھر اڑ رہی ہوتی ہے۔ ماحولیاتی نظام کیلئے گدھ بہت اہم ہے۔ یہ سڑی ہوئی لاشوں کو اٹھا کر بہت اونچائی تک اڑ سکتے ہیں جس کی وجہ سے کافی بیماریوں سے بچاؤ ممکن ہوتا ہے۔ کوئی جانور کا جب شکار کیا جاتا ہے تو یہ گدھ پہلا جانور ہوتا ہے جو ان کو پکڑتا ہے۔ رینجرز کو پتا لگے بغیر شکاری شکار کیا جانور زراعت میں استعمال ہونے والی ادویات کیلئے دے دیتے ہیں اس میں گدھ بھی شامل ہوتے ہیں۔ زیادہ گدھو کے مرنے کی یہی وجہ ہوتی ہے۔

جنگلی کتے خطرات میں

افریقن جنگلی کتے بہت ذہین ہوتے ہیں یہ گروپ کی شکل میں رہتے ہیں اور یہ گوشت خور ہوتے ہیں جنگلی کتے سب سے بہترین شکاری ہوتے ہیں، جو کہ شکار کے دوران ٹیم کیساتھ پوری طرح تعاون کرتے ہیں۔ جنگلی کتوں کو دکھائی دینے والا رویہ بڑا مددگار ہوتا ہے۔ یہ مل کر شکار کرتے ہیں، بے شک شکار کے دوران وہ سب شکار نہ کریں لیکن وہ سب ساتھ ہوتے ہیں، اور نسل بڑھانے والے بڑے کتے اپنی خوراک کو روک کر اپنے ساتھ گروپ میں چھوٹے کتوں کو خوراک دیتے ہیں کہ وہ بڑے ہو سکیں۔ جب ایک کتا بیمار، زخمی یا بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کو شکار کرنے سے روک دیا جاتا ہے، پورا گروپ پھر اس کی دیکھ بھال اور کھانے کا انتظام کرتا ہے۔ جنگلی کتا پوری دنیا میں سب سے زیادہ خطرات میں رہنے والا ہوتا ہے۔ افریقن جنگلی کتوں کی تعداد تقریباً 500,000 ہے اور آج جوان کتوں کی تعداد صرف 3000 سے 5000 تک ہے۔ گریٹ لیمپوپو ٹرانسفرنٹیئر پارک میں اندازے کے مطابق کروگر پارک جنوبی افریقہ میں 450 جنگلی کتے ہیں اور 220 گونریزہو پارک زمبابوے میں ہیں۔ اور لیمپوپو پارک موزمبیک میں کافی تعداد میں ہیں۔ جنگلی کتوں میں حیران کن کمی انسانی ظلم و ستم کی وجہ سے آئی ہے۔ بیمار اور شکار کے علاقوں میں کمی بھی اس کا باعث ہے۔

9 میں سے 1 شیر رہ گیا ہے

سوسال پہلے تک 200,000 شیر افریقہ کے میدانی علاقے میں گھومتے تھے۔ آج کے دور میں اب صرف 23,000 شیر ہیں یعنی کہ 9 میں سے صرف ایک شیر رہ گیا ہے۔ شیر انسان کی نسبت 6 گنا بہتر رات کے اندھیرے میں دیکھ سکتا ہے، اور وہ 1.5 کلومیٹر دور سے آواز کو سن سکتا ہے۔ بہت سے شکاری جو کہ چھوٹے اور ساتھ ساتھ بڑے جانور زرافہ، ہپو کا شکار کرتے ہیں، شیر ان کے ماحولیاتی نظام میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ شیروں کے بغیر زیادہ آبادی بڑھنے کا خطرہ ہوتا ہے بڑے شکار کرنے والوں کی وجہ سے چھوٹے جانور کم ہو رہے ہیں۔ شیر بڑے پانچ جانوروں میں سے ایک ہے، جو کہ ہزاروں سیاحوں کو اپنی طرف مائل کرتا ہے اور ان کو افریقہ میں نوکری کے مواقع ملتے ہیں۔

خطرات کے درمیان

گریٹ لیمپوپو ٹرانسفرنٹیئر پارک میں اور کروگر پارک جنوبی افریقہ میں 1600 شیر گھومتے ہیں، ان میں سے 66 لیمپوپو پارک موزمبیک، اور تقریباً 30 سے کم شیر گونریزہو پارک زمبابوے میں ہیں۔ شیروں کی کم ہوتی ہوئی تعداد جو انسانوں کی نسبت چوتھا حصہ ہے اور ان کے کھانے کے وسائل ختم ہو رہے ہیں جس وجہ سے وہ دوبارہ مویشیوں کا شکار کر رہے ہیں۔ اکثر اس کے نتیجے میں شیروں کو اپنے بچاؤ کے لئے مار دیا جاتا ہے۔ غیر قانونی شکاری کی وجہ سے ان کے کھانے کے وسائل کم ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر زراعت میں استعمال ہونے والی ادویات کے ذریعے شیروں کا مارا جا رہا ہے اور شیروں کا غیر قانونی شکار اس لئے بھی کیا جاتا ہے کہ اس کے اعضاء مثلاً (ہڈیاں، دانت، پنجے، جبڑے اور جلد) بہت زیادہ تعداد میں ایشیا بھیجی جاتی ہیں اور خود بھی استعمال میں لائی جاتی ہیں۔ ٹرافی کو جیتنے کیلئے شیر کا شکار بھی ان کی کمی کا باعث بنتا ہے۔ لیمپوپو پارک میں ایک اس غیر قانونی کام کو روکنے اور جنگل کے بادشاہ شیر کو بچانے کیلئے ایک ٹیم کی تشکیل دی ہے۔ وہ ان علاقوں میں جاتے ہیں جہاں پر شیر رہتے ہیں اور وہاں پر شکاریوں کو روکتے ہیں۔ دوسری طرف ان کی نظر جنگلی حیات اور انسانی تنازعات پر ہے، جہاں پر وہ شکاریوں کو معاوضہ دے کر مناسب باڑ لگواتے ہیں ہے مویشیوں کے خاتمے سے بچا جا سکے، اور شکاریوں میں دوبارہ تبدیلی لائی جا سکے جہاں پر انسانی آبادی کے لئے جگہ کم ہے۔

تیز تر ۔۔۔

7 کروڑ حشرات کھاتا ہے!

پینگولین کی 8 میں سے 4 اقسام افریقہ میں رہتی ہیں ۔ پینگولین کی اہم خوراک کیڑے مکوڑے اور دیمک ہوتی ہے جو یہ اپنی لمبی زبان کی وجہ سے کھاتے ہیں اور جب یہ زبان لمبی ہوتی ہے تو پینگولین سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔حشرات کو کھانے سے یہ کم ہو جاتے ہیں جو کہ ماحولیاتی نظام کیلئے بہتر ہے ۔ دیمک پر قابو۔ ایک بالغ پینگولین ایک سال میں 7 کروڑ کیڑے مکوڑے کھالیتا ہے۔

عالمی سطح پر پینگولین کی تجارت پر پابندی ہے، حالانکہ دنیا میں سب سے زیادہ سمگل کرنے والا جانور پینگولین ہے۔ان کا زیادہ تر شکار گوشت اور ان کی جلد کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ان کی جلد کو ایشیا میں ثقافتی دوائیوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ان کے گوشت کو ایشیا کے کئی حصوں میں کھانے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے،اوراس کی جلد اور دوسرے جسم کے حصوں کو فیشن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔گینڈے کے سینگ کی بھی ایشیا میں بہت مانگ ہے کیونکہ وہاں پر پینگولین کی تعداد میں کمی ہو رہی ہے۔

سب سے بڑا

افریقہ کی جھاڑیوں میں رہنے والا ہاتھی زمین پر رہنے والے جانوروں میں سب سے بڑا ہے یہ 12 فٹ لمبا ہے اوراس کا وزن 14,000 پاؤنڈ ہے۔تمام افریقن ہاتھی اور ہتھنی، اپنے سردار کے پیچھے ہوتے ہیں، ہاتھی، ہتھنی اور بچوں کے حوالے سے بڑے منظم ہوتے ہیں۔ایک ہتھنی کا بچہ تقریباً 4 سے 5 سال میں پیدا ہوتا ہے 22 مہینے حاملہ رہنے کے بعد اور یہ کسی بھی مادہ جانور کا سب سے زیادہ عرصہ ہے۔

ایک اہم کردار

ہاتھی جانوروں میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں ان کا اپنے ماحول کے اردگرد بڑا اہم اثر ہوتا ہے۔ یہ دن کے 12 گھنٹے کھانے میں گزارتے ہیں ۔ اس کے نتیجے میں یہ ماحول پر بہت اثر انداز ہوتے ہیں اور اکثر ان کے انسانوں کے ساتھ تنازعات بھی ہوتے ہیں۔ ہاتھی ماحولیاتی نظام میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسے کہ یہ جنگل میں چلتے ہیں اور جب یہ گھاس پر اپنے پاؤں رکھتے ہیں تو یہ چھوٹے جانوروں کیلئے راستہ بناتے ہیں کہ وہ بھی زندہ رہ سکیں۔ ہاتھی دوسرے جانوروں کو پانی بھی مہیا کرتے ہیں۔ یہ اپنے پاؤں ،سونڈ اور بڑے دانتوں سے زمین میں سوراخ کرتے ہیں ، یہ ہاتھی پانی کے سوراخ بناتے ہیں جہاں پر پانی جمع ہوتا ہے اور دوسرے جانور وہاں سے پانی پیتے ہیں۔ ہاتھی سیاحوں کیلئے بھی بہت کشش کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ اس سے بہت ساری نوکریوں کا بندوبست ہوتا ہے۔ ہاتھیوں کے ختم ہونے سے بڑے پانچ جانوروں کے تباہ ہونے کی وجہ سے قدرتی وسائل کے تباہ ہونے کا خطرہ ہے۔

خطرات کے درمیان

پچھلی ایک صدی کے دوران ہاتھیوں کی تعداد میں تقریباً 62 فیصد کمی آئی ہے۔افریقہ میں اس وقت 350,000 ہاتھی باقی رہ گئے ہیں۔تقریباً 29,500 ہاتھی گریٹ لیمپوپوٹرانسفرنٹیئر پارک کی طرف چلے گئے ہیں۔ 11,000 ہاتھی گونریزہو پارک زمبابوے میں ہیں۔ اس دوران لیمپوپو پارک موزمبیک میں 1500 ہاتھی باقی بچے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق 100 افریقن ہاتھی روز شکار ہوتے ہیں تاکہ شکاری اسکے دانت ،گوشت اور اس کے جسم کے حصوں کو حاصل کر سکیں۔ اس طرح ہاتھی اپنی زندگی ختم کر رہے ہیں اور ان کے دانت ایشیا اور زیادہ تر چائنہ میں کھدے ہوئے زیورات بنانے میں استعمال کئے جاتے ہیں ۔ ہاتھیوں کو شکار کے مقابلہ میں مارا جاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں انسانی اور جنگلی حیات میں تنازعات ہوتے ہیں۔

کاروائی کرنا

پوری دنیا میں ہاتھیوں کو بچانے کیلئے ، عالمی سطح پر ہاتھیوں کے دانتوں کی تجارت پر پابندی لگائی گئی ہے۔ اس کے باوجود ہاتھیوں کا شکار جاری ہے۔ ہاتھیوں کی حفاظت کیلئے کچھ کرنا ضروری ہے جیسا کہ:

*بڑی محفوظ جگہ کو بچانے اور بڑھانے سے جیسا کہ گریٹ لیمپوپوٹرانسفرنٹیئر پارک جو کہ ہاتھیوں کو گھومنے کیلئے بہت سی جگہ مہیا کرتا ہے۔

*معاشرے کو یہ بتانا کہ اپنے آپ اور اپنی فصلوں کو جنگلی حیات سے محفوظ رکھنا۔

*ایسے معاشرے کے ساتھ مل کر کام کرنا جو کہ پارک کے ساتھ رہتے ہیں اور غیر قانونی شکار کو ختم کرنا۔

*ایسے ممالک کو معلومات فراہم کرنا جو غیر قانونی طور پر ہاتھی کے دانت خریدتے ہیں۔

دنیا میں سب سے تیز!

چیتا نہ صرف پورے گریٹ لیمپوپوٹرانسفرنٹیئر پارک میں تیز ترین جانور ہے، اور پوری زمین پر پایا جانے والا سب سے تیز ترین جانور ہے۔ اس کی رفتار 120 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے (یعنی 75 میل فی گھنٹہ)

اپنے خوابوں کی طرف بھاگنا

بٹیتی نزدگونریز ہو پارک زمبابوے، ایمکیلو 15 سال کہتی ہے کہ ”میرا خواب ہے کہ میں فطرت اور جانوروں کے تحفظ کیلئے کام کروں، ایک فوجی بن کر یا کسی کمپنی میں اکاؤنٹنٹ بن کر جو کہ جانوروں کو بچانے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں اور میں اپنی سائیکل کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ جس کی وجہ سے میرا یہ خواب حقیقت بنا۔

جب سے چیلو جو کلب ہمارے سکول میں آیا ہے میں خواب دیکھتی تھی کہ میں فطرت اور جنگلی جانوروں کے ساتھ کام کروں گی۔ کلب میں سبق کے دوران ہم سیکھتے ہیں کہ کس طرح ہم جانوروں کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اور کس طرح ہر چیز قدرتی ماحول کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ ہم نے غیر قانونی شکار کے متعلق بھی بہت کچھ سیکھا ہے۔ غیر قانونی شکار، بہت بری چیز ہے، لیکن میرے خیال میں یہ پانچ باتیں بہت اہم ہیں:

1۔ غیر قانونی شکار ہمارے جنگلات کو تباہ کر رہا ہے۔ بہت سے شکاری جانوروں کو آسانی سے پکڑنے کیلئے جنگل میں آگ لگا دیتے ہیں۔

2۔ غیر قانونی شکار ہمارے سب سے اہم قدرتی وسائل کو تباہ کر رہا ہے جیسا کہ جنگلی جانور۔

3۔ جانوروں کے بغیر ہم اپنے گاؤں اور پورے ملک میں سیاحوں اور نوکریوں کو ختم کر رہے ہیں۔

4۔ بہت سے لوگ صرف فوجیوں اور شکاریوں کے تنازعات کی وجہ سے مر رہے ہیں۔

5۔ باضابطہ طور پر کیا جانے والا جرم جیسا کہ ہاتھی دانت کی غیر قانونی تجارت اور دوسرے جانوروں کی جلد کا مطلب ہم اپنے ملک کی معیشت کو کھو رہے ہیں جس کی وجہ سے زمبابوے غریب ہو رہا ہے۔

سکول بہت ضروری ہے

میرا خواب ہے کہ جو لوگ پارک کے پاس گاؤں میں رہتے ہیں ان کو بتا سکوں کہ ہم امن سے اور مل کر ان جانوروں کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ میرا شوق ہے کہ میں ایک فوجی یا کسی کمپنی میں اکاؤنٹنٹ بن کر جانوروں کی حفاظت کیلئے جدوجہد کروں۔

اکٹھے ہیں تو محفوظ ہیں

ایمکیلو اور اس کی کزن ایبگرل روزانہ سائیکل پر اپنے الفامپیا ہائی سکول جاتی ہیں۔ ایمکیلو کہتی ہے کہ ”ہم دونوں مل کر جاتیں ہیں اس طرح محفوظ لگتا ہے، کیونکہ ہم لڑکیوں کیلئے گھر سے باہر اکیلا نکلنا محفوظ نہیں ہوتا ہے۔“

چیلو جو کلب

چیلو جو کلب گونریز ہو تحفظ اعتماد اور گاؤں کے نزدیک سکول کے ساتھ تعاون سے بنا ہے۔ اس کلب کے مقاصد یہ ہیں:

* سکول اور گاؤں میں بچوں کو جانوروں اور فطرت کے تحفظ کے متعلق سکھانا ہے۔
* نیشنل پارک میں طلبا کے ساتھ سیر کے دوران سے بات کرنا تا کہ وہ حقیقت میں ان جانوروں کے متعلق تجربات حاصل کر سکیں۔
* طلباء کو پارک میں 4 دنوں کے تفریح دورے میں جہاں کیمپ لگا کر بات کی جاتی ہے، جہاں پر وہ جانوروں، قدرتی ماحول، غیر قانونی شکار اور جانوروں کی حفاظت کے متعلق کام کو بہتر طور پر سیکھتے ہیں۔
* گاؤں میں لائبریریوں کا شروع کرنا جو کہ پارک کے بالکل نزدیک ہوں۔

صبح جلدی اٹھنا

ایمکیلو کہتی ہے کہ ”سائیکل پکڑنے سے پہلے میں صبح 3 بجے اٹھتی ہوں اس طرح سکول جانے سے پہلے میرے پاس گھر کا کام کرنے کیلئے کافی وقت ہوتا ہے۔“

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

دونوں نوکریوں کیلئے ضروری ہے کہ آپ کے پاس اچھی تعلیم ہونی چاہئے ، اس لئے سکول میرے لئے بہت اہم ہے۔ میں بہت شکرگزار ہوں کہ میں سکول جانے کے قابل ہوا۔ بدقسمتی سے بہت سی لڑکیاں ایسی ہیں جن سے زبردستی سکول چھڑوا لیا جاتا ہے اوران کو کوئی بھی شعبہ اختیار کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ میں اس کیلئے کوشش کررہی ہوں۔ بہت سی لڑکیوں کو غربت اور تعصب پسندی کی وجہ سے زبردستی سکول چھوڑنا پڑتا ہے۔ اگر ایک غریب خاندان میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو ہمیشہ بیٹے کو ہی سکول جانے کا موقع ملے گا۔ گھر والے سوچتے ہیں کہ اگر بیٹا پڑھ جائے گا تو اس کو اچھی نوکری مل جائے گی اور پیسے کما سکے گا جو گھر والے بھی استعمال کرسکیں گے۔ وہ سوچتے ہیں کہ لڑکیوں کا سکول جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کیونکہ اسکی تو شادی ہوجانی ہے اور وہ دوسرے گھر چلی جائے گی۔ وہ اپنے گھر والوں کیلئے پیسے نہیں کما سکے گی لیکن گھر والوں کیلئے یہی ہے کہ بس اس کی شادی ہوجائے۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں میری عمر کی لڑکیوں کیلئے کہ وہ کم عمری کی شادی کا شکار ہیں اور زبردستی ان سے سکول چھڑوا لیا جاتا ہے۔

لڑکیوں کے خلاف جرم

بہت سی لڑکیوں میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ جب وہ آٹھویں تک پہنچیں اور اپنی تعلیم کو جاری رکھ سکیں، کیونکہ سکول جانا ان کے لئے بہت خطرناک ہوتا ہے۔ سکول گاؤں سے بہت دور ہے ،اور لڑکے اور مردوں کو موقع ملتا ہے کہ وہ سکول جاتے ہوئے ان کو جنسی طور پر ہراساں کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بہت ہی خوفناک بات ہے۔

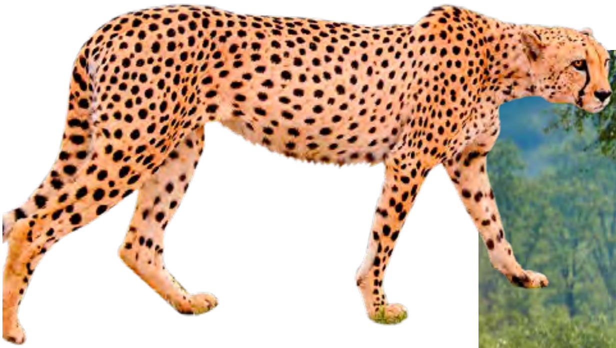

بڑے پانچ جانور

ایمکیلو کہتی ہے کہ" چیلو جو کلب ہمیں پانچ بڑے جانوروں کے متعلق سکھا تا ہے جو اس خطے میں رہتے ہیں ہاتھی، بھینسیں، گینڈے، شیر اور چیتے۔ لیکن میرا پسندیدہ جانور واٹر بک ہے۔ یہ بہت تیز اور اکثر شکاری جب شکار کرتے ہیں تو یہ تیزی سے دور چلے جاتے ہیں۔" بڑے پانچ جانوروں کا نام ایک کھیل کے نام سے ہے جو بہت پہلے رکھا گیا تھا جس میں پانچ جانور ہوتے ہیں۔ لیکن اب یہ نام جو بھی سیاح یہاں افریقہ میں آتا ہے اور زندہ جانوروں کیلئے اس نام کا ہی استعمال کرتا ہے۔

جو لڑکے اور مرد اس طرح کرتے ہیں ان کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دینا چاہئے! میں جب ان باتوں کے متعلق سوچتی ہوں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کے یکساں مواقع ملنے چاہئیں۔ لڑکیوں کو سکول جانے سے روکنے سے ان کے حقوق کا استحصال ہوتا ہے۔ میں بہت خوش قسمت ہوں کہ میں ان طلباء میں سے ہوں جن کو چیلو جو کلب کی طرف سے سائیکل ملی ہے جس کی وجہ سے میں حفاظت کے ساتھ سکول جا سکتی ہوں۔ مجھے سکول جانے کیلئے دو گھنٹے پیدل چلنا پڑتا تھا۔ مجھے گھر صبح 5 بجے نکلنا پڑتا تھا کہ میں سکول وقت پر پہنچ سکوں۔ لیکن اب سائیکل پر سکول جانے میں مجھے صرف 45 منٹ لگتے ہیں! مجھے دھیان لگانے میں اور طاقت ملتی ہے اور اس وجہ سے میرا نتیجہ بھی بہت اچھا ہوا ہے۔ سائیکل پاس ہونے کا مطلب ہے کہ میں گھر جلدی پہنچ جاتی ہوں اور گھر کے کام میں مدد کرتی ہوں اور اپنا سکول کا کام بھی جلدی کر لیتی ہوں۔ جلدی گھر آنا ہم لڑکیوں کے لئے بہت اچھا ہے کیونکہ بعد میں بہت اندھیرا ہو جاتا ہے۔ اندھیرے میں اکیلے گھر آنا محفوظ نہیں ہوتا ہے۔ میں آٹھویں تک تعلیم مکمل کر کے پھر آگے اپنی سائیکل پر جایا کروں گی۔"

بفیلو سائیکل

سائیکلوں کو بفیلو سائیکل کہا جا تا ہے یہ سائیکلز عالمی سائیکل تنظیم کی طرف سے ملتی ہیں، جو کہ چیلو جو کلب اور گونر یز ہو تحفظ اعتماد گونر یز ہو نیشنل پارک کے ساتھ مل کر کرتے ہیں۔

بلیسنگ جلدی شادی سے ڈرتی تھی

بلیسنگ کہتی ہے کہ ''میرے والد گونریز ہو نیشنل پارک میں شکار کیلئے جاتے تھے تو میری سکول کی فیس دیتے تھے۔لیکن اب فوجیوں نے اسکے گرد پہرہ لگا دیا ہے اور یہ سب روک دیا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ اب میں سکول نہیں جاسکوں گی، کیونکہ اب ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔اب مجھے ڈر لگتا ہے کہ میری جلدی شادی ہوجائے گی اور میرا فوجی بننے کا خواب پورا نہیں ہوسکے گا۔''

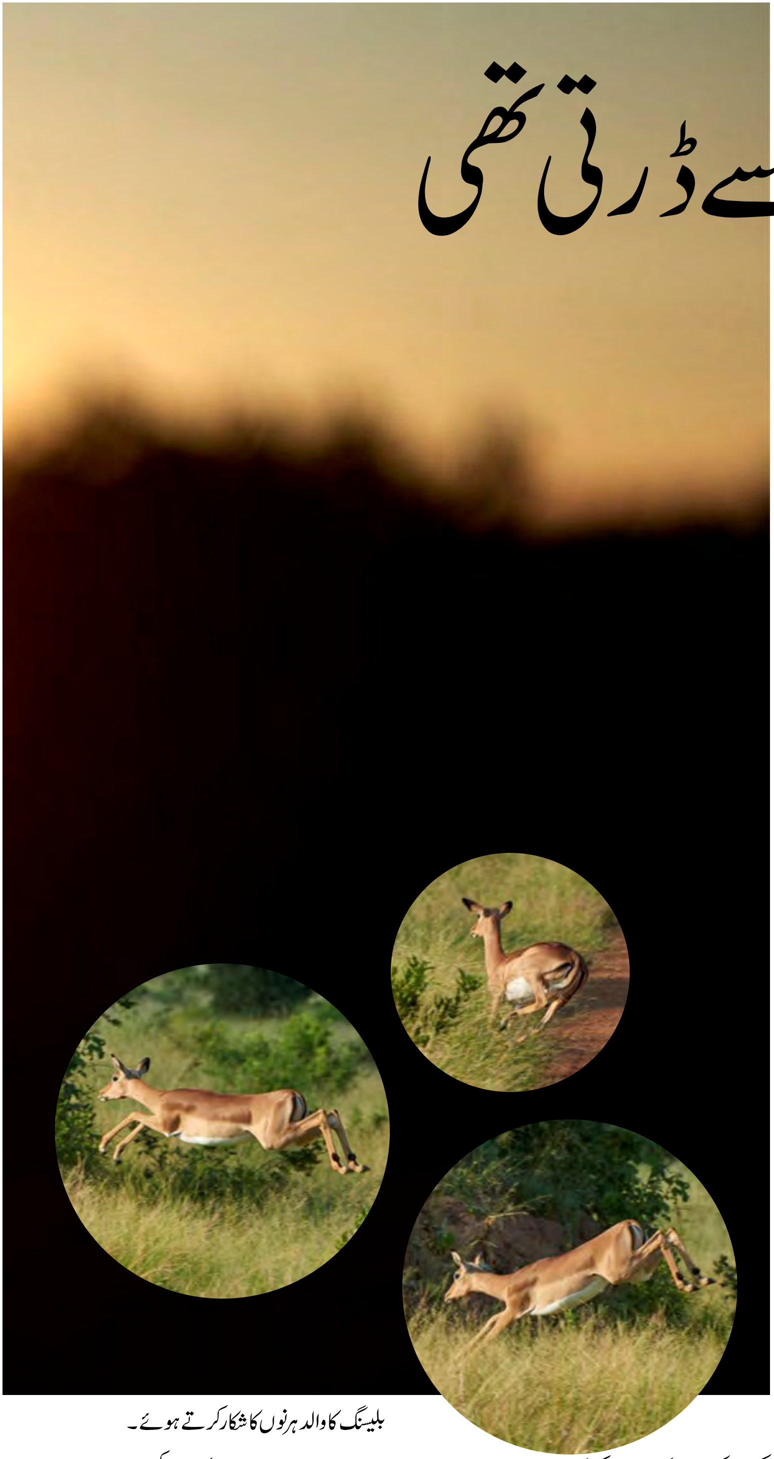

بلیسنگ کا والد ہرنوں کا شکار کرتے ہوئے۔

میرا والد بھینسوں اور ہرنوں کا شکار کر کے ان کا گوشت بیچتا تھا۔میرے ماں باپ ان پیسوں سے میری اور میرے چھوٹے بہن بھائیوں کی سکول کی فیس دیتے تھے۔لیکن اب فوجیوں نے اپنی تعداد اس پارک میں اور زیادہ کردی ہے کہ جانوروں کے شکار کو روکا جائے۔ بہت سے شکاریوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔پچھلے سال میرے والد رہا ہو کر آئے ہیں، کچھ وقت پہلے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا تو اب انہوں نے یہ غیر قانونی شکار بند کردیا ہے۔اور اسی لئے مجھے بھی سکول کو چھوڑنا پڑا ہے۔'' میں اپنے سکول کو بہت یاد کرتی ہوں! اس وقت میری زندگی بہت مختلف تھی۔میں اپنی دوستوں سے ملتی تھی اور چھٹی کے وقت ان کے ساتھ نیٹ بال کھیلتی تھی۔ میں نے سکول میں بہت سی اہم چیزیں سیکھی تھیں۔ میرا پسندیدہ مضمون جس میں، میں نے ماحول اور معاشرے کے متعلق بہت کچھ سیکھا۔ مجھے انگلش اور شنگھانی زبانیں بھی بہت پسند تھیں۔ جب میں سکول جاتی تھی تو مجھے بہت مزہ آتا تھا۔میں بہت خوش اور آزاد محسوس کرتی تھی۔''

کام کے لمبے دن

''اب مجھے صرف کام ہی کرنا پڑتا ہے۔ میں صبح 4 بجے اٹھتی ہوں اور گھر کے صحن کی صفائی کرتی ہوں ۔ پھر میں پانی گرم کرنے کیلئے آگ جلاتی ہوں۔جب تک پانی گرم ہوتا ہے میں رات کے کھانے کے برتن دھوتی ہوں۔پہلے میں اس وقت اپنی سکول کی وردی پہنتی تھی یہ سب کام کرنے کے بعد اور پھر سکول چلی جاتی تھی۔ایک دفعہ جب میں سب کے لئے ناشتہ بنالوں پھر مجھے لکڑیاں اور پانی لینے جانا ہوتا ہے اور گھر والوں کے کپڑے دھونے ہوتے ہیں۔ ہمارے گھر میں ہم 9 افراد ہیں، اس لئے مجھے روز ہی کپڑے دھونے پڑتے ہیں؛ نہیں تو کپڑے بہت زیادہ ہو جائیں گے اور میرے لئے ایک دفعہ میں دھونا مشکل ہوگا۔جیسے ہی شام ہوتی ہے تو مجھے کھانا بنانا پڑتا ہے، جو کہ سورج غروب ہونے تک تقریباً 6 بجے تک تیار ہوتا ہے۔

اکثر ہم کھانے کے بعد بیٹھ کر ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں؛ نہیں تو میں سیدھا سونے چلی جاتی ہوں کیونکہ سارے دن کے کام کے بعد میں بہت تھک جاتی ہوں ۔ یہ گھر کی بڑی بیٹی کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ گھر کے سارے کام کرے اور میں تقریباً سب کام کرتی ہوں۔''

اکیلی اور بالکل الگ

''مجھے اجازت نہیں ہوتی کہ میں گھر چھوڑ کر باہر جا کر دوستوں سے مل سکوں، کیونکہ میں ایک لڑکی ہوں ۔مجھے نہیں پتا کہ ایسا کیوں ہے۔شائد میرے ماں باپ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ میں کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں۔کہ کوئی مجھے جنسی زیادتی کا نشانہ بنا کر حاملہ نہ کردے ۔ یہ سب تقریباً میری ہم عمر کی لڑکیوں کے ساتھ ہوتا ہے اور لڑکوں کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوتا۔وہ بالکل آزاد ہیں اور جب چاہیں جس سے مرضی ملیں۔یہ سب کچھ میرے ساتھ اس وقت ہوا جب میں 10 سال کی ہوگئی۔ میں یہ جانتی ہوں کہ میرے والدین مجھے بچانے کیلئے ایسا کرتے ہیں، میرے خیال میں یہ بہت غلط ہے کہ لڑکوں کو ہر طرح کی آزادی ہے اور ہمیں ایسی کوئی آزادی نہیں ملتی۔ میرے خیال میں ہمیں اس قابل ہونا چاہئے کہ ہم بھی جب چاہیں کہیں بھی بنا کسی خوف اور ڈر کے جاسکیں۔ ان سب باتوں کی وجہ سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں بالکل اکیلی ہوں اور سب سے الگ ہوں۔''

لڑکیوں کی جلدی شادی

بلیسنگ کہتی ہے کہ ''میری عمر کی بہت سی لڑکیاں جو سکول نہیں جاتیں ان کی شادی کردی گئی ہے۔''

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

کم عمری کی شادی

''ایک بڑی وجہ جس کیلئے والدین بہت پریشان ہوتے ہیں کہ ان کی بیٹی کو کوئی لڑکا یا دوست جنسی زیادتی کے ذریعے حاملہ نہ کردے جس کی وجہ سے ان کے خاندان کی عزت خراب نہ ہوجائے۔ اگر ایک دفعہ گھر والوں کی عزت خراب ہو جائے، تو بیٹی کے لئے اچھا رشتہ ڈھونڈ کر اس کی شادی کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ ہمارے سیکنڈری سکول کا راستہ بہت دور ہے اور ہمیں سکول تک جانے کیلئے بڑے خطرات کا سامنا ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہ کرے، اس وجہ سے بہت سی لڑکیاں سکول چھوڑ دیتی ہیں۔ بہت کم لڑکیاں ثانوی تک تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ بہت سی لڑکیوں کی شادی صرف **14** سال کی عمر میں کر دی جاتی ہے۔ ہونے والا شوہر شادی کے وقت گھر والوں کو (لوبولا) یعنی گائے یا پیسے دیتا ہے۔ اس لئے بہت سے خاندان والے لڑکیوں کی جلدی شادی پر رضامند ہو جاتے ہیں۔ اکثر یہ پیسے بیٹوں کی سکول کی فیس دینے میں استعمال ہو جاتے ہیں۔ یہ سب بہت غلط ہے۔ یہ ہم لڑکیوں پر واجب ہے! ہمیں کیوں تعلیم حاصل نہیں کرنے دی جاتی؟ حالانکہ یہ ہمارا حق ہے۔ ہمیں بھی وہ سب کچھ سیکھنا چاہیئے جو کہ لڑکے سیکھتے ہیں۔ اس طرح ہم مل کر اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔''

جلدی شادی سے ڈر لگتا ہے

بالغ مرد جو چھوٹی لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ سب بہت عجیب بات ہے۔ کسی بچی سے شادی کرنا بہت غلط ہے۔ لڑکیاں ابھی شادی کے لئے تیار نہیں ہوتی ہیں۔ میرے ماں باپ میری شادی کے حوالے سے بات کرر ہے ہیں اس بات سے مجھے خوف آتا ہے۔ میں نے ان کو بتایا ہے کہ میں پہلے اپنی سکول کی تعلیم مکمل کروں گی۔ لیکن ہم ابھی سکول کی فیس نہیں دے سکتے ہیں اس لئے ان کا خیال ہے کہ میری شادی جلدی ہوجائے۔ یہ مجھے میرے مستقبل کے بارے میں فکر مند کرتی ہے۔'' جب سکول جاتی تھی تو چیلو جو کلب ہمیں سکھاتا تھا۔ ہم قدرت کے متعلق سیکھتے ہیں، قدرتی چکر اور جنگلی جانوروں کے متعلق کہ کس طرح ان کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ وہ ہمیں یہ بھی بتاتے تھے کہ ہمیں اپنے ماحول اور جانوروں کی حفاظت کیلئے یہ کتنا ضروری ہے،

بھینس کے گوشت سے بلیسنگ کی سکول کی فیس ادا کی جاتی تھی۔

کیونکہ سیاح گونریز ہو میں آنا چاہتے ہیں اور یہاں کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ میرا شروع سے ہی یہ خواب تھا کہ میں ایک فوجی بنوں۔ یہ بہت اہم کام ہے، کہ جانوروں کی مدد کرنا کیونکہ ان سے ہی ہمیں کام اور پیسے ملتے ہیں، اور ان سب کی یہاں بہت ضرورت ہے اور مجھے جانوروں سے بہت پیار ہے!"

خوابوں کا ٹوٹنا؟

"اب مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں فوجی نہیں بن سکوں گی، کیونکہ مجھ سے زبردستی سکول چھڑوا لیا گیا ہے۔ میرے پاس اتنا ہنر نہیں ہے کہ میں ان سے نمٹ سکوں، اگر مجھے اب موقع مل بھی جائے تو میں اپنا سکول ختم نہیں کر سکتی ہوں اور اگر میری شادی ہو جاتی ہے تو میں فوجی بننے کے خواب کو بھول جاؤں گی۔ پھر میں کسی کی بیوی ہوں گی۔ یہاں پر بہت سے مرد اپنی بیویوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ نیشنل پارک میں جا کر کام کریں۔ یہاں ایک بیوی کا صرف یہ کام ہے کہ وہ اپنے گھر، شوہر اور بچوں کی دیکھ بھال کرے، گھر سے باہر وہ کوئی کام نہیں کر سکتی ہے۔ میرا والد شکار نہ کرنے کی وجہ سے پریشان ہو گیا تھا۔ کیونکہ فوجیوں نے پہرہ سخت کر دیا تھا جس وجہ سے اس کو شکار کرنا روکنا پڑا اور اس طرح اب میں سکول نہیں جا سکتی تھی۔ اس دوران ہی میں چاہتی تھی کہ میں فوجی بنوں۔۔۔ میں جانتی ہوں کہ ان میں بہت تضاد ہے! لیکن میں نے چیلو جو کلب میں یہ سیکھا ہے کہ ہمارے لئے ان جانوروں کا زندہ رہنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ یہ ہماری ثقافت کا حصہ ہیں اور ہمیں اپنے مستقبل کیلئے ان کا خیال رکھنا چاہئے۔ مجھے اس پر پورا یقین ہے چاہے اس کیلئے مجھے کسی بھی مسائل کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔"

کوئی آزادی نہیں

بلیسنگ کہتی ہے کہ "جب میں سکول جا رہی تھی، مجھے بہت مزہ آتا تھا، لیکن اب نہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتی تھی۔ اب مجھے صرف کام کرنا پڑتا ہے۔"

گونریز ہو، ہاتھیوں کی جگہ

بلیسنگ کہتی ہے کہ "ہاتھی میرے پسندیدہ جانور ہیں۔ یہ بہت خوبصورت اور شریف ہیں، لیکن یہ ان لوگوں کیلئے بہت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں اور ان کے لئے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں جو پارک کے قریب رہتے ہیں۔ یہ ہمارے کھیتوں میں گھومتے ہیں فصلوں کو خراب کرتے ہیں اور کھاتے ہیں، جن کی ہمیں زندہ رہنے کیلئے ضرورت ہوتی ہے۔ مکئی، باجرا، جوار، تربوز یہ سب کچھ کھا جاتے ہیں۔۔۔ جب یہ ہاتھی ہمارے قریب آتے ہیں تو ہم ان کو آگ جلا کر ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں، چیختے ہیں اور اپنے جانوروں کو مارتے ہیں۔ ان سے ایک سیٹی کی آواز آتی ہے جو کہ ہاتھیوں کو پسند نہیں۔ لیکن ہمیں احتیاط سے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر آپ اس طرح ہاتھی کو تنگ کریں گے تو اس کو غصہ آ جائے گا۔ وہ پھر آپ پر حملہ کر دے گا اور آپ کو اپنا بچاؤ کرنا پڑے گا۔ کچھ سال پہلے ایک آدمی ہمارے ساتھ والے گاؤں میں ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آ کر مر گیا تھا۔ اگر ہم ہاتھیوں کو ڈرانے میں کامیاب نہ ہو سکیں تو ہمیں مدد کیلئے فوجیوں کو بلانا پڑتا ہے۔ وہ ہوا میں آگ کے گولے پھینکتے ہیں اور اس طرح ہاتھی دور چلے جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہاتھی کو بالکل پسند نہیں کرتے ہیں، لیکن مجھے ہاتھی سے بہت پیار ہے!"

گونریز ہو پارک میں اس وقت **11,000** ہاتھی رہتے ہیں، اور اس پارک عمومی طور پر "ہاتھیوں کے رہنے کی جگہ" کے نام سے ہی جانا جاتا ہے۔

ہاتھی + مرچ = کوئی ہاتھی نہیں

جس علاقہ میں بلیسنگ رہتی ہے، چیلو جو کلب نے مرچوں سے اینٹیں بنانا شروع کی ہیں (ہاتھی کے گوبر اور مرچ) گاؤں والوں کے ساتھ مل کر تا کہ ہاتھیوں سے نمٹا جا سکے۔ اگر گاؤں والے ان مرچوں کی اینٹوں پر گرم کوئلے ڈال کر اور ان کو شام کے وقت کھیتوں کی طرف کر دیں تو ان مرچوں کے دھوئیں سے ہاتھیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ کھیتوں سے دور رہتے ہیں۔ اس طرح کرنے سے فصلیں بھی بچ جاتی ہیں اور ہاتھی بھی اور کوئی بھی شخص زخمی نہیں ہوتا۔ یہ اینٹیں بنانے میں سستی بھی ہیں اور آسان بھی، کیونکہ یہاں بہت سے لوگ مرچ اگاتے ہیں اور ہاتھی کا گوبر بھی بہت مل جاتا ہے۔

اپنی جڑوں کی طرف سفر
اینکشیس اور دوسرے بچے بوب درخت نیشنل پارک کی طرف چلتے جا رہے ہیں، جہاں پر وہ بارش کی تقریبات بنانے کے متعلق سیکھیں گے۔

ہماری جڑیں ہی ہمارا مستقبل ہیں

اینکشیس **15** سال، ملی پتی سنجیدگی سے کہتی ہے کہ ''جب نیشنل پارک بنایا گیا، گاؤں والوں کو زبردستی اس علاقہ سے نکال دیا گیا جہاں پر کئی نسلوں سے ہمارے گھر تھے، حقیقت میں اتنے عرصہ سے کہ جتنا کوئی بھی یاد کرسکتا ہے۔ ہم نے اپنے خاندان اوران کی قبروں اور بہت سی ایسی جگہوں کو کھو دیا جو ہمارے لئے بہت ضروری تھیں ۔ یہ سب قدرتی وسائل اور جنگلی جانوروں کیلئے بہت اچھا تھا لیکن یہ سب ہم لوگوں اور ہماری ثقافت کیلئے بھی بالکل اچھا نہیں تھا۔ بہت سے لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی کھو دیا تھا۔'' اب وہ سب گونریز ہو نیشنل پارک زمبابوے کی دردناک تاریخ بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مستقبل کیلئے حیاتیات
اینکشیس کہتی ہے کہ ''میں ج چیدزا سکول میں جاتی ہوں اور میرا پسندیدہ مضمون حیاتیات ہے۔ میرے خیال میں یہاں پر سکول سب سے اہم چیز ہے ۔ آپ سکول میں بہت سی چیزیں سیکھتے ہیں جس کی مدد سے آپ اپنی زندگی میں بہت کچھ کر سکتے ہیں۔''

زمبابوے کی آزادی سے پہلے اس ملک کو روڈیسیا کہا جاتا تھا۔ اس وقت تمام فیصلے سفید لوگ کرتے تھے۔ جب گورنمنٹ نے گونریز ہو نیشنل پارک بنانے کا فیصلہ کیا تو لوگوں کو ان کی خواہش کے خلاف زبردستی اس جگہ کو خالی کروا لیا گیا ۔ روڈیسین گورنمنٹ کو ان لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی جو اس علاقہ میں رہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی یہاں ثقافت تھی اور رہنے کے طریقے تھے اور وہ اس زمین سے جڑے ہوئے تھے ان کے لئے جگہ ضروری نہیں تھی ۔ سفید حکمران یہ سوچتے تھے کہ ان کی ثقافت ہم سے بہتر ہے، اور وہ جو فیصلے اپنے لئے کرتے ہیں وہ بہت اچھے ہوتے ہیں لیکن ہمارے لئے اچھے نہیں ہوتے ۔

آزادی کھو گئی

جب آپ سوچتے ہیں کہ اپنے جنگلی جانوروں اور قدرتی ماحول کو بچایا جائے، تو یہ اچھا لگتا ہے کہ لوگوں کو پارک سے نکال دیا جائے۔ لیکن جب آپ ان لوگوں کے متعلق سوچتے ہو جن کی ثقافت اور زندگی وہی ہے، تو پھر یہ سب اچھا نہیں لگتا ہے۔ ان سے زبردستی ان کے گھر، قبریں اور بہت سی اہم ثقافتی جگہ خالی کروائی جاتی ہے، جیسا کہ جب خشک سالی کے دوران سب لوگ اکٹھے ہوکر بارش کیلئے دعا کرتے تھے۔ ان جگہوں پر جانا جو ہماری نسلوں کیلئے بہت اہم ہیں جہاں اب جانا جرم ہو گیا ہے۔ یہاں شکار کرنا بھی غیر قانونی ہے، جو کہ یہاں کی روایت تھی۔ لوگوں نے اپنی آزادی کھو دی ہے۔

مفو کا کا سفر

مفو کا کے سفر کا مطلب شنگھائی ہے، یہ زبان لپو پو کے خطے میں بولی جاتی ہے۔ مفو کا کا پروگرام نیشنل پارک اور گاؤں اردگرد رہنے والے لوگوں کے ساتھ مل کر سفر کرنے کا ہے کہ مستقبل میں امن کے ساتھ مل کر رہیں۔ مفو کا کہتا ہے:

* گاؤں والوں کے ساتھ مل کر نیشنل پارک میں جو ثقافتی جگہیں ہیں جو ان سے زبردستی خالی کروالی گئی تھیں ۔ وہ اب دوبارہ ممکن ہوا ہے کہ سب واپس آ کر اپنے باپ دادا اور اپنی اہم جگہ کو دیکھ سکیں۔
* جوان لوگوں کو موقع دینا کہ وہ اپنی ثقافت، تاریخ اور روایات کے بارے میں سیکھ سکیں۔
* پارک میں گاؤں والوں کیلئے نوکریاں مہیا کرنا، اس میں ایسی نوکریاں شامل ہیں کہ گھروں کو سنبھالنا جہاں پر سیاح آ کر رہتے ہیں، جن کو گاؤں والوں نے اپنے روایتی شنگھائی کے طریقے پر بنایا ہوا ہے۔

جن جگہوں پر گاؤں والے گئے ہیں وہ ان جگہوں کو نہیں جانتے اور وہاں ان کو اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں لگتا ہے۔ بہت سے لوگ گم ہو گئے ہیں اور بزرگوں نے ہمیں ہماری تاریخ کے متعلق بتانا بھی چھوڑ دیا ہے۔ بہت سے لوگوں نے اپنی جڑیں ختم کر لی ہیں اور بہت سے لوگوں نے جینے کا مقصد ہی ختم کر لیا ہے۔

مفوکا

میرے خیال میں یہ بہت ضروری ہے کہ ہمیں اپنے آباؤاجداد اور تاریخ کا پتا ہونا چاہئے۔ بہت سے بزرگ لوگ جو کہ ہمارے خطے کے متعلق جانتے تھے اور جو ہمیں مستقبل کے لئے تیار کر سکتے تھے وہ مر چکے ہیں۔ لیکن اب پارک نے ایک پروگرام شروع کیا ہے جس کا نام مفوکا ہے، جس نے کوشش کی ہے کہ لوگ دوبارہ سے نیشنل پارک جائیں اور اپنی ثقافت اور روایات کو جان سکیں۔ مفوکا ہم جوان لوگوں کو ہماری ثقافت کے بارے میں بتاتی ہے۔ کل میں ایک گروپ کے ساتھ اس پارک کے دورے پر جا رہا ہوں اور سیکھنا چاہتا ہوں کہ خشک سالی کے دوران ہمارے باپ دادا کس طرح دعا کرتے تھے۔ میرے خیال میں یہ بہت ضروری ہے کہ ہمیں پتا ہونا چاہئے کہ ہم کہاں سے آئے ہیں یا ہمارا تعلق کہاں سے ہے، اور جاننے کا موقع ملے کہ ہم اصل میں کیا ہیں۔''

انسانی۔۔۔جنگلی حیات تنازعات

اینکشیس کہتا ہے کہ'' میں پارک کے پاس رہتا ہوں جہاں پر سارے جنگلی جانور وہاں ہیں اور اکثر ہم پر حملہ کرتے ہیں۔ لنگور ہماری بکریوں کو مار دیتا ہے، اور اکثر سانپ اور بلیاں ہماری مرغیوں کو لے جاتے ہیں۔ ہاتھی ہمارے گاؤں میں آ کر فصلوں کو کھاتے اور تباہ کر دیتے ہیں۔ اس حالت میں باہر جانا خطرناک ہوتا ہے، کیونکہ اس طرح آپ زخمی ہو جاتے ہیں۔ اکثر شیر ہمارے بہت قریب آ جاتے ہیں، اس لئے ہم زیادہ تر گھر کے اندر ہی رہتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ جنگلی جانور پارک میں رہیں اور ہم لوگ گاؤں میں دونوں میں کر ہم آہنگی سے رہیں۔ اکثر اس معاملے میں فوجی آ کر ہماری مدد کرتے ہیں۔''

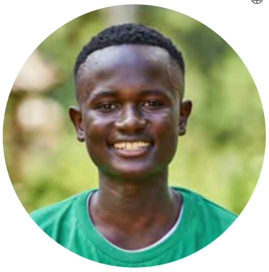

میں ماہر ماحولیات بننا چاہتا ہوں

اینکشیس کہتا ہے کہ'' جب میں بڑا ہوں گا تو میرا خواب ہے کہ میں ماہر ماحولیات بنوں اور نیشنل پارک میں جو ماحولیاتی مسائل ہیں ان پر کام کروں۔ یہ میرا اس وقت کا خواب ہے جب میں چھوٹا تھا اور اپنے والد اور انکل کے ساتھ گیم پارک میں گیا تھا۔ وہاں پر زرافہ، زیبرا اور ہاتھی کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اپنے جنگلی جانوروں اور قدرتی ماحول کی حفاظت کریں، تاکہ یہ خوبصورت جگہ ہماری آنے والی نسلوں کے لئے بچ سکے۔ یہ ہماری ثقات اور روایت ہے۔''

روڈیسیا۔۔۔زمبابوے

1980 میں زمبابوے کے وجود میں آنے سے پہلے اس ملک کا نام روڈیسیا تھا جس پر چند سفید لوگ حکمرانی کرتے تھے جن کا تعلق انگلینڈ سے تھا، جس کو **19** وی صدی میں آباد کیا۔ روڈیسیا میں کالے لوگوں کو سفید لوگوں کی طرح کے حقوق حاصل نہیں تھے۔ زبردستی لوگوں کو اس علاقے سے نکالنے کے بعد **1932** سے **1975** کے درمیان گونریز ہونیشنل پارک بنایا گیا۔

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

البرٹ ایک شکاری تھا

البرٹ چاری، جو کہ اب گونریز ہو نیشنل پارک زمبابوے میں فوجی ہے کہتا ہے کہ ''میں جب 14 کا سال کا تھا تو میں نے سکول چھوڑ دیا اور شکاری بن گیا۔ اب مجھے پتا چلا کہ یہ سب غلط ہے۔ ہم نے اپنے ملک کے انمول قدرتی وسائل اور ہماری ثقافت جو مستقبل کی نسل کے ضروری ہے۔ ان سب کے بارے میں سوچ کر مجھے بہت افسوس ہوتا ہے۔ لیکن اب میں کوشش کر رہا ہوں کہ ٹھیک کام کر کے اپنے جنگلی جانوروں اور قدرتی ماحول کی حفاظت کر سکوں۔''

میں ایک چھوٹے سے گاؤں پہلیلا میں بڑا ہوا ہوں، جہاں میں 7 سال تک سکول جاتا رہا ہوں۔ میرا والد گونریز ہو پارک میں فوجی تھا اور مجھے اس کی وردی بہت اچھی لگتی تھی۔ میں بھی بڑا ہو کر فوجی بننا چاہتا تھا۔'' جب میرا والد بڑا ہو رہا تھا تو اس کو اپنے چھوٹے بھائیوں کی خوراک اور ان کے سکول کا بندوبست بھی کرنا ہوتا تھا۔ اس کے بدلے میں میرے انکل نے ہماری مدد کی جب میرے والد کچھ نہیں کرتے تھے تو ان کے 14 بچوں کی سکول کی فیس وہ دیتے تھے۔ لیکن جو انکل میری سکول کی فیس دیتے تھے ان کو کام کیلئے ملک سے باہر جانا پڑ گیا، جس کا مطلب کہ میں اب آگے سکول نہیں جا سکتا تھا۔ اس وقت میرا والد اپنے کام کی وجہ سے بہت دور تھا اور اس کو ان سب کے بارے میں نہیں پتا تھا، اس لئے وہ بھی میری مدد نہیں کر سکے۔ میں اس وقت 14 سال کا تھا۔''

لڑکا آدمی بن گیا

''میں نے اپنے والد کے بعد اپنے دوست اسحاق کے ساتھ مویشی ڈھونڈنا شروع کر دیئے۔ ہم نے نیشنل پارک میں مویشیوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا، جہاں پر کافی گھاس تھی، لیکن اس کے ساتھ اور بہت سے خطرناک جانور بھی تھے۔ اسحاق نے کتے پال رکھے تھے جو ہر وقت ہمارے ساتھ رہتے تھے۔ پہلی دفعہ اس کے کتے نے ایک بش بک کا شکار کر کے اس کو مار دیا، یہ بہت عجیب سا لگا۔ ہم نے اس کو الگ کیا اور میں اپنے گھر بلا خوف گوشت لے کر گیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ میرا والد گھر میں نہیں ہے۔'' ماں بہت خوش ہوئی! جب ایک بیٹا شکار کے ساتھ گھر واپس آیا، اس کا مطلب ہے کہ اب وہ بچہ نہیں رہا ہے، اب وہ ایک آدمی بن چکا ہے۔ مجھے بہت خوشی اور فخر محسوس ہوا۔ جب میرا والد گھر واپس آیا اور اس نے دیکھا کہ میں سکول نہیں جا رہا ہوں، اس نے سب سے پہلے میرے سکول کی فیس ادا کی۔ لیکن وہ سکول کی کتابیں اور وردی کے پیسے برداشت نہیں کر سکتا تھا، اس لئے میں ابھی سکول نہیں جا سکتا تھا۔ ہمارا خاندان بہت بڑا تھا اس لئے ہم جس طرح کی اچھی زندگی سوچتے تھے ہم اس طرح نہیں رہتے تھے۔ خاص طور پر میری ماں۔ اس طرح یہ سب میرے خواب کے خلاف ہوا کہ میں فوجی نہیں بن سکتا، میں دوبارہ شکار کرنا شروع کر دیا جیسے ہی میرا والد ایک نئی مہم پر جنگلوں میں چلا گیا۔''

کتوں کے ساتھ شکار

''بالکل اسحاق کی طرح میں نے بھی کتوں کی افزائش شروع کر دی، ہم جب بھی پارک میں جاتے تو ہمارے ساتھ کم از کم 4 کتے ہوتے تھے۔ لیکن مجھے ہمسایوں کے سارے کتے پہنچانتے تھے اس لئے جب میں سیٹی بجاتا تو سارے کتے باہر آ جاتے تھے اور جب ہم شکار پر جاتے تو کبھی کبھی 20 کتے ہمارے ساتھ ہوتے تھے! میں اپنے ساتھ نیزہ رکھتا تھا۔'' ہم صبح جلدی اٹھ جاتے ہیں اور مویشیوں کو گھاس کھانے کیلئے چھوڑ دیتے ہیں اور پارک میں شکار کیلئے چلے جاتے ہیں۔ ہم شکار کر کے جب گھر آتے ہیں پھر ہماری ماں کھانا بناتی اور ہم اس وقت تک مویشیوں کو واپس لے آتے تھے۔ ہم ایک ہفتے میں 4 سے 5 دفعہ شکار کرتے تھے اور میں اس زندگی میں بہت مسرور تھا۔ سب لوگ اپنے کتے ہمارے ساتھ بھیجتے تھے کیونکہ وہ ہمارے گھر والوں کے لئے شکار کرتے تھے۔ ہم گاؤں کے بڑے شکاری بن گئے تھے اور اس بات کا مجھے بہت فخر ہوتا تھا۔ اکثر میں گوشت کو فروخت کر دیتا تھا اور مجھے یاد ہے کہ میں نے پہلی دفعہ اپنے جوتے شکار کیا ہوا گوشت بیچ کر ہی لئے تھے۔ اس سے پہلے میں ننگے پاؤں ہی ساری زندگی پھرتا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ ہم جو کر رہے ہیں وہ غیر قانونی ہے اور اس وجہ سے ہم مشکل میں پھنس سکتے ہیں۔ لیکن میں بہت تیز دوڑنے والا تھا، اس لئے مجھے یقین تھا کہ فوجی مجھے کبھی نہیں پکڑ سکتے ہیں۔

شیر کے بالکل قریب

البرٹ بتاتا ہے کہ ”میں شیر کے ساتھ اپنا پہلا شکار نہیں بھول سکتا ہوں۔ ہم لوگ شکار کر رہے تھے اور اچانک ہم شیر کے غار کے پاس چلے گئے جہاں شیرنی اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی تھی۔ وہ اپنی پنجوں پر کھڑی ہوگئی اور ہم پر دھاڑنا شروع کر دیا۔ ہم ساکت کھڑے ہوگئے اور ہم نے بھی دھاڑنا شروع کر دیا لیکن اس شیرنی نے ہار نہیں مانی۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اور اس دوران ہم چیختے رہے۔ ہم پیچھے ہوتے ہوئے تقریباً ایک کلومیٹر آ گئے جہاں شیرنی اندازاً 2 میٹر ہی ہم سے دور تھی! میں نے کامیاب شکاری بننے کیلئے جانوروں کے متعلق بہت کچھ سیکھا ہوا تھا۔ اب میں وہ تمام علم ایک فوجی ہوتے ہوئے استعمال کرتا ہوں۔“

حالانکہ ان کے پاس ہتھیار بھی ہوتے ہیں، ہم نے یہی سیکھا تھا کہ وہ ہمیشہ ہوا میں ہی گولی چلاتے ہیں ہم پر کبھی نہیں چلائیں گے۔ ہم نے سیٹی بجانا بھی سیکھا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ کتے ہمارے آگے آجاتے تھے اور ہم آرام سے ان سب کے پیچھے چھپ جاتے تھے۔ اس لئے وہ فوجی ان کتوں پر گولی نہیں چلاتے تھے ہم پر گولی چلانے میں ان کو خطرہ تھا۔“

والد کو غصہ آ گیا

”میرے والد کو نہیں پتا تھا کہ میں شکار کرتا ہوں اس لئے جب وہ گھر ہوتے تو میں شکار نہیں کرتا تھا۔ لیکن آخر کار میری اور اسحاق کی افواہیں میرے والد تک پہنچ گئی۔ میں وہ رات کبھی نہیں بھول سکتا میرا والد مجھ پر بہت غصہ ہوا اور مجھے بیڈ سے اٹھا دیا۔ اس نے میری سوچ سے بھی سخت مجھے مارا۔ پھر وہ مجھے گھسیٹتے ہوئے اسحاق کے گھر لے گئے، جہاں پر انہوں نے ہم دونوں کو بند کر دیا اور اس وقت تک مارتے رہے جب تک کہ ہم یہ قبول نہ کر لیا کہ جو انہوں نے سنا ہے وہ سچ ہے۔ ہم شکاری ہیں۔ میرا والد بہت مایوس ہوا اور اس نے ہمیں جنگلی حیاتیات اور اس کے تحفظ پر پہلا سبق دیا۔ اس نے کہا کہ جانور ہمارے آباؤ اجداد کا حصہ ہیں اور ان کا سب سے براہ راست تعلق ہے اور اگر ہم ان جانوروں کی حفاظت نہیں کریں گے تو ہماری آنے والی نسل ان جانوروں کو بس تصویروں اور کتابوں میں ہی دیکھ سکے گی۔ اور اس نے یہ بھی بتایا کہ جو تنخواہ مجھے ملتی ہے ان جانوروں کی حفاظت کرنے کی ہی ملتی ہے جس سے ہم اپنی کھانے پینے کی اور دوسری ضروریات پوری کرتے ہیں اگر یہ جانور ختم ہو جائیں گے تو میری نوکری بھی چلی جائے گی اور ہماری زندگی بہت مشکل میں آجائے گی۔

البرٹ کہتا ہے کہ ”جب میں گاؤں میں گھر واپس آیا، میں ہمیشہ جانوروں اور قدرتی ماحول کے تحفظ کی بات کرتا تھا، اور شکار کرنا قانون کے خلاف تھا۔ مستقبل میں میں سکولوں میں جا کر سب کو اپنے کام کے متعلق بتانا چاہوں گا اور کس طرح جنگلی حیات کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

فوجی تربیت میں کیا ہوتا ہے:

*قدرتی ماحول اور جانوروں کے متعلق علم ہونا

*ہتھیار چلانے کی تربیت۔

*ڈھونڈنا اور جاسوسی کرنا۔

* گھات لگانا اور دوسری فوجی تکنیک

شکار جاری رکھا

اپنے والد کی طرف سے اتنا کچھ سننے کے بعد میں نے سوچا اتنا کچھ ہونے کے بعد اب میں ان کی بات کیوں سنوں ؟ ہم نے ان کی بات کا انکار کرتے ہوئے شکار کو جاری رکھا۔ ہم نے دوبارہ شکار شروع کر دیا تھا کیونکہ میرا والد ہوانگے نیشنل پارک چلا گیا تھا۔'' جب میرا انکل واپس آیا تو مجھے دوبارہ سکول جانے کا موقع ملا،لیکن میں نے پھر بھی شکار کو ہی چنا ۔ مجھے محسوس ہوا کہ اب مجھے سکول جانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں نے شادی کر لی اور کچھ سالوں بعد میری بیوی کے خیال سے کے مجھے اب غیر قانونی شکار چھوڑ دینا چاہیے ۔ وہ کہتی تھی کہ شکار کے ذریعے ہم اپنے گھر والوں کا مستقبل نہیں سنوار سکتے ہیں، اس لئے ہم زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ سب غیر قانونی کام ہے اس کے بجائے ہمیں کچھ ایسا کام کرنا چاہیے جو کہ ٹھیک ہو ۔ اس لئے اسے نے سارا گوشت واش روم میں پھینک دیا، اس وقت وہ بہت غصہ میں تھی ۔''

آخر کار فوجی بن گیا

''میری بیوی نے میری سوچ میرے والد کی بات کی طرف کروائی جس نے ہمیں جانوروں کے تحفظ کے متعلق بتایا تھا۔

ہاتھیوں کو مارنا

البرٹ بتاتا ہے کہ'' بہت پہلے 2019 میں ہم سے ایک ہاتھی گم ہو گیا ، لیکن ہاتھیوں کو مارنے کی تعداد کم ہونا شروع ہو گئی ۔ 2016 میں 40 ہاتھیوں کو مارا گیا تھا۔ اندازے کے مطابق 2017 میں ان کی تعداد 20 تھی اور 2018 میں یہ تعداد 10 تھی۔ شکاری اب جانتے تھے کہ پارک میں اب حفاظتی انتظامات بہت بہتر ہیں ، 150 سے زائد فوجی ادھر کام کرتے تھے۔''

گونریز ہو پارک میں شکاری

البرٹ کہتا ہے کہ '' شکاری دو گروپوں میں تقسیم ہوتے ہیں ۔ ایک گروپ گاؤں کے لوگوں پر ہوتا ہے اس علاقہ سے وہ شکار کر کے کھانے کا بندوبست اور گوشت کو بیچتے ہیں ۔ وہ بھینس، زیبرا، ہرن اور واٹر بکس کا شکار کرتے ہیں اور زیادہ تر کتوں اور پھندوں کا استعمال کرتے ہیں جیسا کہ میں کرتا تھا ۔ دوسرے گروپ میں جو شکاری ہوتے ہیں وہ زیادہ تر موزیمبیک کے بارڈر سے آتے ہیں اور ان کے پاس شکار کرنے کیلئے ہتھیار ہوتے ہیں وہ زیادہ تر ہاتھیوں کا شکار کرتے ہیں تا کہ ان کے دانت حاصل کر سکیں ۔ اس طرح کے شکاری ہمارے علاقے میں مہینے میں ایک دفعہ آتے ہیں ۔ ہم ان شکاریوں کا پیچھا کرتے ہیں اور ان کو پکڑ کر جیل میں ڈالتے ہیں ۔ ہم ان کو مارنے کیلئے گولی نہیں چلاتے ، لیکن اکثر بدقسمتی سے ہم ان مجرموں پر گولی صرف ان کو زخمی کرنے کیلئے چلاتے ہیں کہ اپنے آپ کو بچا سکیں اور ان کو گرفتار کر سکیں ۔ ایسا صرف پچھلے مہینے ہی ہوا تھا۔''

جب گونریز ہونئے فوجیوں کی تلاش میں تھے، میں نے فیصلہ کیا کہ میں بھی کوشش کروں گا۔ **379** لوگوں نے تربیت کے لئے درخواست دی تھی ۔ میں نے ابتدائی **10** کلومیٹر کی دوڑ جیت لی تھی ۔ لیکن یہ اس وقت تک ناکافی تھی کہ جب تک بڑا انٹرویو نہ ہو جائے ،جس میں جانوروں اور قدرتی ماحول کے متعلق سوالات تھے جو کہ میں کورس میں پڑھے تھے ۔ میں سب جانتا تھا۔ جب انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں اتنا کچھ کیسے جانتا ہوں، میں ایماندار تھا میں سب کچھ ان کو بتا دیا کہ میں شکاری تھا اور تقریباً **10** سال تک ان جانوروں میں رہا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھے اس کورس میں شامل ہونے سے مجھے منع کر دیں گے ، لیکن وہ سب چاہتے تھے کہ ہم میں سے کوئی ایک ایسا ہو جو یہ بتا سکے کہ شکاری کیا سوچتے ہیں اور کیسے آگے جاتے ہیں ۔ وہ مجھے رکھنا چاہتے تھے اور مجھے اس بات پر بہت خوشی اور فخر ہوا! آخر کار بچپن سے ہی یہ میرا خواب تھا اور میں اپنے والد کی وردی دیکھتا تھا۔"

واپس سکول

" مجھے یہ سب اپنی دونوں بیٹیوں کو بتاتے ہوئے خوشی اور فخر ہوتا ہے کہ میں ایک فوجی ہوں اور میرا کام جنگلی جانوروں اور قدرتی ماحول کی حفاظت کرنا ہے، میں کوئی مجرم نہیں ہو جوان چیزوں کو مارتا اور تباہ کرتا ہے ۔ میں اب بہت خوشی اور فخر محسوس کرتا ہوں، لیکن اگر یہ تصور کریں کہ اگر میں سکول میں رہتا، تو سب کچھ کتنا الگ ہونا تھا! میں اس قابل ہوتا کہ میں انگلش کو اچھے طریقے سے سمجھ سکتا جس سے مجھے اپنی فوج کی تربیت حاصل کرنے میں اور آسانی ہوتی ۔ کورس اور کتابوں دونوں کو اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔ مجھے سکول چھوڑنے کا بہت دکھ ہوتا ہے۔ ان سب لڑکوں کو ایک ہی بات کہنا چاہوں گا جنہوں نے سکول کو چھوڑ کر شکاری بننے کا سوچا ہے: آپ کو واپس سکول جانا چاہئے! تعلیم حاصل کرو اس طرح ہی تم اپنی اور اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال کر سکو گے اور فخر محسوس کرو گے جب تک بوڑھے ہو جاؤ گے۔"

نئے ہیروز

البرٹ کہتا ہے کہ" میرا پرانا شکاری دوست اسحاق اور میرے **4** چھوٹے بھائی بھی اب فوجی ہیں۔ وہ سب مجھ سے متاثر ہوئے ہیں، اور اس بات پر مجھے بہت خوشی اور فخر ہے۔ گاؤں میں موجود **10** سے **12** سال کے لڑکے بھی ہماری طرح بننا چاہتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ہماری کس طرح عزت کی جاتی ہے۔ جوان لڑکے جنگلی جانوروں کے خلاف ہونے والے جرم کی ہمیں خبر دیتے ہیں، اس طرح وہ سب اس اہم کام میں پہلے ہی ہمارا ساتھ دے رہے ہیں!"

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

اینا کے حقوق کی پامالی

بالکل تنہا

اینا کہتی ہے کہ ’’جب میں اپنی دوستوں کوسکول جاتے دیکھتی ہوں اوراپنے آپ کوادھر پھنسا ہوا تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔‘‘

اینا 16 سالہ کہتی ہے کہ (جو لیمپوپو نیشنل پارک موزیمبیک کے پاس گاؤں میں رہتی ہے) ’’میں 14 سال کی عمر میں حاملہ ہوگئی تھی مجھ سے زبردستی سکول چھڑوا کر میری شادی کر دی گئی تھی۔ اب میری زندگی ایک قیدی کی طرح ہے۔لیکن خوش قسمتی سے، میرا شوہر شکار کرنے کے بجائے جنوبی افریقہ میں مالٹے اکٹھے کرتا ہے۔ بہت سی لڑکیوں نے اپنے شوہروں کو کھودیا ہے جو کہ گینڈوں کا شکار کرتے تھے،اوران کی زندگی مجھ سے بھی زیادہ مشکلات میں ہے۔‘‘

مجھے سکول سے پیار ہے! میرے پسندیدہ مضمون حساب، انگلش، اور پرتگیزی تھے۔ میں گھر کے کاموں میں بھی مدد کرتی تھی اور مجھے اپنی دوستوں کے ساتھ کھیلنا کا وقت بھی مل جاتا تھا۔ہم اکثر اپنا سکول کا کام مل کر کرتی تھیں۔’’جب میں 14 سال کی ہوئی تو میری زندگی بالکل بدل گئی۔ میں حاملہ ہوگئی اور مجھے سکول چھوڑنا پڑا۔ ہماری روایت کے مطابق، میری شادی کردی گئی اوراس آدمی نے مجھے حاملہ کر دیا۔اب میں اس کے گھر والوں کے ساتھ ہوں اور وہ مجھے سکول جانے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ میں چیخی لیکن میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ میرا کام صرف بچوں، اپنے شوہراورگھر کی دیکھ بھال کرنا تھا۔میرے شوہر کی عمر 20 سال ہے اورشروع میں میرے ساتھ کسی نے زبردستی نہیں کی کہ میں اس رشتے کوشروع کروں۔لیکن میں بہت افسردہ تھی کیونکہ مجھ سے متعلق جو بھی فیصلے تھے وہ سب میرا شوہر ہی کرتا تھا۔اس نے زبردستی مجھ سے سکول چھڑوا دیا اور مجھے دوبارہ نہیں جانے دیا۔ میں جانتی تھی کیونکہ میں نے کچھ عرصہ پہلے کہا تھا۔ میں بہت افسردہ اورغصہ تھی، لیکن یہاں پرشوہر کو ہی فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور مجھے صرف اس پر عمل کرنا ہوتا ہے۔‘‘

ایک قیدی کی طرح

’’میں صحن کی صفائی کرتی ہوں، لکڑیاں لے کر آتی ہوں، کھیتوں میں کام کرتی ہوں، مکئی پیستی ہوں اوراپنی بیٹی کی دیکھ بھال کرتی ہوں۔ میرا شوہر اس کے لئے کپڑے خرید کر لاتا ہے، نہیں تو پھر میں ہی ہوں جس کو اپنی بیٹی کی دیکھ بھال کرنی ہوتی ہے۔ میں اپنے شوہر کے کپڑے دھوتی ہوں ،اس بات کی تسلی کرتی ہوں کہ ہر وقت پانی موجود ہوتا کہ وہ نہا سکے اور میں اس کے لئے کھانا بنا سکوں۔ وہ مجھے میری دوستوں سے ملنے سے منع کرتا ہے اور ان سب سے مجھے بہت اکیلا پن محسوس ہوتا ہے۔ میں ان سب کوسکول جاتا دیکھتی ہوں تو میں بہت افسردہ ہوجاتی ہوں۔ میں جہاں رہتی ہوں میں جو چاہوں وہ نہیں کرسکتی اور جس سے ملنا چاہوں نہیں مل سکتی ہوں۔ یہ بالکل قیدی کی طرح ہے۔‘‘

شوہر غائب ہوگئے

’’یہاں کوئی نوکریاں نہیں ہیں، اس لئے میرا شوہر جنوبی افریقہ میں مالٹے اٹھانے کا کام کرتا ہے۔ وہ سال میں کچھ عرصہ ہی گھر میں رہتا ہے۔ یہ آسان نہیں ہے، لیکن یہ ان سب سے بہتر ہے کہ وہ ایک گینڈوں کا شکاری نہیں ہے۔ ہمارے رشتہ داروں میں سے ایک رشتہ دار جنوبی افریقہ میں شکار کرتے ہوئے مارا گیا تھا، اوراس گاؤں کے بہت سے شکاری جیل میں ہیں۔ گھر والوں کیلئے یہ بہت مشکل ہوتا ہے جب ان کے شوہر غائب ہو جائیں۔ جب ان کے پاس پیسے نہیں ہوں گے، تو ان کے لئے کھانا لینا اوراپنے بچوں کی سکول کی فیس دینا بہت مشکل ہو جائے گا۔ مجھے کم ازکم اس بات کی پریشانی نہیں ہے۔لیکن میں روز سکول کے متعلق سوچتی ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں نے جب سے سکول چھوڑا ہے تو میں نے اپنی اچھی زندگی کوگزارنے کا موقع ضائع کر دیا ہے۔

لڑکیوں کو اہمیت نہیں دی جاتی

’’یہاں پرلڑکوں اورلڑکیوں کے حقوق ایک جیسے نہیں ہیں۔لڑکیوں کے لئے زندگی بہت مشکل ہے، جن کو صفائی، کھانا بنانا اور سارے گھر کے کام کرنے پڑتے ہیں۔لڑکے کچھ بھی نہیں کرتے ہیں۔لیکن گھر، سکول اورگاؤں میں ان کی آواز اور خیالات کو لڑکیوں سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ مجھے یہ سب بالکل بھی پسند نہیں ہے، ان چیزوں کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

پاؤلوایک شکاری جس کے پاس بہت کچھ ہے

پاؤلو 16 سال (جو لیمپوپو نیشنل پارک موزیمبیک کے پاس گاؤں میں رہتا ہے) ”میں نے 13 سال کی عمر میں سکول چھوڑ دیا اور ہر وقت شکار کرنا شروع کر دیا۔ سکول جانا بالکل فضول ہی لگتا تھا، کیونکہ یہاں پر ایسی کوئی بھی نوکری نہیں تھی۔ لیکن اب میرے پاس بہت کچھ ہے۔ بہت سارے شکاری اور فوجی مارے گئے ہیں۔ شکار کرنے کو روکنا چاہیے۔“

پاؤلو کہتا ہے کہ ”عموماً ہم صبح صبح ہی شکار کرتے ہیں، لیکن کبھی کبھی شام کے وقت تیز روشنی کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ جانور روشنی سے بھاگتے ہیں وہ اندھے اور ساکت ہو جاتے ہیں پھر ہم اپنے کتوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں مارتے ہیں۔ اگر کوئی چھوٹا جانور ہوتا ہے تو اسی وقت اس کو مار دیتے ہیں لیکن اگر کوئی بڑا جانور ہرن کی طرح ہو تو ہم اس کو چھری سے مار دیتے ہیں جس کو کتوں نے پکڑ لیا ہو۔“

یہاں پر لوگ رہنے کیلئے شکار پر ہی انحصار کرتے ہیں۔ یہی زندگی کا طریقہ ہے، ہم شکاری ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں بہت سے لوگ اب بھی شکار کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک جرم ہے۔ اسی طرح میرے لئے بھی۔ میرے والد اور میرے دادا بھی شکاری تھے۔ میں بھی وہی کر رہا ہوں جو وہ کرتے تھے۔ میں نے 10 سال کی عمر میں اپنے کتوں کے ساتھ لیمپوپو نیشنل پارک میں شکار کرنا شروع کیا۔ کتوں کے ساتھ شکار کرنا یہاں کی روایت ہے۔ میں صبح جلدی اٹھتا ہوں، اپنے 11 کتوں کو ساتھ لے کر جس میں 7 بڑے اور 4 چھوٹے ہیں اور اپنے 3 دوستوں کے ساتھ شکار شروع کرتا ہوں۔ ہم ہرن اور دوسرے چھوٹے جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ ہم ہر وقت ان پر نظر رکھتے ہیں، اس لئے فوجی ہمیں نہیں پکڑ پاتے۔ میں ایک صبح کی بات نہیں بھول سکتا اس وقت میں 14 سال کا تھا۔ ہم ایک ہرن کا شکار کر رہے تھے اور میں نے اپنے کتے کو اس کے پیچھے بھیجا۔ میں ایک گھنی جھاڑی کے پیچھے لیٹا ہوا تھا جب میں نے اچانک دیکھا کہ کتوں کو کچھ فوجیوں نے گھیرا ہوا ہے۔ انہوں نے ہرن کو بچانے کی خاطر میرے تین کتوں کو مار دیا تھا۔ میں جتنا تیز بھاگ سکتا تھا بھاگا اور دور جانے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے دوسرے بہت سے کتے زخمی ہو گئے اور کچھ کے جسم میں ربڑ کی گولیاں تھیں۔ لیکن ایک وقت کیلئے وہ ہم سے بہت دور ہو گئے تھے کہ پارک سے باہر ہمیں وہ ربڑ کی گولیوں سے ڈرا سکیں۔ میرے دوستوں میں سے ایک دوست جس کی عمر بھی 16 سال تھی گرفتار ہو گیا اور اس کو 10 مہینے جیل میں رہنا پڑا۔“

گینڈوں کا شکار

”شکار کرنا صرف روایت ہی نہیں ہے۔ بہت سے لوگ پیسوں کیلئے شکار کرتے ہیں، کیونکہ یہاں پر کوئی بھی نوکریاں نہیں ہیں۔ میرا والد اور اس کے دوست پارک میں شکار کیلئے جاتے ہیں اور گینڈے کے شکار کیلئے۔ وہ جنوبی افریقہ میں بارڈر پار کر کے شکار کیلئے جاتے ہیں کیونکہ یہاں پر گینڈوں کا شکار ختم ہو چکا ہے۔ گینڈے کے سینگ کی بہت قیمت ہوتی ہے۔ وہ اس کے سینگ نزدیک کسی بڑی مارکیٹ یا پھر دارالخلافہ میپوٹو میں بیچ دیتے ہیں۔ شکاریوں کی ٹیم چار آدمیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور ٹیم میں موجود ہر شکاری کو ایک سینگ کے بدلے 800,000 میتیسیں (13,000US ڈالر) ملتے ہیں۔ یہاں پر ہر ایک کے پاس شاندار گھر اور گاڑی ہے کیونکہ سب گینڈوں کا شکار کرتے ہیں۔ اسی طرح میرے گھر والوں کیلئے بھی ہے۔ ہمارے دو گھر، ٹی وی، سیٹلائٹ ڈش، موبائل فون، سیڈی پلیئر اور ویگن ٹرک سب چیزیں ان پیسوں سے ہی خریدی گئیں ہیں جو گینڈوں کا شکار کر کے حاصل کئے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے شکار سے حاصل ہونے والی رقم سے ٹیکسی اور مچھلیوں کے کا روبار شروع کر لئے ہیں۔ شکار کرنا یہاں پر اچھی زندگی گزارنے کیلئے سب کرتے ہیں۔ والدین اپنے بچوں کو یہی بات بتاتے ہیں کہ یہاں پر غربت سے پاک زندگی گزارنے کیلئے یہ سب ضروری ہے اور ہم وہی کرتے ہیں جو ہمارے والدین ہمیں کہتے ہیں۔“

اپنے کتے سے پیار کرتا ہے

پاؤلو کہتا ہے کہ ”جب میرے کتوں کو فوجیوں نے مارا تھا، مجھے بہت غصہ آیا اور میں بہت افسردہ ہوا۔ میں نے کوشش کر کے ایک کتے کو بچایا جس کے جسم میں ربڑ کی گولیاں لگی ہوئی تھیں اور یہ سب بہت خوفناک تھا۔ لیکن اب مجھے اس بات کی سمجھ آئی ہے کہ فوجی صرف اپنا کام کر رہے تھے اور وہ یہ سب بہت اچھا کر رہے ہیں۔ وہ ہرن کو بچانا چاہتے ہیں اور مجھے شکار سے روکنا۔“

"شکاریوں کی ٹیم چار آدمیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور ٹیم میں موجود ہر شکاری کو ایک سینگ کے بدلے 800,000 میتیسیں (13,000US ڈالر) ملتے ہیں۔

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

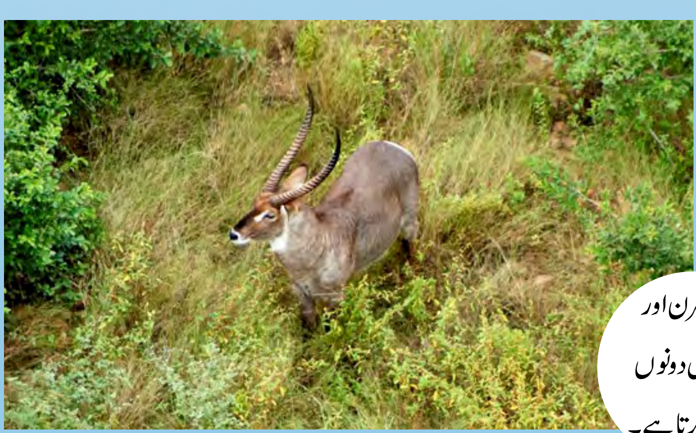

پاؤلو ہرن اور واٹربکس دونوں کا شکار کرتا ہے۔

ایک جنگ کی طرح

"یہ منصوبہ بنایا گیا تھا کہ میں پہلے پارک میں چھوٹے جانوروں کا شکار کر کے مشق کروں پھر اس کے بعد اپنے والد کے ساتھ جنوبی افریقہ جا کر گینڈوں کا شکار کروں۔ لیکن اب میں اپنا ذہن بدل لیا ہے۔ میرے والد نے بھی، کیونکہ وہ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ میں کہیں مارا نہ جاؤں یا میرا خاتمہ جیل میں نہ ہو۔ کیونکہ یہ سب بہت خطرناک ہے۔ موزمبیق اور جنوبی افریقہ نے فوجیوں کی تعداد بڑھا کر اس کی حفاظت اور سخت کر دی ہے اور اس وجہ سے گاؤں کے کافی لوگ مر بھی چکے ہیں۔ ہمارا ایک ہمسایہ کچھ دن پہلے گولی لگنے سے مر گیا تھا۔ لیکن صرف شکاری ہی نہیں ہے جو مر رہے ہیں۔ بہت سے فوجی بھی گولی لگنے سے مرے ہیں۔ یہ ایک جنگ کی طرح ہے۔ یہ سب اچھا محسوس نہیں ہوتا ہے؛ شکار کرنا جرم ہے اور یہ سب غلط ہے۔ اس کو ختم ہونا چاہئے۔ سکول میں، میں نے سیکھا ہے کہ ہمیں اپنے جنگلی جانوروں کی حفاظت کرنی چاہئے، کیونکہ اس طرح یہ بالکل ختم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ یہاں پر گینڈے ختم ہو چکے ہیں۔ یہاں پر فوجی بہت ہی اہم کام کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے جنگلی جانوروں اور قدرتی ماحول کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کو یہ کام کرنے کے پیسے دیئے جاتے ہیں۔ جو لوگ اچھا کام کر رہے ہیں بہت اچھے ہیں۔ میں بھی ان کی طرح بننا چاہتا ہوں، ایک مجرم نہیں جو کہ شکار کرتا ہو۔ لیکن میرے جلدی سکول چھوڑنے کی وجہ سے مجھے فوجی کی نوکری نہیں مل سکتی۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ میں اپنی تعلیم مکمل کر کے اپنی زندگی کے لئے کچھ اچھا کر سکوں۔"

لمپوپو نیشنل پارک کے باہر گاؤں میں نئے گھر بن رہے ہیں۔

لوئس کہتا ہے کہ (جو لیمپوپو نیشنل پارک موزیمبیک کے پاس رہتا ہے) ''میرے گاؤں میں میری عمر کے بہت سے لڑکے سکول نہیں جاتے ہیں۔سکول جانے کے بجائے وہ شکار کرتے ہیں۔

جانوروں کو مار کر وہ جرم کر رہے ہیں جس کی وجہ سے موزیمبیک غریب ہو رہا ہے۔لیکن ان لڑکوں کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے جب والدین ان کو سکول بھیجنے کے بجائے شکار کرنے کی ہمت دیتے ہیں۔ یہ ہر بچے کا حق ہے کہ وہ سکول جا سکے۔''

جانوروں سے پیار اور شکار سے نفرت ہے

میں اور میرے چھوٹے بہن بھائی سکول جاتے ہیں۔ ہم لوگ اتنے امیر نہیں ہیں ،لیکن میرے ماں باپ بہت محنت کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہم سکول جاتے ہیں اور اچھی زندگی گزار رہے ہیں۔

لڑکیوں کی جلدی شادی

آج ہفتے کا آخری دن ہے اور لوئس اپنی چھوٹی بہن رجے کے سکول کے کام میں اس کی مدد کر رہا ہے۔ رجے کہتی ہے کہ ''یہاں پر سب لڑکیاں سکول نہیں جا سکتی ہیں ،لیکن میرے گھر میں ہم دونوں بہنیں اور بھائی سکول جاتے ہیں۔ میرا پسندیدہ مضمون پرتگیزی ہے، جب میں بڑی ہو جاؤں گی میں استاد بننا چاہوں گی۔'' لوئس کہتا ہے کہ ''لڑکیوں کے لئے سکول جانا بہت مشکل ہوتا ہے، کیونکہ میری عمر کی بہت سی لڑکیوں کی جلدی شادی کر دی جاتی ہے۔ یہ بہت غلط بات ہے کہ ایک لڑکی ابھی خود بچی ہے اور وہ ماں بن جائے اور وہ یہ بھی نہیں جانتی کے بچے کی دیکھ بھال کس طرح سے کرنی ہے۔ تمام بچوں کو سکول لازمی جانا چاہئے۔''

وہ ہم سے پیار کرتے ہیں اس لئے ہمارے لئے سب کچھ کر رہے ہیں۔ میرے ماں باپ مکئی ، شکر قندی اور کساوا کی فصل اگاتے ہیں ۔ دونوں مل کر کھیتوں میں کام کرتے ہیں ، اور ہفتے کے آخری دن میں اور میرے چھوٹے بہن بھائی ان کی مدد کرتے ہیں۔ میرے عمر کے لڑکے سکول نہیں جاتے ہیں وہ شروع سے ہی شکار کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کی ہمت ان کو اپنے والدین سے ملتی ہے۔ یہ بہت غلط ہے کیونکہ یا تو ان کو گولی سے مار دیا جائے گا یا پھر ان کا اختتام جیل ہے۔ یہاں گاؤں میں بہت سارے لوگ شکاری ہیں، اور میرے خیال میں یہاں پر سکول بھی نہیں ہیں۔ یہ سب لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جنگلی جانوروں اور قدرتی ماحول کے تحفظ کی کتنی اہمیت ہے۔ قدرت نے ہمیں جو چیزیں دیں ہیں ان کا کوئی نعم البدل نہیں ہے اور یہ قدرتی وسائل کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ سب جانور بہت خطرات سے دوچار ہیں۔ اس طرح ایک دن یہاں کوئی بھی گینڈے نہیں بچیں گے اور پھر وہ پیسے کمانے کے قابل بھی نہیں رہیں گے۔''

آپ کو بہت محنت سے کام کرنا ہوگا۔

''کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ شکار اس لئے کرتے ہیں کہ یہاں پر اور کوئی نوکری ہی نہیں ہے۔ لیکن میرے خیال سے ایسا نہیں ہے، کوئی بھی ایک ایسی وجہ نہیں ہے کہ کہا جائے کہ شکار کرنا ٹھیک بات ہے ۔ اگر آپ نوکری کرنا چاہتے ہیں اور زندہ رہنا چاہتے ہیں، تو آپ کچھ نہ کچھ ڈھونڈ ہی لیں گے۔ آپ ایک مچھیرے یا کسان بن سکتے ہیں جیسا کہ میرا والد ہے ۔ اس طرح آپ کھانے کیلئے خوراک اور فصلوں کو بیچ کر پیسے بھی کما سکتے ہیں ۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہیں، آپ کو زندہ رہنے کیلئے بہت محنت سے کام کرنا ہوتا ہے اور میرے والد کہتے ہیں کہ مکئی اور شکر قندی اگانا بہت سخت محنت کا کام ہے؛ کیونکہ بارشیں نہیں ہوتیں جب ان کو ہونا چاہئے اور یہ سب ماحولیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے ہے۔ لیکن ہم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو فوجی بن کر جانوروں کو مارنے کے بجائے ان کا تحفظ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم قدرتی ماحول اور موسمی تبدیلیوں کو دیکھتے ہیں۔ میں نے سکول میں قدرتی ماحول اور جنگلی جانوروں کے متعلق سیکھا ہے، لیکن جانوروں سے پیار کرنا اور ان کو مارنے کے بجائے ان کی حفاظت کرنا میں نے اپنے والدین سے سیکھا ہے۔''

سکول! بہت ضروری ہے

لوئس اور اسحاق کہتے ہیں کہ ''اگر ہمیں اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دینے کے لئے اپنا گھر بھی فروخت کرنا پڑے تو کریں گے! تعلیم سے زیادہ ضروری اور کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ اچھی نوکری حاصل کر سکتے ہیں اور شکاری نہیں بنتے جیسے کہ آپ کو دھوکہ دے کر یقین دلایا جاتا ہے کہ زندگی بہت اچھی ہوگی۔ کیونکہ ایسا نہیں ہوتا ہے۔''

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

مدد کرنا

لوئس کہتا ہے کہ ''ہفتے کے آخری دن میں اور میرے چھوٹے بہن بھائی اپنے والدین کی کھیتوں میں مدد کرتے ہیں۔''

موزیمبیک متاثر ہوا ہے

لوئس کہتا ہے کہ جولڑکے سکول چھوڑ کر شکار کرنا شروع کر دیتے ہیں وہ تین طریقوں سے موزیمبیک کو غریب کررہے ہیں:

1۔اگر آپ سکول جا کر اہم باتوں کو نہیں سیکھیں گے،تو اس طرح موزیمبیک کو ترقی دینے میں آپ اپنا کردار ادا نہیں کر سکیں گے۔

2۔ اگر ہاتھی ، گینڈے، ہرن اور دوسرے شاندار جانور مر گئے تو موزیمبیک اپنی قدرتی اور ثقافتی اہمیت کھو دے گا۔اس طرح ملک غریب ہو جائے گا اور سب کچھ ہاتھ سے چلا جائے گا۔

3۔ اگر اسی طرح شکار جاری رہا تو تو گاؤں اور ملک میں نہ پیسے آئیں گے اور نہ ہی کوئی نوکریاں ہوں گے یہ سب اس وقت ملتا ہے جب سیاح یہاں جنگلی جانوروں کو دیکھنے اور ان پر تجربات کرنے آتے ہیں۔گاؤں والے کو ہوٹل اور کھانے ، گائیڈ اور فوجی کی نوکریاں ملتی ہیں۔لیکن اگر یہاں پر کوئی جنگلی جانور نہیں ہوگا تو یہاں کوئی سیاح نہیں آئے گا اور کسی قسم کی نوکری بھی نہیں ہوگی۔

علم کا اہم کردار ہے

''اگر ہم غیر قانونی شکار کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو علم کے ذریعے ہی یہ سب ممکن ہے۔ہمیں جانوروں ،قدرتی ماحول اور بچوں کے حقوق کے متعلق بچپن سے ہی سیکھنا ہوگا۔اس طرح ہم آج کے والدین سے بہتر ہوسکیں گے اور ہم پھر اپنے بچوں کو شکار پر بھیجنے کے بجائے لڑکوں اور لڑکیوں کو سکول بھیجیں گے جو کہ ان کا حق ہے۔ہمیں اس سوچ کو بھی ختم کرنا ہوگا کہ شکاری بہت اچھے اور کامیاب ہیں۔ وہ سب صرف مجرم ہیں اور کچھ نہیں۔ہمیں ایسی مثالی شخصیات کی ضرورت ہے جنہوں نے تعلیم حاصل کی اور محنت سے کامیاب ہوئے ، نہ کہ انہوں نے چوریاں کی یا کسی کو مارا ہو۔ میں بھی ایک اچھا انسان بننا چاہتا ہوں۔میں انجینئر بن کر پیسے کمانا چاہتا ہوں اور ایک اچھا گھر اور گاڑی حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔ میں معاشرے میں اپنی زندگی میں کچھ اہم کام کر کے اپنا نام روشن کرنا چاہتا ہوں ۔ میں معاشرے کو تباہ برباد کرنے کی بجائے اس کو تعمیر وترقی دینے میں اہم کردار ادا کرنا چاہتا ہوں۔''

گھر والے شکار کے خلاف ہیں

لوئس اور اسحاق کہتے ہیں کہ ''پچھلے 8 سالوں سے اس وقت ہمارے گاؤں کے 8 لوگ جنوبی افریقہ کی جیل میں ہیں اور 11 گاؤں والوں کو فوجیوں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا ہوا ہے۔جن میں سے 10 کا تعلق جنوبی افریقہ اور ایک موزیمبیک سے ہے۔''لوئس کہتا ہے کہ ''میرے کزن کو جنوبی افریقہ میں گینڈوں کے شکار کرنے کی وجہ سے مار دیا گیا تھا۔اس کا 2 سال کا بیٹا بھی اپنے باپ کے بغیر مر گیا۔یہ بہت خوفناک تھا اور اسی وقت مجھے سمجھ آئی کہ ایسا سب کیوں ہوا۔غیر قانونی شکار کرنا جرم ہے۔سب یہ جانتے ہیں لیکن پھر بھی کر رہے ہیں۔''

فٹ بال سب سے اچھا ہے

لوئس کہتا ہے کہ ''اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنا مجھے سب سے اچھا لگتا ہے۔''

شکار کی وجہ سے میرے والد کو مار دیا گیا

رونالڈو 13 سال، کہتا ہے کہ (جو بہت سے شکاریوں کے ساتھ لمپوپو نیشنل پارک موزمبیک کے پاس گاؤں میں رہتا ہے) ''میرے والد کو فوجیوں نے پچھلے سال جنوبی افریقہ میں گولی مار کر مار دیا تھا جب وہ گینڈوں کا شکار کر رہے تھے۔ میں ان کو ہر روز یاد کرتا ہوں۔''

میں اور میرا والد بہت اچھے دوست تھے اب ان کے بغیر سب کچھ بہت خالی سا لگتا ہے۔ میں اس وقت ان کے ساتھ بہت غصہ ہوا جب وہ شکار کیلئے جنوبی افریقہ گئے کیونکہ وہاں پر ان کے مرنے کا خطرہ تھا۔ مجھے شکار سے نفرت تھی۔ جانوروں کو مارنا غلط ہے کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں جو اپنے بارے میں بول بھی نہیں سکتے ہیں۔ اور یہ قانون کی خلاف ورزی ہے کہ جانوروں کو مارا جائے۔ میری خواہش تھی کہ میرا والد کچھ مختلف کام کرے، لیکن اس نے بھی ہماری غربت کی وجہ سے یہی کام کیا۔ ''میں اور میری ماں اب اکیلے رہتے ہیں، اور ہم اب اس طرح مزید نہیں رہنا چاہتے ہیں۔ میری دو چھوٹی بہنیں ملک کے دوسرے حصے میں اپنی آنٹی کی طرف چلی گئی ہیں، کیونکہ میری ماں اکیلی سب بچوں کی ذمہ داری نہیں سنبھال سکتی تھی۔ میرں ماں مچھلیاں پکڑ کر علاقہ کی مارکیٹ میں بیچتی تھی۔ کبھی ہمارے پاس کافی پیسے ہوتے تھے اور کبھی کچھ نہیں اور میں اکثر بھوکا ہی سو جاتا تھا۔ میں اب 6 سال کا ہوں اور میرا انکل میری سکول کی فیس دیتا ہے، لیکن ہم سکول کی وردی نہیں لے سکتے ہیں۔ اکثر مجھے اس وجہ سے تنگ کیا جاتا ہے۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ میں غریب ہوں اور یہ بات مجھے افسردہ کرتی ہے۔ لیکن یہاں سکول میں اور بھی بہت سارے ایسے بچے ہیں جو میری طرح ہی ہیں۔ ان کے گھر میں بھی ان کا والد نہیں ہے، کیونکہ ان کو بھی شکار کی وجہ سے مار دیا گیا ہے یا جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ یہاں آدمی عورت کی نسبت زیادہ پیسے کماتے ہیں تو جب والد غائب ہو جاتا ہے تو اکیلی ماں کیلئے پورے گھر کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں کبھی بھی شکاری نہیں بنوں گا۔ ہفتے کے آخری دن میں اپنے دادا کے ساتھ مویشی سنبھالنے میں مدد کرتا ہوں، لیکن میرا خواب ہے کہ میں انجنیئر بنوں۔ مجھے فٹ بال کھیلنا بہت پسند ہے، یہ سب سے اچھی چیز ہے!''

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: PEACE PARKS FOUNDATION

میرا ایک فوجی ہے

میرا کہتی ہے کہ ''جب میں 13 سال کی تھی تو مجھے موقع ملا کہ میں ابتدائی استاد کے کورس کی تربیت لے سکوں۔ یہ میرا خواب بھی تھا اور میری ماں بھی اس پر بہت فخر محسوس کرتی تھی، لیکن میرے والد نے کہا کہ نہیں کرنا۔اس نے کہا کہ اعلیٰ تعلیم لڑکیوں کیلئے نہیں ہے۔ کیونکہ مرد یہاں کہتے ہیں تعلیم عورت کے لئے نہیں ، مجھے سکول چھوڑنا پڑا۔'' وہ اب لیمپوپو نیشنل پارک موزیمبیک میں ان تین عورتوں میں سے ایک عورت فوجی ہے ایک خطرناک نوکری کے ساتھ جس میں اس کو پیچھا کرنا پڑتا ہے اور شکاریوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالنا ہوتا ہے۔

جب میں 3 سال کی تھی تو میرے والدین کے درمیان طلاق ہوگئی تھی۔ میرے والد نے مجھے منع کیا مجھے اور میری ماں کے ساتھ ملاقات میں میری ماں نے زبردستی مجھے میرے والد اور اس کی دوسری بیوی کے پاس بھیج دیا۔ مجھے اس وقت تک کھانے کیلئے کچھ نہیں ملتا تھا جب تک کہ اس کے اپنے بچے کھا نہیں لیتے تھے اور میرے لئے صرف بچا ہوا کھانا ملتا تھا، جو میرے لئے ناکافی ہوتا تھا۔ میں مسلسل بھوکی رہتی تھی اور میں بازار کی طرف چلی جاتی تھی اور مجھے زمین پر جو کچھ بھی کھانے کو ملتا تھا جیسا کہ ڈبل روٹی کا چورا میں کھا لیتی تھی۔ جب میرے والد نے زبردستی مجھ سے سکول چھڑوایا، اس کا مطلب تھا کہ مجھے اب سارا دن گھر میں رہنا پڑے گا۔ میں تباہ ہوگئی تھی۔ لیکن جو بات میرا والد نہیں جانتا تھا کہ ایک دن میں سکول سے گھر آتے ہوئے چوری سے مارکیٹ میں اپنی ماں سے ملی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں بھاگ کر اپنی ماں کے پاس چلی جاؤں گی تا کہ میں اپنی پڑھائی جاری رکھ سکوں۔''

مجھے مارا گیا

''تین دن بعد میں بھاگ گئی، لیکن میرے والد نے مجھے پکڑ لیا اور گھسیٹتا ہوا واپس گھر لے آیا۔ اس نے مجھے ایک کرسی کے ساتھ باندھ دیا اور مجھے ربڑ کے پائپ سے مارنا شروع ہوگیا۔ اس نے کہا کہ جو زہر تمہاری ماں نے تم میں بھر دیا ہے میں مار مار کر وہ سب نکال دوں گا۔ پھر اس نے مجھے گاؤں سے دور اپنی بہن کے پاس چھوڑ دیا، جہاں پر مجھے اس کے کھیتوں میں کام کرنا پڑتا تھا۔ جب میں نے اس کو بتایا کہ میں سکول جانا چاہتی ہوں، اس نے کہا مجھے صرف اس چیز کی ضرورت ہے کہ مجھے کدال چلانی آنی چاہئے۔ 9 مہینے بعد مجھے پتا چلا کہ میری ماں اچانک مرگئی ہے۔ میں بہت زیادہ روئی۔ جب مجھے دور بھیجا جا رہا تھا تو مجھے تب اتنا وقت بھی نہیں ملا کہ میں اپنی ماں کو الوداع کہہ سکوں اور مجھے ایسا لگتا تھا کہ میرے جینے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ لیکن آخر کار میں نے اپنی ہمت باندھی اور فیصلہ کیا کہ میں بھاگ کر اپنی ماں کی یادوں کو عزت دوں گی، اپنی تعلیم مکمل کروں گی اور اپنے زندگی اچھی بناؤں گی۔ میں جانتی تھی کہ ان سب سے اس کو خوشی ملے گی۔''

والد کے ساتھ امن تھا

میرا کہتی ہے کہ ''میری دادی ماں جو ہمارے قریب ہی رہتی تھی، اس کو پتا چلا کہ میرے ساتھ بہت برا سلوک ہو رہا ہے۔ جب میرا والد اور اس کی بیوی کھیتوں کی طرف گئے، تو میری دادی میرے لئے چھپ کر کھانا لاتی اور ہمارے گھر کے پاس درخت کے سوراخ میں رکھ دیتی تھی۔ میں سوچتی ہوں کہ میری دادی نے میری جان بچائی۔ میں نے اپنی فوج کی پہلی تنخواہ اپنے والد کے ہاتھ میں دی۔ اس کو بھی اچھے جوتے اور وردی ملی تھی۔ جس نے اسے رونے پر مجبور کر دیا۔ میرے خیال میں وہ اپنے آپ پر شرمندہ تھا کہ انہوں نے میرے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔ لیکن میں نے امن کو قائم رکھا اور ان کو معاف کر دیا۔''

''مجھے جانوروں سے پیار ہے!'' میرا پیچھا کرنے والے کتے کروز کو گلے لگا رہی ہے۔

میرا دوسری لڑکیوں کی طرح نہیں ہے

جوزی زویلا فخر سے کہتی ہے کہ (جو کہ کیمپ میں سے ایک رہنما ہے) ''کیمپ میں میرا کے نیچے 23 آدمی کام کرتے ہیں ۔ عام طور پر یہ ایک غیر معمولی بات ہے کہ ایک عورت موزیمبیک میں آدمیوں سے کام کروائے ۔ لیکن میرا یہاں مینیجر ہے کیونکہ وہ سب سے بہتر ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ ایک عورت ہے۔''

ریڈیو کے ذریعے رابطہ

''یہاں کوئی بھی واقعہ ہو تو ہم ریڈیو کے ذریعے خبر پہنچاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ہم نے کسی شکاری کو پکڑا ہوا ہو تو اس کو لے جانے کیلئے ہیلی کاپٹر منگوانا پڑتا ہے۔''

گھر میں مدد

''میں دارالخلافہ میپوٹو کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہوگئی ، جہاں میں نے گھروں میں مدد کرنے کا کام شروع کر دیا ۔ میں اس وقت 14 سال کی تھی ۔ کچھ عرصے بعد میں اتنے پیسے اکٹھے کرکے اپنے ایک رشتہ دار کی طرف چلی گئی جہاں میں نے اپنا سکول دوبارہ شروع کر دیا۔ سکول جانے کے دوران میں کھانا بھی بناتی تھی جو لوگ مجھ سے اپنی پارٹیوں کیلئے خریدتے تھے، اس طرح پیسے اکٹھے کر کے میں نے اپنی سیکنڈری تعلیم مکمل کی ۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ نیشنل پارک ماحولیات پر تربیتی کورس شروع کر رہے ہیں ۔ مجھے ہمیشہ سے ہی جانوروں اور قدرت سے پیار تھا ، میں نے اسی وقت ہی داخلے کی کوشش کی اور مجھے چن لیا گیا ۔ جب میں نے کورس مکمل کر لیا، تو میں لیمپوپو میں فوجی تربیت کے لئے درخواست دے دی ۔ یہ پورے ملک میں سب سے اچھی اور سخت تربیت تھی کچھ مشکل تربیتی ٹیسٹ جیسے ریل کے ساتھ بھاگنا ، پہاڑوں پر چڑھنا، سائیکل چلانا اور بہت سی دوسری چیزیں ، یہاں پر تقریباً 140 میں سے 40 کو چنا جانا تھا ان میں صرف 3 لڑکیاں تھیں، جن میں بھی شامل تھی، میں بہت خوش تھی!''

فوجی

''میں اب فوجی ہوں اور میں پچھلے 10 مہینوں سے اپنے گروپ کی رہنما ہوں، اور میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں ! میرا یہاں لیمپوپو میں کام پودوں اور جانوروں کی حفاظت کرنا ہے۔ میرے لئے اس میں اہم کام پیچھا کرنا، پکڑنا اور شکاریوں کو گرفتار کرنا ہے۔ ہم پھندوں کو اکٹھا کرتے ہیں اور گاؤں والوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ جانوروں اور قدرتی ماحول کی حفاظت کرنا کتنا ضروری ہے ۔ معاشی طور پر دیکھا جائے تو سیاحوں کے آنے سے یہاں نوکریاں نکلتی ہیں اور پیسے ملتے ہیں ۔ مثال کے طور پر میرے ساتھ کام کرنے والے 10 لوگ بہت غریب گھر سے ہیں جو کہ پارک کے بالکل ساتھ رہتے ہیں ۔ لیکن وہ سب معاشرت اور ثقافت کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ جنگلی جانور ہماری روایت اور شناخت کا حصہ ہیں ۔ جب ہم گاؤں کا دورہ کرتے ہیں، یہ بات بالکل واضع ہے کہ یہاں پر لڑکو ں اور لڑکیوں کے حقوق برابر نہیں ہیں۔ لڑکیوں کو سکول جانے کیلئے ایک جیسے مواقع نہیں ملتے ہیں اور بہت سے والدین اپنی بیٹیوں کی شادی 14 سال کی عمر میں اس لئے کر دیتے ہیں کہ اس کے بدلے ان کو گائے اور پیسے ملتے ہیں۔ مجھے اس بات سے نفرت ہے کہ دوسری لڑکیاں پیسہ کمانے کیلئے اپنا جسم بیچتی ہیں۔ میں گاؤں میں جانا چاہتی ہوں اور لوگوں کو جنگلی جانوروں کے تحفظ اور لڑکیوں کے حقوق کے متعلق بتانا چاہتی ہوں اور ان کو دکھانا چاہتی ہوں کہ زندگی میں کامیاب ہونا ممکن ہے اور اپنی زندگی میں کچھ اچھے کام کرو، بجائے اس کے آپ غربت میں مشکل زندگی گزاریں ۔ بیشک آپ لڑکی ہیں۔''

© TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

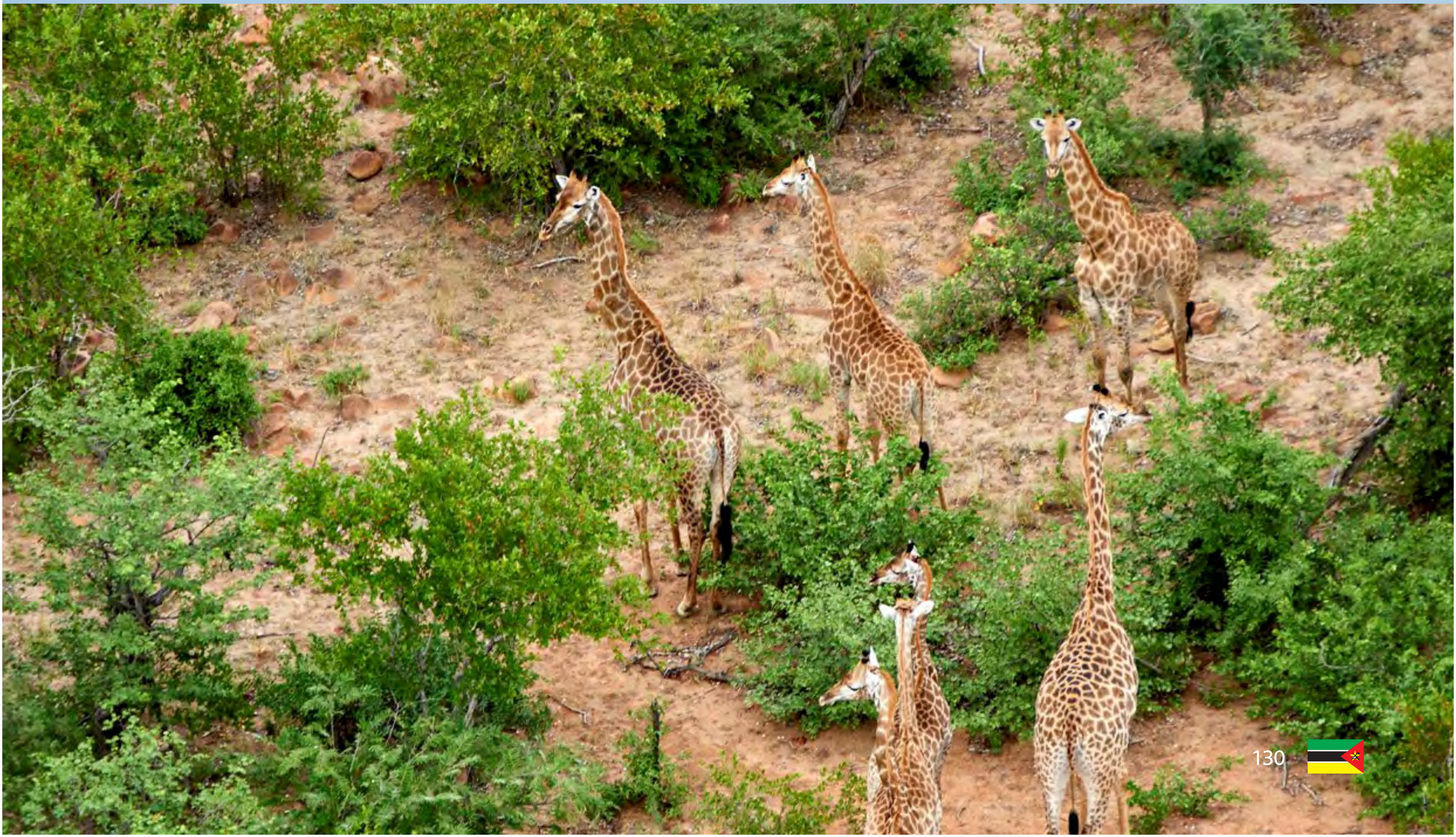

گینڈے کے سینگ قیمتی ہوتے ہیں

میرا کہتی ہے کہ ''یہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے، میں اس ٹیم کا حصہ تھی جس نے جنوبی افریقہ کے بارڈر پر شکاریوں کا پیچھا کرتے ہوئے ان کو پکڑا تھا جو گینڈوں کا شکار کر رہے تھے ۔ میں نے عدالت میں یہ ثبوت پیش کئے تھے ، اور اب ان شکاریوں کو 20 سال کی سزا ہوئی ہے ۔گینڈے کے ایک کلو سینگ کی قیمت 8500 امریکی ڈالر ہے ۔ یہاں پر مہینے کی کم سے کم تنخواہ 60 امریکی ڈالر ہے، لیکن یہاں پر ابھی بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو اس کام میں نہیں ہیں ۔لیکن اگر آپ غریب ہیں تو ایشیا سے کوئی بھی آپ کو کہے کہ کسی جانور کو مارنے کا جرم کرو ۔تو آپ کے پاس ہمیشہ یہ موقع ہے کہ آپ جو کام ٹھیک ہے وہی کرو ۔''

خطرناک کام

میرا کہتی ہے کہ ''مجھے حقیقت میں لوکریسنیسا میکوا کوا کہا جاتا ہے، لیکن ہر کوئی مجھے میرا ہی کہتا ہے! قدرتی طور پر میں پریشان ہو جاتی ہوں کہ اگر میں اور میرے ساتھ کام کرنے والے زخمی ہو جائیں گے یا مارے جائیں گے ۔لیکن اگر میں اپنے کام کے دوران مر گئی ، میں خوشی سے مروں گی ، کیونکہ اس وقت میں مروں گی تو ایک اچھے کام کیلئے دفاع اور جدوجہد کرتے مر رہی ہوں گی ۔''

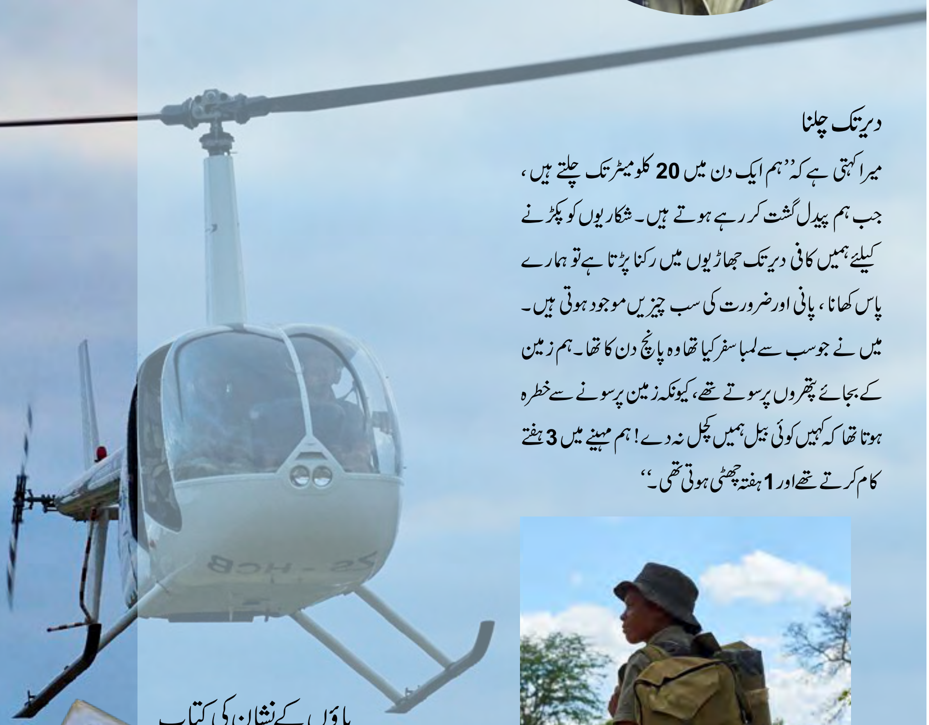

دیر تک چلنا

میرا کہتی ہے کہ ''ہم ایک دن میں **20** کلومیٹر تک چلتے ہیں ، جب ہم پیدل گشت کر رہے ہوتے ہیں ۔ شکاریوں کو پکڑنے کیلئے ہمیں کافی دیر تک جھاڑیوں میں رکنا پڑتا ہے تو ہمارے پاس کھانا ، پانی اور ضرورت کی سب چیزیں موجود ہوتی ہیں ۔ میں نے جو سب سے لمبا سفر کیا تھا وہ پانچ دن کا تھا ۔ہم زمین کے بجائے پتھروں پر سوتے تھے، کیونکہ زمین پر سونے سے خطرہ ہوتا تھا کہ کہیں کوئی بیل ہمیں کچل نہ دے ! ہم مہینے میں **3** ہفتے کام کرتے تھے اور **1** ہفتہ چھٹی ہوتی تھی ۔''

کمپاس (پرکار)

پانی کی بوتل

ہتھکڑی

پاؤں کے نشان کی کتاب

گینڈوں کو بچانا

گینڈے تقریباً 6 کروڑ سال سے ہیں۔اس کے نام کا مطلب نا ک اور سینگ ہے اور اس کو چھوٹا کر کے گینڈا (Rhino) کہا جاتا ہے۔ یہاں پر تقریباً گینڈوں کی 30 نسلیں آباد ہیں، لیکن اب صرف 5 نسلیں ہی بچی ہیں باقی سب تقریباً خطرات سے دوچار ہیں۔ پیس پارک اور گریٹ لیمپوپو ٹرانسفرنٹیئر پارک، یہاں پر کوئی گینڈا باقی نہیں رہا ہے یہ علاقہ گونریز ہو نیشنل پارک زمبابوے اور لیمپوپو نیشنل پارک موزمبیک کے ساتھ لگتا ہے۔ایک دن میں اوسطاً 2 گینڈوں کو ان کے سینگ کی وجہ سے شکاری مار دیتے ہیں۔

ایک گینڈے کے بچے کا وزن 60 کلو ہوتا ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے اور سفید گینڈا زمین پر رہنے والا دوسرا بڑا جانور ہے، جس کی اونچائی 1.8 میٹر اور اس کا وزن 2500 کلو تک ہوتا ہے! گینڈوں کے بارے میں اکثر یہی سنا جاتا ہے کہ یہ بہت خطرناک اور بدمزاج ہوتے ہیں۔ایسا ہونے کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ ان کی نظر اتنی اچھی نہیں ہوتی ہے۔اس لئے یہ 15 میٹر سے زیادہ دور نہیں دیکھ سکتے ہیں یہ خطرناک اور ذمہ دار ہونے کیلئے خوفزدہ رہتے ہیں۔

ایک اہم کردار

بڑی جڑی بوٹیوں کی طرح، گینڈے بھی ماحولیاتی نظام میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ان کو چھتری کی طرح سمجھا جاتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ دوسرے جاندار، پودے، پرندے، حشرات اور دودھ دینے والے جانور اس پر انحصار کرتے ہیں۔یہ بہت زیادہ صحت مند سبزیاں اپنے اندر جذب کرتے ہیں جو ان کو اس ماحولیاتی نظام میں صحت منداور متوازن رکھتی ہیں۔گینڈوں کو ختم کر کے ان کو صحراؤں کی طرف لے جاتا ہے جو کہ ہرن کے لئے ناسازگار ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کو وہ جگہ چھوڑنی پڑتی ہے۔ بڑے پانچ جانوروں میں، گینڈے بھی معاشی ترقی میں سیاحت کے ذریعے اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ جو کہ نوکریوں کے لئے مواقع پیدا کرتے ہیں اور مقامی باشندوں کیلئے فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔

جانوروں کو خطرات

20 ویں صدی کے آغاز میں، یہاں پر 500,000 سے زائد گینڈے تھے اور آج، صرف 23,500 گینڈے جنگل میں زندہ ہیں۔اوسطاً 2 گینڈوں کو ہر روز شکاری ان کے سینگوں کی وجہ سے مار دیتے ہیں۔یہاں پر گینڈوں کے سینگ عالمی تجارت پر پابندی ہے۔پھر بھی مجرم منظم طریقے سے گینڈوں کا غیر قانونی شکار کر کے افریقہ سے ایشیا بھیجتے ہیں۔حالانکہ ان شکاریوں کو سزا کا بہت خطرہ ہوتا ہے اور کئی دفعہ ان سے ان کے گھر والے متاثر ہوئے ہیں، لیکن ان کے رہنما اس سے بہت زیادہ پیسہ کماتے ہیں۔اس کے خریدار زیادہ تر چائنہ اور ویت نام میں ہیں، جہاں پر گینڈوں کے کٹے ہوئے بالوں اور کیراٹن ایسی پروٹین ہے جس سے آپ کے بال اور انگلیوں کے ناخن بنتے ہیں ان کو یقین ہے کہ اس میں زخم بھرنے کی طاقت ہے یہ ان کی روایتی دوائیوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ سینگ ایک امیر ہونے کی نشانی بھی ہے اور ایک بیش قیمتی تحفہ کے طور پر بھی دیا جاتا ہے۔

عملدرآمد کرنا

بہت سی تنظیمیں گینڈوں کو بچانے کیلئے جدوجہد کر رہی ہیں۔ پیس پارک فاؤنڈیشن کر رہی ہے:

*شکاریوں کے خلاف تربیت دے کر بہت جاسوسی کر کے شکاریوں کو گرفتار کیا جائے۔

*شکاریوں کے خلاف ٹیم کو ہیلی کاپٹر، سراغ رساں کتے، تھرمل کیمرے اور ریڈار دیا جاتا ہے۔

*جنگلی جانوروں کے جرائم کی تفتیش قانون کے اداروں اور حفاظت کرنے والوں کے تعاون سے کام کرنے والی ایجنسیا ں جو موزمبیک، جنوبی افریقہ اور زمبابوے میں کام کرتی ہیں۔

*پارک کے اندر اور باہر رہنے والے لوگوں کے ساتھ کام کر کے شکار کے خلاف معاشی ترقی کو فروغ دینا۔

* گینڈوں کے بچوں کو بچانا جو کہ گینڈوں کے شکار کی وجہ سے اکیلے رہ جاتے ہیں۔

*چائنہ اور ویت نام میں جوانوں کو تعلیم دینا کہ گینڈوں کے سینگ کی غیر قانونی تجارت کرنا اور ان کا شکار کرنا غلط ہے۔